

# رَبُّ الْعَالَمِينَ رَبُّ عَبْدٍ وَّإِنْسَانٍ

jabir.abbas@yahoo.com

محمد على سيد

jabir.abbas@yahoo.com

# سید نظر علیک کے لئے لا اسرار حجتی

كتاب کا نام:	رب العالمين دعا اور انسان
مصنف:	محمد علی سید
سن اشاعت:	شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ
تعداد اشاعت:	ایک ہزار
ناشر:	قرآن اینڈ سائنس ریسرچ فاؤنڈیشن - پاکستان (زہرا اکیڈمی پاکستان کا ذیلی ادارہ)
سرور:	فہد علی سید
کپوزنگ:	سمیم گرانجس، کراچی
طبعات:	شیری پرنٹنگ پرنس
قیمت:	= 200 روپے
رابطہ:	quranandscience110@gmail.com

اس کتاب کے جملہ حقوق محفوظ ہیں

ISBN: 978-969-9738-13-5

یہ کتاب پاکستان کے درج ذیل بک اسٹورز پر دستیاب ہے

- ☆ ویلم بک ڈپو۔ اردو بازار، کراچی
- ☆ افتخار بک ڈپو۔ اسلام پورہ، لاہور
- ☆ محفوظ بک انجمنی۔ مارٹن روڈ، کراچی
- ☆ کلاسیک۔ 42 دی ماں، لاہور
- ☆ مسٹر بکس۔ پرمارکیٹ، اسلام آباد

اسکواڈر ان لیڈر

☆ سید غیم علی شاہ ولد اسکواڈر محمد علی شاہ

شہادت: ۲۰۱۲ء

فلائٹ لیفٹیننٹ

☆ راشد احمد خان ولد اسکواڈر شیراحمد خان

شہادت: ۱۳ دسمبر ۱۹۹۷ء

فلائٹ آفیسر

☆ سہیل منظر کاظمی ولد پروفیسر منظر حسین کاظمی

شہادت: ۸ مئی ۱۹۷۸ء

اس کتاب کے ثواب میں یہ تینوں شہدا شریک ہیں

لیکن آپ سے درخواست ہے کہ آپ بھی

اول آخر پانچ مرتبہ درود ایک مرتبہ سورہ فاتحہ اور تین مرتبہ سورہ اخلاص پڑھ کر

ان تینوں شہدا کی ارواح کو بہری فرمائیں۔

محمد علی سید

## ترٹب العالمین دعا اور انسان

اس کتاب کی تیاری میں درج ذیل کتابوں سے استفادہ کیا گیا۔

☆ قرآن مجید: مترجم۔ مولانا فرمان علی صاحب قبلہ

☆ نجح البلاغہ: مترجم۔ مشتی جعفر حسین صاحب قبلہ

☆ تفسیر نمونہ ☆ صحیفہ کاملہ ☆ جنم کے عجائب

How Universe Works ☆

How The Earth Works ☆

Star & Planets ☆

Ecology ☆

Hidden Message in Water ☆

Secret Life of Plants ☆

Reproduction & Heredity ☆

I am Jeo's Body ☆

## شرفِ انتساب

رب العالمین جل شانہ

اور سید المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
کی خوشودی کے لیے لکھی گئی اپنی اس پہلی تحریر کو

میں اپنے زمانے اور باتی ماندہ تمام زمانوں کے امام میمن

قائد آل محمد حضرت امام مهدی علیہ السلام کی بارگاہ میں پیش کر رہا ہوں  
کہ جن کے ظہور صفری کا دور شروع ہو چکا ہے۔

یہ شب عید کی صحیح کاذب کا وقت ہے

ان مبارک ساعتوں میں دست بدعا ہوں

کہ اللہ رب العالمین قوم کے علماء، طلباء ذکر صدیق کرنے والوں، میری شریک حیات، میرے بچوں، میری بہنوں اور ان کے شہروں اور بچوں، میرے تمام پڑوسیوں اور ان کے رشتے داروں، میرے تمام دوستوں اور خاندان اولوں، تمام مومنین و مومنات، تمام مسلمین و مسلمات کو اور مجھے، امام زمانہ کے ظہور کبریٰ تک زندہ رکھے۔  
اور ہم سب کے اعمال کو اپنے فضل و کرم سے ایسا کرو دے کہ ولی عصر کے ظہور کی اطلاع سنتے ہی ہم بے اختیار ان کی نورت کے لیے اپنے اپنے گھروں سے نکل کھڑے ہوں۔

یقین کاں ہے کہ اگر ان کے دیلے سے اللہ رب العالمین نے اس تحریر کو شرف قبولیت عطا فرمایا تو اس کے دربار سے اس نگاہ کو بے حد گراں ہایا، نیش نقد، بے کران ثواب عطا کیا جائے گا۔

محمد اور آل محمد کے دیلے سے میں اس ثواب میں تمام مومنین و مومنات، مسلمین و مسلمات خصوصاً اپنے والد مرحوم ذا کریم الشهداء سید علی اسد نقوی، اپنی والدہ مرحومہ سیدہ فاطمہ بانو، ذا کریم الہی بیٹت، شہدائے ملت اسلامیہ، دہشت گردی کا شکار ہونے والے تمام مظلوموں، علماء، فضلاء، اپنے اساتذہ، اپنے بچوں کے اساتذہ، تمام بزرگوں، رشتے داروں، دوستوں اور پڑوسیوں کو برابر کا شریک کرتا ہوں اس نیت اور یقین کے ساتھ کہ اللہ رب العالمین جو نعمتیں عطا کرتا ہے انہیں دوسروں کے لیے خرچ کیا جائے تو ان میں کئی گناہ اضافہ ہو جاتا ہے۔

” ہے کوئی جو اللہ کو قرض حندے تاکہ اللہ اس کے مال کو اس کے لیے کئی گناہ بڑھادے (سورہ بقرہ: آیت ۲۲۵) (۲۲۵)

رب العالمین! تو جانتا ہے

کہ میر امال تو فی الحال بس تکی تحریر ہے!

محمد علی سید

## خزانوں کی کنجیاں

یقین رکھو کہ جس کے قبضہ قدرت میں آسان دز میں کے خزانے ہیں، اس نے تمہیں سوال کرنے کی اجازت دے رکھی ہے اور قبول کرنے کا ذمہ لیا ہے اور حکم دیا ہے کہم مانگو کر وہ دے۔ رحم کی درخواست کروتا کہ وہ رحم کرے۔

اس نے اپنے اور تمہارے درمیان در بیان کفر نہیں کیے جو تمہیں روکتے ہوں۔ اس نے تمہارے ہاتھ میں اپنے خزانوں کے کھولنے والی کنجیاں دے دی ہیں، اس طرح کہ تمہیں اپنی بارگاہ میں سوال کرنے کا طریقہ بتایا۔ اس طرح تم جب چاہو، دعا کے ذریعے اس کی نعمت کے دروازہ لو کھلوالو۔ ہاں قبولیت دعا میں دیر ہو تو اس سے نامید نہ ہونا اس لیے کہ عظیہ نیت کے مطابق ہوتا ہے۔

تمہیں اس وہ چیز طلب کرنا چاہیے جس کا مجال پائیدار ہو اور جس کا و بال تمہارے سرہنہ پڑنے والا ہو۔

رہا دنیا کا مال.....

تو نہ یہ تمہارے لیے رہے گا اور تم اس کے لیے رہو گے۔

حضرت علی ابن طالب کی وصیت

حضرت امام حسن مجتبیؑ کے نام

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## چند گزارشات

اس کتاب کے حوالے سے بہت کچھ لکھنا چاہتا ہوں لیکن بہت کچھ لکھنا نہیں چاہتا۔ عجیب شش و بیج میں ہوں کہ کیا لکھوں اور کیا اپنے سینے تک محدود رکھوں۔ جو لکھنا چاہتا ہوں وہ اس لیے کہ وہ دوست جو ساری زندگی تین دن گمان کی سرحد پر مصلی چھائے رکھتے ہیں وہ یقین کے مرکز میں لوٹ آئیں۔ جو نہیں لکھنا چاہتا وہ اس لیے کہ قارئین اس جس بazar معاصری کے بارے میں کسی خوش گمانی کا شکار نہ ہو جائیں۔

پہلے تو آپ کو بتا دوں کہ جو کتاب آپ کے ہاتھ میں ہے اس میں سوائے آیات و احادیث کے آپ کوئی بات ایسی نہیں پڑھیں گے جو آپ نے پہلے کی کتاب میں پڑھی ہو، ہوائے اس کے کہ وہ باقی میری ہی کسی کتاب میں آپ کی نظر سے گزری ہوں۔

یہ بھی درجات کروں کہ یہ کتاب دعاویں کی کتاب نہیں ہے، یہ دعائیں ہمیشہ جدید رہنے والی نیکنالوچی کے حوالے سے میری چند گزارشات کا مجموعہ ہے۔ میرے مکمل تاریخیں مجھ تی میسر ہی زمانے کے عام لوگ ہیں، شیطان کے جال میں ترپتے پہنچ کتے اور اس جال سے رہائی کی جدوجہد کرتے ہوئے لوگ۔ اس لیے آپ اس کتاب میں وہی زبان پڑھیں گے جو آپ اور ہم بولتے لکھتے اور پڑھتے ہیں۔

مشکل شکل باتوں اور ناقابل فہم گلکوے میں بہت گھبرا تا ہوں، یقیناً آپ بھی گھبراتے ہوں گے۔ اسی لیے میں نے کوشش کی کہ اپنی بات، اپنی دلیل، اپنی نظر آسان لفظوں میں بیان کیا جائے۔ البتہ اس کتاب کا پہلا باب کچھ براہ انتہی استعمال نہ کرنے والے قارئین کو ذرا مشکل محسوس ہو گا۔ لیکن یقین ہے کہ جو دوست انتہی استعمال کرتے ہیں وہ اس سے بھر پورا استفادہ کریں گے۔

قارئین کے سامنے یہ اعتراف کرنے میں کوئی مضاکف نہیں ہے کہ اس کتاب کے لکھنے سے پہلے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ مجھے جو کچھ ملا، وہ اس کتاب کے لکھنے کے دوران اور اس کے لکھنے کے بعد میں ملا۔ وہی موضوع پر یہ میری پہلی تحریر ہے۔ اس کے بعد سے اب تک میری چھ کتابوں کے متعدد یہی شیش شائع ہو چکے ہیں۔ تمنیں کتابیں مرید تیار ہیں اور کچھ کتابوں پر کام کر رہا ہوں۔

اب آپ بوجھیں گے کہ جب کچھ جانتے ہی نہیں تھے تو یہ کتاب لکھی کیسے؟ بس یہی وہ راز ہے جو میں آپ

کے سامنے بیان کرنا چاہتا ہوں، لیکن بعض مجبور یوں کے سبب بیان نہیں کر سکتا۔

یہ کتاب بہر حال مجرمانی طور پر کمھی گئی ہے اور اس کے ذریعے سب سے زیادہ فائدہ بھی مجھے ہی کو حاصل ہوا۔

جی! کیا فرمایا..... مالی فائدہ؟ نہیں مجھے اس سے بڑھ کر فائدہ حاصل ہوا۔ دیکھئے! رزق صرف روٹی

کپڑے مکان اور گاڑی کا نام نہیں ہے۔ رزق کی بہت سی اقسام ہیں، ایک سے بڑھ کر ایک۔ اللہ تعالیٰ ہے،

جس طرح کے رزق سے چاہے نوازتا ہے۔

اس کتاب کو لکھنے کے دوران میں نے محض کیا کہ دوسروں کو جس بات کی تعلیم دی جائے، پہلے خود اس پر عمل یعنی اتنا اور رہنا ضروری ہے۔ میں نے کوشش کی کہ خود کو پہلے کی نسبت بہتر کروں۔ اس میں کافی حد تک کامیاب ہو اور بہت حد تک ناکام بھی۔ بہر حال زندگی روحاںی طور پر بہتری کی طرف روایت دوں ہو گئی اور یہی سب سے بڑا فائدہ ہے جو مجھے حاصل ہوا۔

متفہین کامل ہے کہ اگر آپ نے اس کتاب کو پڑھ لیا تو آپ کی زندگی میں بھی بہت کچھ بدل جائے جس طرح میری زندگی میں بہت کچھ تبدیل ہو گیا۔

میں اس تحریر پر حقیقی اور بے لاگ تہذیب کے لیے علامہ طالب جوہری صاحب، مولانا شیر حسن میشمی صاحب، مفتی اعجاز احمد اویسی صاحب اور مفتی کرم علم علی صاحب کا دل کی گمراہیوں سے شکر گزار ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان علمائے کرام کو گھر طویل اور صحت و ملائمتی عطا فرمائے اور عوام کو ان سے استفادہ کرنے کی توفیق۔

الحمد للہ! اج صح جب میں نے اس کتاب کے قبل ارشادت مرافق کو مکمل کیا تو عبید ولادت امیر المؤمنین کا سورج طلوع ہو رہا تھا۔ باب مدبہتہ العلم حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ ”میں علم کا گرد خار ہوں، سارا علم مجھے ہی سے منتشر ہوتا ہے اور مجھے ہی تک ہی لوٹتا ہے“ (جس طرح بار این رحمت سمندر ہی سے اٹھتا ہے اور آخرا کار سارا پانی سمندر ہی کی طرف لوٹتا ہے)

میں آپ نیساں کے ان چند قطروں کو علم کے اسی ”بحد خار“ کی نذر کرتا ہوں۔

دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔ میرا فون نمبر اور ای میں اس کتاب میں موجود ہے۔ مجھے آپ کے مشوروں اور تہذیبوں کا انتظار رہے گا۔ از را کرم میرے موبائل پر فارورڈ ڈیٹچ کرنے سے گریز فرمائیے گا۔

والسلام

حسن باز ایم معاہدی

محمد علی سید

فون: 0345-2443358

ای میل: alisyed14@hotmail.com

quranandscience110@gmail.com

اس کتاب کے بارے میں  
حجتہ السلام و المسلمین  
علامہ طالب جوہری مدظلہ کی رائے

محمد علی سید ایک مشائق اور مجھے ہوئے قلم کار ہیں۔ انہوں نے بہت سی مفید کتابیں اور کثیر تعداد میں مقالات و مصنفوں تحریر کیے ہیں لیکن زیرِ نظر کتاب ایک ایسا موضوع پر ہے جو اپنے ذاتی تخصص میں مذہبی اور احساس کے انتبار سے داخلی ہے۔

دعا ایک ایسا موضوع ہے جس پر صد یوں سے لکھا جا رہا ہے اور ان گنت صد یوں تک لکھا جاتا رہے گا۔ دعا کے لغوی معنی پکارنے کے لیے اور اصطلاحی معنی خداوند قدوس کی بارگاہ میں ڈنی طور پر پیش ہو کر اپنی حاجتیں طلب کرنا ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ ہر عہد کا انسان الجھنوں اور پریشانیوں کا شکار رہا ہے اور ان کے لازمی حل کے طور پر دعا کو اپنا سہارا بنتا رہا ہے۔ یہ سہارا انسان کی الجھنوں کا ایک نظری اور نفیاتی حل ہے۔ الجھنیں اگر دو روزہ بھی ہوں تو اس صورت میں کم ضرور ہو جاتی ہیں جب ان کا تذکرہ کسی دوسرے سے کر دیا جائے۔ لتنا خوش قسمت ہو گا وہ انسان جو اپنی الجھنوں کو اس سے بیان کر دے جو ہر ایک کی ستباہی ہے، ہر سلسلے کو حل بھی کرتا ہے اور ہر ایک کی وادی کے فریضے کو بھی انجام دیتا ہے۔

محمد علی سید نے انہی حقوق کو پیش نظر رکھ کر دعا، فلسفہ دعا، آداب دعا اور اس کے اثرات و مضرات پر سیر حاصل اور تفصیلی بحث کی ہے۔ میں اس پورے رسالے کے مطالعے کا شرف حاصل کر چکا ہوں۔ مجھے یہ رسالہ اپنے محتويات میں جامع اور مانع محسوس ہوا اور اپنے اسلوب بیان میں جدید اور پرکشش۔ میں امید کرتا ہوں کہ ارباب ذوق اس سے استفادہ کریں گے اور ارباب حاجت اسے لاکھ عمل قرار دیں گے۔

طالب جوہری

## ”رَبُّ الْعَالَمِينَ دُعَا اُرَانِسَانٌ“

یہ کتاب آنسوؤں کا ایک سمندر ہے

مفتی محمد مکرم خان محمودی قادری

خطیب: جامع مسجد غوثیہ، گلشن حدید فیرا

اپنی گوناگوں مصروفیات کے باعث یہ عاجز آج تک برادرِ محترم جناب محمد علی سید صاحب کی زیارت سے تو شرف نہ ہوا کا۔ مگر بذریعہ فون اکثر رابطہ ہوتا ہے۔ پچھلے دنوں سید صاحب کافون آیا اور اپنی نئی کتاب ”رب العالمین، دعا اور انسان“ پر تاثرات کے لیے حکم فرمایا۔ عشاء کی نماز پڑھ کر اپنی ای۔ میل 1D سے کتاب کوڈ اون لاوڈ کیا اور پڑھنا شروع کر دیا۔

کتاب کیا تھی..... آنسوؤں کا سمندر تھا۔ بچکیاں بندھ گئیں، بے ساختہ رونا آگیا، اسی دوران ناٹھ کر اپنی سے محترم جناب شریف الرحمن قادری صاحب کافون آیا۔۔۔ اسی کیفیت میں فون رسیو کیا۔ سامنے سے آواز ابھری..... السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔۔۔ بھرائی ہوئی آواز کے ساتھ جواب دیا۔۔۔ علیکم السلام۔۔۔ شریف الرحمن صاحب نے جواب سن کر شویش کا اظہار کیا اور وجہ پوچھی۔۔۔ وجہ تائی تو اصرار کیا کچھ ہمیں بھی سنایا جائے۔۔۔ کچھ ہی صفحے سنایا تھا کہ وہ بھی ہمارے شریک کا رہوئے اور ہم دونوں بچکیاں باندھ کر کافی دیر تک آنسو بھارتے رہے۔۔۔

میں نے ذہن کے موضوع پر نہ جانے کتنی مرتبہ خطابات کئے ہوں گے، پیچھے زدیے ہوں گے لیکن جس اچھوتے انداز میں سید صاحب نے ذہن کی طرف متوجہ کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔۔۔ لمحے کی نزی شفتشی، تکلم کا حصہ۔۔۔ اور عاجزی اور انساری کے جو مظاہر سید صاحب کی کتاب میں جا بجا نظر آتے ہیں وہ کسی مشاق لکھاری سے زیادہ مصنف کے درود کا حال نہ تھے ہیں۔۔۔

میں نے اس موضوع پر اپنی گہرائی میں، اتنے احساسات کے ساتھ آج تک کسی کتاب کا مطالعہ نہیں کیا۔۔۔ کائنات ارضی و سماءی، تخلیق انسانی اور دعا کی جن دعویوں کا ذکر سید صاحب نے کیا ہے، اُسے پڑھنے کے بعد انسان کو اپنی چھوٹی چھوٹی پریشانیاں بے معنی سی لگتے گئی ہیں۔۔۔ اس کتاب کو پڑھنے کے بعد یہ تام پریشانیاں، مصائب و آلام ایک ذرا ناقص سے کتر محبوس ہوتی ہیں۔۔۔ میں کمپیوٹر اسکرین پر کسی کتاب کے سات یا آٹھ صفحات سے زیادہ نہیں پڑھتا لیکن اس کتاب کے کم و بیش سو ادو سو صفحات میں نے ایک ہی نشست میں پڑھے اور جب تمام دیکھا تو سارہ ہے چار گھنٹے گزر پچے تھے۔۔۔ آپ بھی اللہ کا نام لے کر ابتداء کریں کتاب کی سلاست، روایت اور کتاب میں کھرے ہوئے بیش بہا موئی آپ کو پوری کتاب پڑھنے پر مجبور کر دیں گے۔۔۔

محمد مکرم خان محمودی قادری

”رب العالمين دعا اور انسان“

## لوازماً تبلیغ کا عملی نمونہ

مفتی اعجاز احمد اوسمی

رکن علماء انگل ہبھاج القرآن، کارچی

محمد علی سید صاحب کی شخصیت علم اور قلم کے حوالے سے علمی و دینی طقوں میں ایک ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ امداد غیر تبلیغ کے لیے عصری تقاضوں سے بہ خوبی آشنا ہیں۔ اسی لیے ان کی گلشن تحریر میں ہمیشہ نئی خوشبو کیمی مشام جاں کو معطر کرنی گھوسی ہوتی ہیں اور ان کا قلم گوہر قرم ہمیشہ ندرست و افادتیت کا مثالی شطر آتا ہے۔

”رب العالمین، دعا اور انسان“ تجی لوازماً تبلیغ کا عملی نمونہ ہے۔ موضوع کی افادتیت، تحریر کی جاذبیت اور اسلوب بیان کا انوکھا پن اس کتاب کا ہے۔ کتاب کے سرسری مطالعے کے بعد میں سمجھتا ہوں کہ کتاب کے دامن میں قلم کی جولانیوں اور الفاظ اُنگلیزی کے بجائے موضوع سے متعلق ہمہ جگہ تفصیلات پر زیادہ توجہ دی گئی لیکن اس طرح کہ کسی مقام پر قاری کو یہ مگان نہیں ہوتا کہ اسے کوئی درس دیا جا رہا ہے۔ محمد علی سید کی تحریر کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ یہ قاری کے مطلب کی بات کرتے ہیں اور اپنی بات اس کے دل میں اتار دیتے ہیں۔

اس کتاب میں انداز بیان کو سادگی کے لباس میں رکھتے ہوئے گبرے علمی مفہایم کو بہت آسان کر کے بیان کیا گیا ہے۔ سائنسی تمثیلیات و تشریحات کے موتیوں سے اس تحریر کو اس طرح سجا گیا ہے کہ مطالب و مقاصد الفاظ کی جادوگری سے نہیں بلکہ دلائل و برائیں کے ذریعے قاری کے ذہن و عقل میں راستہ بنائیں۔ اپنی انہی خوبیوں کے سبب یہ کتاب دینی سوچ رکھنے والے قلوب و اذہان کی تیکین و فرحت کا سامان رکھتی ہے۔ اسی طرح اس کے ثمرات و پیشامات کی، اثر آفرینی دیگر علمی، مکری طبقات، جدید عصری علوم کے طالب علموں، حتیٰ کہ لامہ ہب افراد کو بھی بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دینے کی موثر صلاحیت رکھتی ہے۔

کتاب کا موضوع بے حد تاس اور ہر انسان کی زندگی کا حصہ ہے اور یہ موضوع جن علی و عقلی لوازماً کا مقاضی تھا، محمد علی سید صاحب نے اس کا حق ادا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے قلم کی قوت میں اضافہ فرمائے اور حق کی راہ میں انہیں اسی طرح سرگرم سفر رکھے۔

دعا گو

اعجاز احمد اوسمی

## ”رب العالمين دعا اور انسان“

### روال تبصرے

☆ میں اپنے دوست محمد علی سید کی اس کتاب کا پہلا قاری ہوں۔ میں نے اس کتاب کو اس کے شائع ہونے سے بہت پہلے پڑھا اور اس کی فوٹو کا پیاس کر کے اپنے خاندان اور دوستوں میں تقسیم کرتا رہا۔ ان دونوں ہم لوگ شدید ڈھنی دباؤ اور صدمے سے گزر رہے تھے اور ان سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ محمد علی کی کتاب میں ایسا کچھ تھا جس نے اس سارے عرصے میں ہمیں اللہ تعالیٰ کی رحمت و محبت سے حوزے رکھا۔ صدمہ تو ہم پر گزرا لیکن ہم ٹوٹنے اور مکھرنے سے محفوظ رہے۔

وقارا کبر، ہیومن۔ امریکہ

☆ محمد علی سید صاحب انسان کے جسمانی، روحانی اور نفیاتی مسائل و معاملات کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں جسے انسان بنا تا مان انجیاء اور تمام آسمانی کتابوں کا مقصد و منشور ہے۔ وہ انسان کو سمجھ کر اس کی ڈھنی سطح سے قریب ہو کر اس سے باتیں کرتے ہیں۔ وہ خود کو اپنی بیدر میں زندہ سمجھتے ہیں اور زنداج کے انسان کو اور شاید سبھی ان کی تحریروں کی اثر انگیزی کا راز ہے۔

☆ ”رب العالمین دعا اور انسان“ اپنے موضوع بہر زخیر اور بیش قیمت معلومات کے کعبا ہونے کے حوالے سے بلاشبہ ایک بالکل انوکھی اور منفرد کتاب ہے۔ سچھ میں آنے والے بالکل اور مستند سائنسی معلومات قاری کو خود ساختہ توبات سے نکال کر اس سرطی میں لے آتی ہیں کہ وہ خود سوچے اور خویصہ کر کے کہ وہ کس جگہ کھڑا ہے اور آگے بڑھنے کے لیے اسے کیا کرنا ہے۔ کتاب میں موجود جدید علوم سے متعلق حوالے دراصل آیات و احادیث ہی کی تفسیر و تشریع بیان کرتے ظفر آتے ہیں۔

ڈاکٹر نعیم انور نعیانی۔ اسلامک لرنگ ڈپارٹمنٹ گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور

☆ پہلے میں اپنے مریضوں کو داکے ساتھ ڈیل کار بینگی کی کتابوں کے نام لکھ کر دیا کرتا تھا۔ اب میں صرف ایک کتاب اپنے نسخے میں لکھتا ہوں اور وہ ہے۔ ”رب العالمین دعا اور انسان“ ڈاکٹر نعیم عباس، بلاک H شاہی ناظم آباد، کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## کاش کہ صاحبان عقل ...

جنت الاسلام والاسلمین مولانا شبیر حسن غنی

تمام تعریفیں صرف اس کے لیے

جس نے قلم کو خلق کیا اور عقل کی طاقت کے ذریعے اسے مسطور کی خلقت کی تو انہی عطا فرمائی۔

جس نے ہر خلقت میں اپنی عیارات کے عجائب خانے بنائے تاکہ دیکھنے، سنبھالنے اور سمجھنے والے سرخ تعلیم کریں ورنہ حیوانات سے بھی بدتر سمجھے جائیں گے۔ جس کا ہر انداز عقل انسانی کو حیرت میں ڈال دیتا ہے۔ جس نے چربی، گوشت اور پڑی کو پانی کے ساتھ اس طرح ترکیب دیا کہ انسان ناہی مخلوق، خلقت کے جلووں کے ساتھ ہر طرف روایہ دواں ہے۔

اور اس عظیم خانق کا درود دسلام ہواں کی آخری حجت اور انسانیت کے لیے نور ہدایت و رحمت خاتم الانبیاء و المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی پاک و ظاہر آش پر جنہیں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ہر طرح کے رجز سے پاک فرمادیا۔

خلقت کا مقصد خالق کی شناخت اور اس کے سامنے تعلیم ہوتا ہے اور یہ اس وقت ممکن ہے کہ جب شناخت کے سائل موجود ہوں۔ اللہ رب المحت کے انسان کو خلق کیا، عقل کی نعمت سے نوازا، علم کو اس کی غذا قرار دیا اور اس کے ذریعے انسان کو اپنی نشانیوں سے روشناس کرو دیا تاکہ انسان عبودیت و تسلیم کا پیکر بن جائے۔

چونکہ عقل انسان کی لامحدود توانائیوں کو دینا کی ظاہری حدود و معلومات قائم نہیں کر سکتی تھیں اس لیے محبت کرنے والے خالق نے قرآن مجید کو قلب رسولؐ کے دلیل سے نازل فرمایا تاکہ لامحدود توانائیوں والی مخلوق کو لامحدود علوم سے آشنا کروایا جاسکے۔ جب انسان عام کتاب، استاد کے بغیر نہیں سمجھ سکتا تو قرآن مجید جیسی عظیم الشان کتاب بغیر استاد کے کیسے سمجھی جاسکتی ہے۔ اس لیے رحمت للعلیین کے بعد گرچہ بیوتوں و رسالت کا سلسلہ اختتام پذیر ہوا گین ہدایت کا سلسلہ جاری ہے اور آج بھی ہم ائمۃ مصوّمین علیہم السلام کی تفاسیر اور ان کے ذریں اقوال سے اس عظیم کتاب کو سمجھ سکتے ہیں۔

آل رسول کے ایک روش چراغ جناب محمد علی سید صاحب نے اس زمانے میں جو کہ ظاہری طور پر علم و ترقی کا دور کھلاتا ہے، انسانوں کو انسانیت کی طرف راغب کرنے اور اپنے رب کی معرفت حاصل کرنے کے بعد سرشنیم ختم کرنے کی بہترین کوشش کرتے ہوئے جن مطالب کو اپنی فکر کی گہرائیوں اور صفحہ کاتنات کی رعنایوں کو قلم جیسی مخلوق کے ذریعے کاغذ کے کوزے میں بند کر کے انسانی عقول تک منتقل کرنے کی جو کوشش کی ہے، یہ واقعاً ایک عظیم عبادت ہے اس لیے کہ یہ بندوں کو بندگی کی طرف راغب کرنے کا ایک نایاب انداز ہے۔

کاش کہ صاحبان عقل اس کتاب کو پڑھتے جائیں اور سرخجو ہوتے جائیں اور سب کی زبان پر ایک ہی درود ہو:

”ربنا ما حلقت هذا باطلة، سبحانك فتنا عذاب النار.“

آج کا انسان تمام تر آلات و سائل سے لیس لیکن روحاً نیت اور قلبی سکون سے عاری ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ الش تعالیٰ کی بجائی ہوئی اس الحمد و دکانات کے بارے میں جیسے جیسے نیا علم سامنے آتا جائے گا اسی تناسب سے سورج کے چند ساروں تک پہنچنے والوں کے دلوں میں اپنی بے لبی کا احساس برداشت جائے گا۔ خدا پرستوں کے لیے معاملہ اس کے بر عکس ہو گا اس لیے کہ نیا علم آمر کار قرآن اور علمائے قرآن کی آیات و اقوال ہی کی تشریح ہیں کرے گا اور اسی لیے خدا پرستوں کے ایمان میں اضافے کا سبب بنے گا۔

آج بے سکونی اور بے بُلّی کے عالم میں سوچنے کا یہ نیا انداز انسان و سکون بھی دے گا، بجدے کا شوق بھی دلاعے گا اور رب المعزت کی محبت سے سرشار بھی کر دے گا۔ سید صاحب نے اپنی دیگر کتابوں میں بھی یہی انداز اپنایا ہے جو کتب امام حفظہ صادق علیہ السلام سے وصلت کی خانی ہے۔ امید ہے کہ ہماری آئی پیداوار انتہی نسل اس تحریر سے بھر پور فاکدہ اٹھائے گی اور اس کتوب کے ذریعے اپنی عقلی و روح کو پاٹش کر کے کائنات میں موجود خالق کی آن گنت حریر ان کن نشانیوں کو کشف کرتی رہے گی۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے اس کے علاوہ کوئی امید نہیں کی جاسکتی کہ کاتب، راقم، قاری اور ان نیک امور میں تھاون کرنے والوں کو بے حساب نہیں اور جمتوں سے نوازے گا۔

اے اللہ! ہمیں اپنی کتاب کو اپنے آخری رسول اور ان کی پاک آن کی تعلیمات کی روشنی میں بہترین طریقے سے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرم اور ہماری کوتاہیوں، خامیوں اور غلطیوں سے درگزر فرم۔ ہمارے لیے علم کے سرچشمے جا۔ فرماؤ آخری جنت کو زمین پر اپنے احکام کو جباری کرنے کے لیے ظاہر فرم۔

والسلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

شیر حسن مشی

۳ شعبان ۱۴۲۲ھ

## الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

اے اللہ اتو نے اپنی حسرائی کے لیے بکھائی کی جو قوت و طاقت عطا کی ہے اس کے ٹھکر کے لیے میں امکنہ رشوق کرتا ہوں کیوں کہ اس مسئلے میں جو تکلیف مجھے دی وہ بہت کم ہے اور شکر ادا کرنے پر جو وحدہ فرمایا وہ بہت بڑا ہے۔ تو نے نعمت عطا فرمائی میں بھل کی۔ جو تیر افضل و کرم تھا۔ مجھے شکر ادا کرنے کا حکم دیا جو حق و انصاف کے مطابق تھا اور اس پر کوئی گناہ انعام اور اس میں بھی اور اضافہ کرنے کا وعدہ فرمایا۔ مجھے رزق عطا فرمایا کہ اس کے ذریعے آزمائش اور امتحان لے۔ معمولی قرخے کا سوال کر کے زیادہ سے زیادہ عطا فرمایا۔ بلااؤں کی رحمت سے محظوظ رکھا اور اپنی آزمائش کی مصیتوں کے حوالے نہ کیا۔ عافیت عطا فرمائی، وسعت رزق اور کشاوگی عنایت کی اور میرے لیے اپنے فضل کو کوئی گناہ زیادہ کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی منزل ملند کا وعدہ فرمایا اور ساتھ ہی بلند و محفوظ درجے کی بشارت دی۔ مجھے دعوت کے کھاٹ سے سب سے بڑے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت اور سب سے بہتر شفاعت کرنے والے (آقاۓ دو جہاں) حضرت للعلیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کے لیے منصب فرمایا۔ میں تھیں کامل رکھتا ہوں کہ تو ہی وہ اللہ ہے جو میرا پروردگار اور ہر شے کا پروردگار ہے۔ زمین و آسمان کا خالق، بے مثال، غائب و حاضر کا علم رکھے والا، بلند اور صاحب بزرگی ہے۔ تیرے لیے وہ سلسل جو سرسدی اور ابد تک ختم نہ ہو کیوں کرنے مجھے نی آدم کے بہترین افراد میں پیدا کیا۔ مجھے جسمانی تعلق اور دماغی کمزوری سے بچائے رکھا۔ نہ میرے جسم کے کسی حصے پر کوئی آفت آئی، نہ نہیں و عقل میں کوئی عیب۔ تیرے احسان اور صحن احسانات اور ہبھن نعمتوں نے بچے مزید احسان کرنے سے نہ کا بلکہ (تو نے) میری دنیاوی روزی میں وسعت عطا کی اور بہت سے اہل دنیا پر ممتاز کیا۔ مجھے وہ قوت بادعت بخشی جس سے تیرے احکام کو اچھی طرح منباہوں اور (تو نے مجھے) ایسا صاحب نظر ہیا کہ تیری قدرت کے مظاہرات (و عجائب) کو دیکھتا ہوں۔ (تو نے) میری گنجیاں فرمائی اور وہ دل بخشا جو تیری عظمت کا مشاہدہ کرتا ہے اور وہ زبان (عطای کی) جو تو جید کا اقرار کرتی ہے۔ میں اپنے لیے تیری ان توفیقات پر بقدر طاقت شگرگزار ہوں اور تیرے حق کا اقرار کرتا ہوں اور اپنی مصیتوں اور مہکوں میں تیرے (ای) حضور فرمایادی ہوں کیوں کہ تو ہر زندہ سے پہلے ماںک (و خالق) حیات اور ہرقائل کے بعد ماںک زندگی ہے۔

(حضرت علیؐ کی دعائے یمانی سے اقتباس)

## آئے ہیں غیب سے یہ مضامین خیال میں

روح، جسم اور نفس کیا ہیں؟ ..... 25

- کپیوڑی مثال ○ نفس کیا ہے ○ نفس کے ساتھ ایک سافت دیر ○ شیطانی و اس
- شیطانی و اس شکلیں بدلتے رہتے ہیں ○ یہ روحانی حالت بہت خطرناک ہوتی ہے
- اس حالت سے نکلنے کا ایک اور طریقہ ○ شیطانی و اس مر جاتے ہیں

روحانی حالت کا تعلق، اعمال سے ہوتا ہے۔ ..... 31

- ایسا کیوں ہوتا ہے ○ آنکھیں کھلی ○ ماں بہت مہربان ہے ○ سلسلہ بحال ہو گیا
- ہم اور آپ مخصوص نہیں ہیں

نماز میں یکسوئی کیسے حاصل کریں ..... 34

- پھر کیا کریں ○ دعائیم کرنے والے کا بھی ایک حق ہے ○ ان ہستیوں کی طرف متوجہ ہیں

دعا کی درخواست اور ذمے داریاں ..... 37

- میں بھی دوسروں کو دعا میں یاد رکھوں ○ یہ کام مشکل نہیں ○ قوت میں دعا کیں
- عربیتے ارسال کرنے کے بعد ○ سب زندہ یا مردہ ○ کبھی بھی ہی کہی
- بہت سے لوگ ہمارے بھی کام آئے ہوں گے۔

راضی بر ضارہنا کیوں ضروری ہے؟ ..... 42

- اس بے پناہ دباؤ سے پھر جو اہرات بن جاتے ہیں ○ انسان، ماضی، حال اور مستقبل میں زندہ رہتا ہے
- مشورہ دینا بہت آسان ہے ○ کوئی تخلیق کار ایسا نہیں ہے کہ ..... ○ یہ کیفیات اللہ کے ہونے کا ثبوت ہیں

## آئی ہیں غیب سے یہ مضامین خیال میں

45 ..... اچھائی یا برائی کی جڑ ہمارے بچپن میں ہوتی ہے۔

○ ایک انسان جو مومن پیدا ہوا تھا ○ بے جا لاذ پیار ○ قدموں تک سے جت کمک جاتی ہے

○ الشکا خوف ○ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا سکھائیں ○ نماز کو تابعی طاری نہ کر لیں

49 ..... شکرِ نعمت، کفرِ نعمت اور اس کے اثرات۔

○ خاص پانی ○ چھینک یو ○ جران کن تانگ ○ ایک گلاں پانی پینے پر جنتل جاتی ہے

○ چاولوں پر تجربات ○ نعمتوں کو نظر انداز کرنا ○ پانی یاد رکھتا ہے ○ انسان بھی تو ستر فی صد پانی ہے

○ الحمد لله رب العالمین ○ پانی کو بوتل میں رکھتے کی کیا صورت ○ پانی کی دوادائیں اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں ○ ایک درخواست

55 ..... دعا۔ رب العالمین سے براہ راست رابطہ۔

○ بندے کی دعا کو اللہ تعالیٰ براہ راست سنتا ہے ○ اللہ نے ہمیں اس دنیا میں خالی ہاتھیں بھیجا

○ دعا، ایک جدید ترین ہیئتی دعائی تو کہہ ارض اولاد آدم سے خالی ہوتا

59 ..... دعا کو سننے والا، اللہ رب العالمین ہے۔

○ الحمد لله رب العالمین ○ عالمیں کیا ہے؟ ○ کائنات لاحدود ہے ○ سب سے زیادہ سوال

کرنے والے ○ بے شمار سورج، بے شمار چاند ○ روشنی کی رفتار سے سفر ○ سائنس مجبور ہے

○ کائنات کے تناظر میں زمین ○ زمین کیا ہے ○ زمین پر ہم اور آپ

67 ..... رب العالمین نے ہمیں کن نعمتوں سے نوازا ہے۔

○ ہم نعمتوں کو گئنے کی کوشش تو کر سکتے ہیں ○ سائنس ناکام ہے ○ ہر شے کا خالق و مالک اللہ ہی ہے

○ رشتوں کی زنجیر اور مناسنگیں

## آئے ہیں غیب سے یہ مضمومیں ہمیال میں

انسان۔ ایک زندہ مجرزہ۔ 75.....

- سوکرہب خلیوں سے بنا ہوا انسان ○ ہر خلیے میں ایک ہزار تو انائی گھر ○ ہر خلیے میں ایک دنیا  
○ رزق کی فراہمی ○ خون کی نالیوں کی لمبائی ○ ہر لمحے موت، ہر لمحے زندگی ○ لفظیں کی گونج

پیدائش سے پہلے اللہ کے احسانات۔ 80.....

- قدرت کی نشانیاں ○ بے شمار نادیدہ معلومات اور پروگرام ○ اللہ کی شان خلائقیت اور پنجے کی صورت گری ○ خلیے کے اندر جیان کن انتظامات ○ اللہ کی ربویت، پنجے کے پیدا ہونے سے پہلے  
○ ماں اور پنجے کا خون ○ دنیا میں نئے انسان کی آمد اور استقبال ○ پیدائش کے وقت مفت اور بے مانگے ملنے والی نعمتیں ○ انسان دنیا میں دس قیصہ صلاحیتوں کو ہمیں استعمال نہیں کرتا

خودشناکی سے خداشناکی کا سفر۔ 86.....

- عالم اصغر، عالم اکبر ○ آنکھیں ○ دیکھنے کا عمل ○ خاکلت کے انتظامات ○ آخرت کی نعمتوں کا حصول ○ جسم کے اندر کی میکل پلاٹ اسٹ ○ پانچ پانچ انس کی مشینیں ○ ناک سانس لینے اور خوشبو یا بدبو گھسوس کرنے کا ذریعہ ○ ناک کے بغیر ہم صحیح طرح بول نہیں سکتے ○ ناک کا اندر وونی نظام ○ بے سدھ سوتے ہوتے کروٹ ○ دماغ جسم کا سربراہ ○ پہلی سانس سے آخری سانس تک معلومات کا ٹریک ○ بیرونی دنیا سے تازہ ترین معلومات ○ انسان ہمیشہ رہنے والی دنیا میں پیدا ہو جاتا ہے ○ اینڈر ریل گلینڈر ○ دس سال کا پچھا دھڑکنے میں تبدیل ہو سکتا ہے ○ دل کی باتیں ○ تین لاکھ تھن صاف خون ○ پیچوری گلینڈ ○ 12 ہار مون زندگی سنوار سکتے ہیں، بکاڑ بھی سکتے ہیں ○ ہائی پو تھیلی مس گلینڈ ○ غذا میں بے ذائقہ ہو جاتیں ○ تحالی رائینڈ گلینڈ  
○ مرکزی تو انائی گھر ○ کامنیت ورک ○ ہم کس طرح کام کرتے ہیں  
○ ناک کا مال ○ یہ اعضاء اللہ کی امانت ہیں ○ ناک کے گھر کا دروازہ

## آئے ہیں غیب سے یہ مخصوصیں خیال میں

105 ..... کھانا نعمتوں کا مجموعہ۔

- بھوکے سونے والے ○ گھوٹ کے دانے سے روٹی لکھ ○ فصلوں پر حنفی انتظامات
- روٹی کے اندر غذا ای جزا ○ قضاقدہ رکے کارکن ○ الحمد لله رب العالمین ○ ایک پن کا شکریہ

111 ..... مونین کے لیے مخصوص نعمتیں۔

- اہل بیت سے محبت ○ اولاً در رسولؐ ہونے کا اعزاز ○ واضح رہے کہ ○ موت کے بعد اللہ کے احسانات ○ نماز جنازہ میں وضو کی شرط بھی ختم کر دی

116 ..... نعمتوں کے لیے اضافی انتظامات۔

- کیا فرشتے سب کے لیے دعا کرتے ہیں؟ ○ اگر آج میں توپ کرلوں ○ ماں کا پیٹ زمین کا پیٹ
- مالک کتنا مہربان، ہم کتنے ہاشمیے ○ ہم بندوں کی وقت ہی کیا ہے؟ ○ یقہار جبار اللہ اپنے بندوں پر کس قدر مہربان ہے ○ رزق بندے دعا کریں کہ وہ اسے قبول کر لے ○ میرے بندے،  
میرے بندے

123 ..... دستِ دعا، اسی کی بارگاہ میں بلند کریں۔

- چوتیں گھنٹوں میں سے بچپن منٹ ○ رحمانی آواز، شیطانی تیج ○ وقف برائے اذان سے فائدہ
- باس کے حکم پر وقت سے پہلے، اللہ کے حکم پر وقت کے بعد ○ خزانوں کی کنجیاں تو اللہ کے پاس ہیں
- اول وقت نماز پڑھنے والے نگر ○ یہ کون ہی نماز ہے ○ ابھی دونوں دفتر کھلے ہیں

131 ..... دعا کرنے کا سلیقہ جاننا ضروری ہے۔

- دعائے الہمزة "ثمالی" ○ ان دعاؤں کا ہر فقرہ ایک کتاب ہے ○ جواب اٹھنے لگتے ہیں

## آئے ہیں غیب سے یہ مضامین خیال میں

- یا نسو، حاجات سے بلند تر ہوتے ہیں ○ اگر آپ دعا کا سلیقہ سے کھنا چاہیں ○ دعائے سباب  
○ دعائے عزف ہے کم لوگ جانتے ہیں ○ جب کسی یہ کیفیت طاری ہو تو ○ ایسی دعا کس طرح کریں  
○ دعا پڑھنے اور دعا کرنے میں برا فرق ہے ○ دعائیہ ادب پر ہمارے یہاں کام ہی نہیں ہوا  
○ آپ اس سے واقف ہی نہیں تو سوال کیسے کریں گے؟ ○ اللہ کے رسول اور ان کے اہل بیت کی دعائیں  
○ دولت مل جائے گی یا اس کی ضرورت نہیں رہے گی ○ دعاوں کو سمجھنا ضروری ہے ○ کوئی دعا  
آن ہی کیوں نہ پڑھیں ○ قرآن بولتا ہے

### 143..... قرآن مجید کوئی عام کتاب نہیں ہے۔

- اللہ تعالیٰ کا خط بندے کے نام ○ چاروں مخصوصین کی دعائیں دراصل تفسیر قرآن ہیں ○ مجلس  
کا موضوع ○ ہدایت کے راستے ○ آداب دعا کا خیال رکھیں ○ دنیا کے حاکموں سے ہماری  
امیدیں اور رویے ○ ہم اللہ کے دربار میں حاضر ہوتے ہیں تو ان باتوں کا خیال رکھتے ہیں؟ ○ درود  
وسلام، امت مسلم کا پاس ورثہ ہے ○ درود پڑھنا شکر نعمت کی طرح ہے ○ کذ اسٹم

### 149..... قبولیت دعا کے لیے چند نکات۔

- دعا مانگنے وقت الرشد رہنا چاہیے ○ ایک مثال سے سمجھیں ○ یہ تصور تو کر سکتے ہیں

### 151..... تشیع فاطمہ، اسم اعظم ہے۔

- عربی تلفظ کے سائل ○ رحمن یا رحمن ○ تشیع فاطمہ پڑھنے وقت مودب اور متوجہ ہیں  
○ بے اختیار دعا مانگیں ○ دعا کے پاؤں کا غذ پرکھ لیں ○ اتنا اہتمام کیوں کریں؟ ○ دعا تو  
کرتا ہوں یکیں شاید ..... ○ محمد وآل محمد کو دیلہ بنائیں ○ اس بات کو اس طرح سمجھیں  
○ دروسوں کے لیے دعا

## آئے ہیں غیب سے یہ مضامین خیال میں

دعا قبول ہونے کے اوقات ..... 161

- اگر کوئی بندہ اول وقت میں نماز ادا کرے ○ دعا قبول ہونے کے خاص اوقات ○ اوقات نماز، قبولیت دعا کے اوقات ہیں ○ خلائی سائنس بتا سکتی ہے ○ تمہارا رزق آسمان میں ہے ○ اوقات نماز اور زمین و آسمان کی گردش کے درمیان کوئی رشتہ ضرور ہے ○ اللہ تعالیٰ نے ہر کام کے لیے ایک ستمہ بنا دیا ہے ○ اوقات نماز اور ہم ○ بہت ہی خاص اوقات ○ اول وقت نماز ○ دعا قبول ہونے میں دیر کیوں ہوتی ہے؟

دن میں پانچ مرتبہ کسی اور سے مسائل بیان کر کے دیکھیں۔ 169

- صرف ایک مہربان ہے

ہم اللہ سے کیا چاہتے ہیں اور اس کے بندوں کے ساتھ ..... 173

- اگر اللہ کا بندہ ہم سے معافی طلب کرے ○ کوئی شخص اپنی مشکل میں ہمارے پاس آئے ○ فقیروں اور گداگروں کا معاملہ

ہماری بعض دعائیں اس طرح کی ہوتی ہیں۔ 177

- آخرت میں ہماری ضروریات ○ سونے کی کان ○ دعا قبول ہونے پر ہم اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں! ○ مشہور اپتال اور مہنگی نہیں ○ شیطان نے دعا کو مجوکرا دیا ○ علاج کی اہمیت اپنی جگہ ..... ○ اس مثال کو سامنے رکھیں ○ جوں جاتا ہے، بے قیمت ہو جاتا ہے ○ دعائیں اس طرح کیوں پوری ہوتی ہیں کہ ہمیں احساس ہی نہیں ہوتا ○ کیا مل گیا؟ کیا نہیں ملا؟ ○ دعاؤں کی چیک لست

## آئے ہیں غیب سے یہ مضامین خیال میں

اللہ رحمان و رحیم ہے تو بندے مشکلات میں کیوں گرفتار ہیں۔..... 185

- پھولوں کے پیچ ○ اللہ تعالیٰ زندگی کا بزرگھاتا ہے ○ آخرت کا شان حیدر ○ یہ شان حیدر کیا ہے ○ ماں محبت کرتی ہے لیکن اس کے بس میں کچھ نہیں

اللہ نے ہمیں کن گناہوں کی سزا دی ہے؟..... 189

- دعا کرنے سے کیا فائدہ؟ ○ دونوں کے راستے کلے ہیں ○ انسان، انسان ہے رو بوث نہیں
- تقدیر بدلتی ہے ○ صدقہ موت کو ٹال سکتا ہے ○ آخرت میں شفاعت، دنیا میں سفارش
- حضرت یونسؐ کا واقعہ ○ دعا کرناسنست اہمیاء ہے ○ آخری اور حقیقی دلیل ○ اللہ کی تائید اور دعائے کرنے والے

دعا میں کس طرح اثر کرتی ہیں؟..... 199

- جزوی اتفاق، جزوی اختلاف ○ چند الفاظ کے درجات سے کیا ہوتا ہے? ○ ضمداڑہ کی دنیا
- الفاظ کی طاقت ○ الفاظ کے سننے سے جسم میں تبدیلیاں ○ سوال یہ ہے کہ ○ نیت اور نتائج
- یہ اصولی باتیں ہیں

ہماری دعا میں صرف دنیا کے لیے ہوتی ہیں۔..... 204

- چک دار اشیاء کے ڈھیر ○ آخرت کہیں بہتر اور درپا ہے ○ آخرت کی تین نعمتیں
- اللہ کی مغفرت ○ وزخ، عذاب خدا کا مرکز ○ خود کو چیک کرتے رہنا چاہیے ○ پوش علاقوں میں عالی شان گھر ○ جنت کے گھر ○ ان گھروں کی قیمت اللہ کی خوشنودی ہے
- جنت نا گواری میں گھری ہوئی ہے ○ کچھ ایسا ہی معاملہ روز یامیت کا ہے ○ قیامت کے چھوٹے نمونے ○ کبھی دعا راز دھی ہو جاتی ہے

## آئے ہیں غیب سے یہ مضمومیں خیال میں

۳۰۔ امتحان تو نیک بندوں کا ہوتا ہے۔..... 215

- ہمارے پیارے نبی کا امتحان
- ہمارا امتحان ہی کیا!
- مشکلات سے نہ گمراہیں اللہ سے رابطے میں رہیں
- حالات موسموں کی طرح بدلتے ہیں
- منی اثرات آپ کے لیے ثابت ہو جائیں گے
- ہر فرد کا تکمیل الگ طرح کا ہے
- اجازت سے ناشکری
- زندگی تو ان کی ہے
- مجھے جواب مل گیا

۳۱۔ مہربانِ مالک کے ساتھ ہمارا رویہ۔..... 221

- ہم الش تعالیٰ کے احسانوں کو محبوں ہی نہیں کرتے
- آقا، غلام کو ممتاز ہے
- ہم کیا کرتے ہیں؟
- رب العالمین ہماری توبہ کا فخر ہے
- آج کی رات ہی شبِ بعد بن جائے
- تو بکا دروازہ اس وقت بھی کھلا ہوا ہے

۳۲۔ چند مشہور سوال اور اُن کے جواب۔..... 230

- اللہ ہماری ستاہی نہیں
- اللہ کے ہونے کی دلیل
- نماز پڑھنے کو نہیں چاہتا
- مخصوص اعمال کرنے سے کیا امام زمانہ خواب میں آ سکتے ہیں؟
- علماء اور عوام

رب اعماقی دعا فور انسان

باب: ۱

## روح، جسم اور نفس کیا ہیں؟

اس سے پہلے کہ ہم اپنے موضوع، یعنی دعا کے حوالے سے بات کریں، بہتر ہو گا کہ سلسلے میں کچھ ابتدائی باتوں پر غور و فکر کیا جائے۔ مثلاً یہ کہ انسان کیا ہے۔ اس کا جسمانی، روحانی نظام کس طرح کام کرتا ہے جسم و روح کی آمیزش سے اس کی شخصیت کس طرح تشکیل پاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ انسان بھی عجیب شے ہے۔ ماڈہ اور ضد ماڈہ کی آمیزش کا ایک ایک حیران کن نمونہ۔ کیمیا دانوں کے نزدیک انسان کمیکلز اور معدنیات کی آمیزش کا بہترین امتحان ہے۔ طبیعت کے ماہرین کا خیال ہے کہ انسان فرزکس کے قوانین کے اظہار کی ایک ایسی مثال ہے جس کا پیدا ہوتا، چنان پھر ناسب ہی کچھ فرزکس کے قوانین کے زیراث ہوتا ہے۔ ریاضی کے علماء انسانی جسم کو ریاضی اور جیو میٹری کا شاہکار کہتے ہیں۔ مکینیکل انجینئرنگ کے رخ سے دیکھا جائے تو انسانی جسم اور اس کے اعضاء مکینیکل انجینئرنگ کا عقل کو ششد کر دیتے والا کمال دکھائی دیتا ہے۔

لیکن قرآن مجید کے ارشادات کے مطابق ان ساری خوبیوں کے ساتھ ساتھ انسان دراصل تین چیزوں کا مجموعہ ہے۔ جسم، روح اور نفس۔ آپ پر بیان نہ ہوں، ہم کوئی مشکل فلسفیانہ گفتگو کی طرف نہیں چارہ ہے بلکہ ہماری کوشش ہے کہ جسم، روح اور نفس کے بارے میں آج کے زمانے اور عقل کے مطابق بات کی جائے۔

**کمپیوٹر کی مثال:**

دیکھئے! کمپیوٹر تواب ہم سب ہی لوگ استعمال کرتے ہیں۔ بات اگر کمپیوٹر کے حوالے سے کی جائے تو اس مثال سے بہت مشکل باتوں کو آسانی کے ساتھ سمجھا جاسکتا ہے۔ کمپیوٹر کا ایک ہارڈوئر ہوتا ہے۔ یعنی اس کے نظر آنے والے پارٹس یعنی مانیٹر، یو۔ پی۔ ایس، کی بورڈ، ہارڈ ڈسک، پاور

سپلائی وغیرہ۔ کپیوٹر کا دوسرا حصہ جو نظر نہیں آتا۔ وہ اس کا سوفت ویرے کہلاتا ہے۔ اس میں مختلف پروگرام سوفت ویرے اور ونڈوز وغیرہ ہوتی ہیں۔ ہارڈ ویرے خواہ کتنا ہی قیمتی ہو مگر ان میں سوفت ویرے موجود نہ ہو تو کپیوٹر کا راستے سر انجام نہیں دے سکتا جن کے لیے اسے بنایا گیا ہے۔

انسان کے اندر، اس کے مختلف اعضا دراصل کپیوٹر کے ہارڈ ویرے کی طرح ہیں۔ جہاں تک روح کا تعلق ہے تو کوئی انسان نہیں بتا سکتا کہ روح کیا ہے۔ اس کا ایک ہی قرآنی جواب ہے کہ ”روح مِنْ امْرِ ربِّی“ ہے۔ بات کو بھئے اور سمجھانے کے لیے کہہ سکتے ہیں کہ روح جسم اور نفس کا آپرینگ سٹم ہے آپ اسے ”مُدْبُرٌ وَّ“ بھی کہہ سکتے ہیں۔ جسم اور نفس کی پاؤں سپلائی بھی روح کے سبب ہی برقرار رہتی ہے۔

### نفس کیا ہے:

آپ کہیں گے کہ یہ نفس کیا ہے؟ تو سچھیں کہ نفس ایک سوفت ویرے ہے، جو ہمارے جسم کے اندر موجود ہے۔ یہ بڑا ہی حساس سوفت ویرے ہے۔ بھر اس کی کئی اقسام ہیں۔ ان اقسام کو ہم نفس کی مختلف ونڈوز کہہ سکتے ہیں۔ نفس کی ہر قسم، زندگی گزارنے کے لیے ضروری ہے لیکن نفس نامی اس سوفت ویرے کا اس طرح ڈیزائن کیا گیا ہے کہ یہ ایسچھے یا برے دونوں ہی کاموں کو سر انجام دے سکتا ہے۔ البتہ برا کام اس کے لیے کپیوٹر کے واٹر اس کی طرح ہوتا ہے۔ جھوٹ، حسد، غیبت اور غصے کے سارے شیطانی واٹر اس، نفس نامی اس سوفت ویرے ہی پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ واٹر زیادہ ہو جائیں، یا کوئی بڑا واٹر مثلاً کوئی گناہ کبیرہ اس پر حملہ آور ہو جائے تو یہ نفس کی تمام فاٹکوں کو یہ وقت کر پٹ کر سکتا ہے۔ کچھ واٹر ہوتے تو خطرناک ہیں لیکن جب تک ان کی تعداد زیادہ نہ ہو جائے نفس نامی یہ سوفت ویرے کام چلاتا رہتا ہے۔

### نفس کے ساتھ ایک سافٹ ویرے:

نفس نامی اس سوفت ویرے کو ہیگ یا کر پٹ ہونے سے بچانے کے لیے اس میں ایک خاص پروگرام بلٹ ان ہوتا ہے لیعنی ”کمپنی“ ہی سے لگا ہوا آتا ہے اور کبھی بھی خراب نہیں ہوتا، اسے ہم

لوگ "ضمیر" کہتے ہیں۔ اس کی وجہ سے ہم کسی برائی کی طرف بڑھنے کا ارادہ کرتے ہیں تو نفس کے مانیٹر پر فورائی ایک دائرہ الرٹ آ جاتا ہے۔ یہ ایشی وائز آپ کو یہی بیناد تھا ہے کہ جسم کا کون سا حصہ غلطی کرنے والا ہے۔ مثلاً زبان، آنکھیں، ہاتھ، پیر، کان وغیرہ۔ وائز کہاں سے آ رہا ہے اور کیا کرے گا۔

غلطی کوئی سا بھی عضو سر انجام دے لیکن اس غلطی سے جنم لینے والا وائز نفس ہی کو متاثر کرتا ہے۔ یہ وائز اتنے خطرناک ہوتے ہیں کہ اگر کبیوڑ کو فورائی فارمیٹ نہ کرایا جائے تو شیطانی وائز، نفس کی تمام ونزوکو کر پڑ کر دیتے ہیں۔ پھر ایک مرحلہ ایسا آتا ہے کہ شیطان پورے نفس ہی کو ہیک (اغوا) کر لیتا ہے۔ آپ کی پوری ویب سائٹ ہی پینگ ہو جاتی ہے۔ شیاطین ہیکر ز اس پر اپنی مرضی کے پیغامات لکھ دیتے ہیں اور پورے پروگرام پر کنڑوں حاصل کر کے اسے شیطانی پروگرام کے مطابق چلانے لگتے ہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ نفس کا سوف ویر شیطانی کا مول کے لیے ڈیائن ہی نہیں کیا گیا لیکن جب ہم شیطانی نیٹ ورک سے کلیک ہو جاتے ہیں تو ہمارے سوچنے کا انداز ہی بدلتا ہے۔

### شیطانی وائز شکلیں بدلتے رہتے ہیں:

ضمیر نامی سوف ویر، وائز الرٹ دے سکتا ہے، وہ ہمارا ہاتھ پکڑ کر ہمیں برائی سے روک نہیں سکتا۔ یہ کام انسانی عقل کو دیوبنت کیا گیا اور انسان کو اس کے لیے ضروری صلاحیتوں سے لیس کیا گیا ہے۔

شیطانی وائزوں کی مثال فلو کے وائز جیسی ہوتی ہے۔ فلو کی بیماری اس لیے دیر سے ختم ہوتی ہے کہ فلو کا وائز اپنامیک آپ (حیہ) بدلتا رہتا ہے۔ یہ اپنی شکل بدلنے کا ماہر ہوتا ہے اس لیے جسم کا دفاعی نظام اور ادویات کے اثرات اسے پہچان نہیں پاتے، اسی لیے اسے فوری طور پر فنا بھی نہیں کر پاتے۔

شیطانی وائز بھی اکثر اسی طرح شکلیں بدلتے رہتے ہیں۔ نفس کا دفاعی نظام خیرو شر کے

درمیان تمیز نہیں کر پاتا۔ انسان سمجھتے ہی نہیں پاتا کہ وہ کوئی نیکی سرانجام دے رہا ہے، یا کسی بدترین گناہ میں مبتلاء ہے۔

نفس کا ایک ایسا ہی واہرہ ہے ”خود پسندی“۔ یہ واہرہ عام طور پر بے جا تعریف یوں اور اپنی چھوٹی سی نیکی کو بڑا سمجھنے کے سبب جنم لیتا ہے اور فوری طور پر نفس پر حملہ آور ہو جاتا ہے۔ متاثرہ شخص بظاہر ٹھیک ٹھاک لگتا ہے۔ وہ خود بھی اپنے آپ کو مکمل صحت مند اور تن درست محسوس کرتا ہے لیکن بڑے خطرات سے دوچار ہوتا ہے۔ اکثر اوقات وہ اپنے ظاہر کو تقدس کے لبادے سے آ راستہ کرتا ہے۔ رکھ رکھاؤ اور اکساری کا مظاہرہ کرتا ہے۔ ٹھہر ٹھہر کر باتمیں کرتا ہے۔ دوسروں کی باتمیں سنتا ہے لیکن خود کو عقلِ گل کے مرتبے پر فائز سمجھتا ہے۔ اگرچہ اس وقت اس کی عقل نہیں بلکہ اس کا نفس اسے آپریٹ کر رہا ہوتا ہے۔

بعض شیطانی واہرہ کی اور طرح نفس کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ مثلاً کوئی واہرہ ایسا ہو سکتا ہے کہ صحیح کوییری آنکھ بھی نمازِ فجر کے اوپر وقت کھل جائے اور میں اذان کی آواز بھی سنتا رہوں اور سوتا بھی رہوں اور اذان کی آواز ختم ہوتے ہی سکون کا سائنس لے کر دوبارہ گھری نیند میں چلا جاؤں۔ جب ایسا بار بار ہونے لگے تو روح جو جسم کا آپرینگ سسٹم ہے وہ ضمیر نامی سوف ویئر کو استعمال کرتی ہے اور آپ کے دماغ کی اسکرین پر Software up date یا Low connectivity کے سکننڈ آنے لگتے ہیں۔

### یہ روحانی حالت بہت خطرناک ہوتی ہے:

یہ لوکیٹی دلی کی حالت بہت تکلیف دہ اور سخت خطرناک ہوتی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اللہ سے رابطہ کے لیے جس ”سر و“ کی ہولت آپ کو دی گئی تھی، وہ ہولت عارضی طور پر منقطع کر دی گئی ہے۔ اس حالت میں زیادہ دیر گزرے تو ہم اور آپ رحمانی و روحانی نیشت ورک سے کٹ جاتے ہیں۔ ضمیر کام کرنا بند کر دیتا ہے۔ خیر و شر کی تمیز ملنے لگتی ہے۔ اس تھائی کے عالم میں شیاطین کو خوب کھل کر کھلینے کا موقع مل جاتا ہے اور وہ ایسے شخص کو اچھی طرح ذلیل و خوار کر کے چھوڑتے ہیں۔

اس تہائی سے فوری باہر نکلنا ضروری ہوتا ہے اور اس کے لیے آپ کو اپناؤپر اسٹم فارمٹ کرنا ہوتا ہے۔ سٹم کو فارمٹ کرنا زیادہ مشکل کام نہیں۔ قرآن کی تلاوت، حکیمانہ بیتلے، علماء کی صحبت، مسجد میں نماز کے وقت سے ذرا پہلے محرموں کی طرح جا کر بیٹھنا، استغفار اور درود کشہت سے پڑھنا، بحمدے میں گرنا اور جب نمازی جمع ہو جائیں تو ان کے درمیان جگہ بنا کر نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنا۔ پھر جب بہت سارے موئین دعا کر رہے ہوں تو اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگنا اور اپنی اوقات کو سمجھنا۔

جب مجھ پر ایسی کیفیت طاری ہوتی ہے تو میں تو یہی کرتا ہوں۔ اس لیے کہ مجھے یقین ہوتا ہے کہ میرا ماں اک بہت مہربان ہے جب وہ مجھے اپنے اتنے سارے نیک بندوں کے درمیان شرمدہ و شرمسار دیکھے گا تو اس کی رحمت سے بعد ہے کہ وہ مجھے معاف نہ کرے۔

### اس حالت سے نکلنے کا ایک اور طریقہ:

اس لوکنیکی وی یعنی روحاںی پسمندگی سے نکلنے کا ایک اور بھی بہت آزمودہ نہجہ ہے۔ وہ ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اہل بیت سے توسل اختیار کرنا۔

”ہم نے کسی رسول کو بے سبب نہیں بھیجا مگر صرف اس لیے کہ حکم خدا سے اس کی اطاعت کی جائے۔ اگر یہ لوگ بھی اس وقت جب انہوں نے اپنے (نفوں) پر ظلم کیا تھا، اللہ سے بخشش طلب کرتے اور رسول بھی ان کے لیے طلب مغفرت کرتا تو یہ (لوگ) یقیناً اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پاتے۔“ (سورۃ النساء: آیت ۲۳)

اس توسل کے لیے بہترین جگہیں مساجد ہیں۔ مسجد میں جا کر کسی کو نے میں بیٹھ کر دعائے توسل پڑھیے۔ خود کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اہل بیت کے سامنے حاضر و ناظر تصور کیجیے۔ دعائے توسل کے بعد بحمدے میں جا کر آنسو بھائیے۔ بحمدے سے انھ کر بیٹھیں تو کشہت سے درود پڑھیں اور ہاتھ جوڑ کر کہیں۔ ”لیس لی وَرَاللَّهُ وَوَرَاءَ كُمْ يَا سَادَتِي مُتَهَّمٍ“

”میرا کوئی کوئی نہیں ہے، سوائے اللہ کے اور آپ کے۔ اے، میرے سردارو!“

### شیطانی واڑس مر جاتے ہیں:

لوکیکشی و فی کی حالت ختم ہو جاتی ہے۔ سارے شیطانی واڑس انی موت آپ مر جاتے ہیں اور روحانی و رحمانی دنیا سے رابطے کی جو سہولت منقطع کر دی گئی تھی، وہ دوبارہ بحال ہو جاتی ہے۔ ضمیر جو پہلے ”پینگ ہو گیا تھا“ دوبارہ پوری توانائی سے کام کرنے لگتا ہے۔ پورا اسم فارمث ہو جاتا ہے اور میں کوشش کروں، احتیاط سے کام لوں، تو بہت عرصے تک میر افس شیطانی واڑسوں کے حملوں سے محفوظ رہتا ہے۔

لیکن خیر دشتر کے میر کے تو آخری سانس تک جاری ہی رہتے ہیں۔ کسی نے اسیں ایسیں کیا تھا وہ مجھے یاد آ گیا۔ متیع میں لکھا تھا۔

”انسان اپنے گناہوں کے سبب دوزخ میں نہیں جاتا بلکہ وہ گناہوں پر

مطمئن رہنے اور توبہ نہ کرنے کی وجہ سے جہنم میں چلا جاتا ہے۔“

بس گناہوں کی طرف سے بے فکر نہ رہیں اور توبہ کو تالیتے نہ رہیں۔ شیطانی واڑسوں سے محفوظ رہنے کے لیے ندامت، معافی، استغفار، درود، صدقہ و حیرات، خوش خلقی اور صدر حجی بہترین ایشی واڑس ہیں۔ آپ بھی انہیں اپنے نفس میں انسال کر کے دیکھیں۔

کچھ لوگ اپنے روحانی سسٹم کو کسی اور سے بھی ”فارمیٹ“ کرتے ہیں۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ ایسے عرفانی لوگوں سے دنیا خالی نہیں ہے لیکن ان میں اصل اور نقل کی پیچان بہت مشکل ہے۔ باطل سے ہم اکثر اس لیے دھوکا کھا جاتے ہیں کہ وہ بالکل حق کی شکل میں ہمارے سامنے آتا ہے یا ان دونوں کی آمیزش کے ساتھ۔ اب اگر آپ دھوکا کھا گئے، کسی فٹ پا تھی ملکیک کے ہاتھ لگ گئے تو وہ اپنی چوب زبانی سے آپ کو اپنا گاہک بنالے گا اور سسٹم کو فارمیٹ بھی کر دے گا لیکن کچھ عرصے بعد آپ کو پتا چلے گا کہ آپ..... میں الکائنات نیت درک کے بجائے ایک لوکل سر در کو استعمال کرتے رہے ہیں اور یہ سر در نیا میں انسانی شکلوں کے شیاطین چلاتے ہیں۔

باب: ۲

## روحانی حالت کا تعلق، اعمال سے ہوتا ہے

ہم سب کا تجربہ ہے کہ ہمارا ہر دن ایک الگ کیفیت کے ساتھ گزرتا ہے۔ کسی دن ہم پر اعتماد ہوتے ہیں اور کسی دن اعتماد بالکل کم ہوتا ہے۔ بعض دنوں میں ہمارا ذہن منتشر ہوتا ہے اور بعض دنوں میں پر سکون۔ کبھی صحیح کو ہم بورائٹھے ہیں اور شام ہوتے ہوئے مزاج کا تکدد ردور ہو جاتا ہے۔ کبھی مایوسی کی حالت۔ کبھی امید کی کیفیت۔ کسی دن خود بہ خود دل چاہتا ہے کہ مسجد جائیں نماز پڑھیں، علم یا ضرر کے پاس جا کر بیٹھ جائیں، کسی دن نماز پڑھنے میں کاہلی اور سستی طاری ہو جاتی ہے۔ ایک دن صحیح کے وقت بڑے خضوع و خشور سے نماز ادا کی لیکن مغرب کی نماز کے وقت دل آچات۔ مارے باندھے کی نماز۔

ایسا کیوں ہوتا ہے:

ایسا کیوں ہوتا ہے اس کا حقیقی سبب تو نہیں بتایا جاسکتا لیکن ذہن کی ان بدلتی ہوتی ہالتوں کا کوئی تعلق ہمارے اعمال و افعال سے ضرور ہوتا ہے۔ شاید اس طرح ہوتا ہو کہ بعض اعمال کے سبب ہمیں نیکی کرنے کی مزید توانائی عطا کر دی جاتی ہو اور کبھی کسی عمل کی وجہ سے اس پا درپلانی کے ایک دوفیروڑ جاتے ہوں۔

مثلاً مغرب کی نماز میں آپ کا دل اللہ تعالیٰ کی طرف زیادہ راغب ہوا۔ اس کے احسان اور اس کی نعمتیں زیادہ یاد آئیں اور آپ نے بڑی توجہ اور اللہ تعالیٰ کی محبت کو محبوس کرتے ہوئے نماز پڑھ لیکن رات گئے آپ نے اپنے کسی کام سے انٹرنیٹ کھولا۔ آپ کام کچھ کرنا چاہر ہے تھے کہ ساندھ پر موجود مختلف وڈیوز کے باس آنے لگے اور ارد گرد کی فضا میں موجود شیاطین نے آپ کو

نشانے پر رکھ لیا۔ آپ نے بے خیالی میں، یا شعوری طور پر کسی باکس کو لک کر دیا اور آپ کے سامنے شیطانی دینا کے دروازے پاؤں پاٹ کھل گئے۔ شیطان نے کان میں سرگوشی کی۔ ”اللہ بہت معاف کرنے والا ہے۔ ابھی دیکھ لیتے ہیں۔ بعد میں معافی مانگ لیں گے اللہ سے۔“  
آنکھ نہیں کھلی:

آپ ہر روز نماز فجر اول وقت نہیں تو سورج نکلنے سے پہلے پڑھ لیا کرتے تھے لیکن اگلے دن آنکھ کھلی تو آنھن رہے تھے، دفتر کا نامم ہورہا تھا، آپ نے سوچا ظہر سے پہلے نماز فجر قضا پڑھ لوں گا لیکن دفتر میں کام اتنا نکل آیا کہ نیچے نامم میں بھی مصروفیت رہی۔ شام کو مغرب کی اذان راستے ہی میں ہو گئی۔ گھر آئے تو ثریفک کی زیادتی سے تھکے ہوئے۔ گھر پر کوئی عزیز ملنے آئے ہوئے تھے۔ اس طرح مغرب، عشاء نہ پڑھ سکے یا بہت دیر سے نماز ادا کی اور سو گئے۔ صح پھر آنکھ نہیں کھلی۔

مالک بہت مہربان ہے:

لیکن آپ کا مہربان مالک آپ کی کمزوریوں سے واقف ہے اور شیطانوں کی سازشوں سے بھی۔ اگر کسی غلطی کے بعد آپ نے ندامت اور شرمندگی محسوس کی تو اس کے برکش بھی ہو سکتا ہے۔ مثلاً اگلے دن صبح کسی مسلمان بھائی کے بارے میں آپ کو معلوم ہوا کہ وہ رات اپنیال میں داخل ہوئے ہیں۔ ان کے حالات اچھے نہیں ہیں۔ شاید انہیں مالی مدد کی ضرورت ہو۔ آپ دفتر جاتے جاتے راستے میں اپنیال چلے گئے۔ ان کی مزاج پرسی کی۔ ”میں کچھ پیسے لایا تھا شاید آپ کو ضرورت پڑ جائے،“ آپ نے پچکے سے مریض کی بیوی سے کہا اور بڑے خلوص اور رازداری کے ساتھ کچھ رقم ان کے حوالے کر دی۔ آفس جا کر بھی آپ نے مریض کے گھر والوں سے حال احوال پوچھا۔

سلسلہ بحال ہو گیا:

نماز ظہر سے پہلے پہلے آپ کے ذہن میں خیال آیا۔ ”کتنے لوگ ہیں جو اپنیالوں میں داخل ہیں اور اللہ نے مجھے ان مصیبتوں سے بالکل دور کھا ہوا ہے،“ اذان ہونے لگی اور آپ بے اختیار

وضو کے لیے دوڑے اللہ کا شکر ادا کرنے کو جی چاہئے لگا۔ آپ نے نماز پڑھی اور شاید بہت سے دوسرے عادتاً نماز پڑھنے والوں کی نماز سے مختلف نماز پڑھی اور یوں سلسلہ جہاں سے ٹوٹا تھا، وہیں سے بحال ہو گیا۔

مریض کی عیادت کے لیے جانے کا موقع اللہ نے آپ کو فراہم کیا تھا۔ آپ نے اس سے فائدہ اٹھالیا۔ اگر اس موقع سے فائدہ نہ اٹھاتے تو اپنے والوں میں داخل مریضوں اور ان کے پریشان حال لو احتیں کا تصور بھی آپ کے ذہن میں نہ آتا۔ یہ خیال نہ آتا تو آپ ان بے شمار مصیبتوں کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے جو آپ کے ارد گرد موجود تھیں لیکن اللہ نے انہیں آپ تک آنے سے روکا ہوا تھا۔ آپ تو اپنے ایرکنڈی شدآفس میں دفتری گفتگو اور مناقفانہ مکار ہٹوں کے درمیان کاموں میں مصروف رہتے اور وہی ہوتا جو ہم نے اوپر والے پیرا گراف میں لکھا ہے۔ نماز ٹلتی ہی رہتی اور اور اس سے حالات میں مزید تجھیڈ گیاں جنم لتی رہتیں۔

### ہم اور آپ معصوم نہیں ہیں:

دیکھیں ہم اور آپ معصوم پیدا نہیں کیے گئے۔ غلطیاں سب سے ہوتی ہیں لیکن دانتے یا نادانتے غلطی کے بعد اللہ سے خوف محسوں کریں، اس سے ڈرے کہبے رہیں اور جلد از جلد کوئی نیک سر انجام دیں۔ کسی ناراض عزیز سے خود ملنے جائیں، ماں باپ حیات ہیں تو ان کی کوئی خدمت سر انجام دیں، انھیں کوئی خوشی دیں اگر وہ اس دنیا میں نہیں ہیں تو ان کی قبر کے سرہانے جا کر اللہ سے دعا کریں۔ اسی طرح صدقہ، بلکہ خیر، کسی کی مدد، کسی کی عیادت، راستے سے کائنے ہٹا دینا، کسی کو راہ دکھا دینا۔ اس طرح ہمیں اور آپ کو توبہ کی توفیق حاصل ہو جاتی ہے اور جو توبہ کی توفیق عطا کرتا ہے، وہ معاف بھی کر دیتا ہے۔ معاف کرنے کا ارادہ نہ ہوتا تو وہ توفیق ہی کیوں دیتا!



باب: ۲

## نماز میں یکسوئی کیسے حاصل کریں

نماز پڑھتے وقت یہ مسئلہ سب ہی کو پیش آتا ہے۔ کھڑے ہوتے ہیں اللہ کے دربار میں اور ذہن بھلک رہا ہوتا ہے ادھر ادھر۔ آئندہ طاہرین جیسی عبادت تو ہم کرنیں سکتے لیکن اپنی سی کوشش تو کرنا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ شیطان ہمیں اس بے خبری کی عادت ہی ڈال دے۔ یعنی ہم عادتاً نماز پڑھنے لگیں اور اس کی روح سے نافل ہونا ایک عادت بنائیں۔

پھر کیا کریں؟

اس کے کئی طریقے ہیں۔ مثلاً سب سے آئندیل طریقہ تو یہ ہے کہ ہم جو کچھ نماز میں پڑھتے ہیں اس کا ترجمہ ہمیں معلوم ہو۔ یہ کوئی مشکل کام بھی نہیں۔ جی ہاں مجھے معلوم ہے کہ عربی کا مسئلہ ہے لیکن اس کی ایک ترکیب یہ ہے کہ آپ نمازِ خُنَفَى گانہ کی ایک چھوٹی سی کتاب خرید لیں یہ کتابیں ہر بک اسٹور پر دستیاب رہتی ہیں۔ ان میں نماز کا مکمل طریقہ بھی ہوتا ہے اور وہ سب کچھ بھی اردو ترجمے کے ساتھ موجود ہوتا ہے جو آپ نماز میں پڑھتے ہیں۔ مثلاً اذان واقامت، نیت، قیام، سورے، رکوع، حجود اور درمیان کے ذکر قرآن، تشهد، سلام، تعبیبات۔ اس کتاب کے ذریعے آپ پوری نماز کے ارکان و اذکار کے معنی جان سکتے ہیں۔

تحوڑا تحوڑا کر کے کبھی سورہ فاتحہ کا مکمل ترجمہ یاد کر لیں، کبھی سورہ قدر اور سورہ اخلاص کا ترجمہ ذہن نہیں کر لیں۔ پھر آگے بڑھیں اور دوسراے اذکار کا مطلب یاد کر لیں۔

نماز میں توجہ قائم رکھنے کا آئندیل طریقہ یہی ہے کہ آپ عربی میں جو کچھ پڑھیں، اس کا اردو ترجمہ آپ کے ذہن میں چلتا رہے۔ ایک مرحلہ آئے گا کہ آپ اس ترجمے کی معنویت سے بھی

لذت اندوز ہونے لگیں گے۔

یاد رہے کہ ذہن میں دو باتیں ایک ساتھ نہیں رہ سکتیں۔ اگر ترجمہ آپ کے ذہن میں تازہ رہے گا تو پھر شیطان کو خاصی مشکل پیش آئے گی کہ آپ کے ذہن کو ادھر ادھر بھکار کے۔  
وَعَا تَعْلِيمَ كَرْنَے وَالَّيْكَ بِهِيْكَ حَقٌّ هُنَّ:

بات شاید بے ربطی محسوس ہوآپ کو، لیکن ایک خیال آیا۔ جی چاہتا ہے آپ کو بھی بتاؤں۔  
دیکھئے! اکثر دوست ایسے ہیں جو نماز کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آخرت طاہرین علیہم السلام کی تعلیم کر دے دعا کیں پڑھتے ہیں۔ یہ دعائیں ہماری حاجات کے پورا ہونے کی صفات کے ساتھ ساتھ علم اور معرفت کے انمول، لازوال خزانے ہیں۔ یہ خزانے ہمیں کتابوں میں نظر آتے ہیں تو ہم انہیں بڑے شوق سے پڑھتے ہیں۔ ان کے ذریعے اپنے مسائل بھی حل کرتے ہیں اور معرفت پرور دگار کی تربیت بھی حاصل کرتے ہیں لیکن اکثر ان میں مہربان شخصیات کا شکریہ ادا کرنا بھول جاتے ہیں جنہوں نے علم اور عرفان کے خزانے ہمیں عطا کیے ہیں۔

اگر کوئی شخص، مثلاً کوئی معالج ہمیں کسی لاعلاج بیماری کا بالکل مفت علاج بتا دے، کہنسر کے لب دم مریض کو کوئی دوا کھلا کر اس کے کینسر کو جڑ سے ختم کر دے تو ایسے مریض کو اس معالج کا کس قدر شکر گزار ہونا چاہیے۔ مریض ساری زندگی اسے یاد رکھے گا اور ہمیشہ اس کا شکریہ ادا کرتا رہے گا۔ محمد و آل محمد کی تعلیم کر دے دعا کیں کفر و شرک جیسے سرطانوں کا علاج، مایوی اور غم و اندوہ سے نکلنے کا راستہ، دنیاوی مشکلات سے نکلنے کی راہ، امراض سے نجات کا ذریعہ، دوزخ کے عذاب کے سامنے ڈھال، جنت الفردوس میں داخل ہونے کا راستہ اور آخرت کی زندگی کا کبھی نہ ختم ہونے والا سرمایہ ہیں۔

ان ہستیوں کی طرف متوجہ رہیں:

جن پا کیزہ قلوب سے یہ زانے سینہ بے سینہ ہم تک پہنچے ہیں، ان ہستیوں کا ہم شکرانہ توادنہیں کر سکتے لیکن اس کے لیے کسی حد تک کوشش ضرور کر سکتے ہیں۔ مثلاً دعا پڑھتے وقت انہیں ”آن

بورڈ، رکھیں، ان کی طرف متوجہ رہیں اور ان کی تعلیم کر دہ دعا پڑھنے سے پہلے اور پڑھنے کے بعد ان کی خدمت میں کم از کم تین، پانچ، سات یا جو دہ مرتبہ درود کا ہدایہ پیش کریں۔

اسی طرح قرآن مجید کی تلاوت سے پہلے اور آخر میں درود پڑھنا چاہیے۔ قرآن مجید جیسی عظیم رحمت و نعمت ہمیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ویسے سے ملی ہے اور اہل بیت علیہم السلام نے زمانے کی سازشوں اور دشمنوں کی تحریکوں سے بچا کر اسے ہم تک پہنچایا ہے۔ تو یہ ہمارا اخلاقی فرض ہوتا ہے کہ ہم جب بھی قرآن کھولیں، پہلے اپنے محسنوں کو یاد کریں اور ان کے لیے درود و سلام کا تجھہ ضرور پہنچیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اہل بیت، اللہ جل شانہ تک پہنچنے کے دروازے ہیں تو ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم ہر دروازے پر اپنی پیشانی ملیں۔  
ہر دروازے سے درود پڑھتے ہوئے داخل ہوں۔



باب: ۲

## دعا کی درخواست اور ذمے داریاں

دوسرے مومنین سے دعا کی درخواست کرنا، اچھی بات ہے لیکن یہ درخواست اگر مخصوص رسم اور لفظوں تک محدود ہے تو یہ ایک بے معنی درخواست ہوگی۔ ”التماس دعا“، ”دعاؤں میں یاد رکھئے گا۔“ یہ جملے بہت سے لوگ ایک دوسرے سے کہتے ہیں۔ خصوصاً جب کوئی عزیز، دوست حج و عمرے یا زیارات کے لیے جاتا ہے تو ہم اس سے کہتے ہیں کہ بھائی! ان مقامات پر جائیں تو خاص لمحوں میں، خاص کیفیتوں اور دعا قبول ہونے کے ان مقامات پر ہمیں یاد رکھئے گا۔

ان مقامات کے لیے لوگ عریضے بھی کہتے ہیں تاکہ انہیں ضرر مقدس تک پہنچایا جائے۔ یہ سب، مجھے بہت اچھا لگتا ہے۔ ایسا ہونا چاہیے۔ ان مقامات پر دعا میں یقیناً مستجاب ہوتی ہیں۔ لیکن میں سوچتا ہوں کہ التماس دعا، دعا کی درخواست کرنے اور مخصوصین علیہم السلام کی خدمت میں عریضے ارسال کرنے کے بعد مجھ پر کئی ذمے داریاں بھی عائد ہو جاتی ہیں۔ وہ ذمے داریاں کیا ہیں، اس کے بارے میں نہ کسی کتاب میں کچھ پڑھنے کو ملتا ہے اور نہ ہمارے منبروں سے اس موضوع پر بات کی جاتی ہے لیکن ہمیں ان بالتوں پر غور کرنا چاہیے۔

### میں بھی دوسروں کو دعا میں یاد رکھوں:

مثلاً میں کسی مومن سے اپنے لیے دعا کی درخواست کرتا ہوں تو میرا اخلاقی فریضہ بتا ہے کہ میں بھی اس مومن بھائی کو اپنی دعاوں میں یاد رکھوں۔ جس طرح میں اپنی مشکل، اپنی بیماری، اپنے معاشی سائل، مہنگائی اور اپنے بچوں کی بہتری کے لیے پریشان رہتا ہوں اس طرح وہ مومن بھی بہت سے مسائل میں گھرا ہوگا۔ اب میں اس سے تو درخواست کروں کہ دعاوں میں یاد رکھئے گا۔

اور خود اسے اپنی دعاؤں میں بھول جاؤں تو بات بہر حال خود غرضی میں شمار ہوگی۔

جی ہاں۔ مجھے احساس ہے کہ ان باتوں کو پڑھ کر آپ کے ذہن میں کیا بات آئی ہے آپ سوچ رہے ہوں گے کہ ہم تو بہت سارے دوستوں، خصوصاً علماء سے دعا کی درخواست کرتے ہیں یاد ہی نہیں رہتا کہ کس کس سے کہا تھا۔ اب ان سب کو دعاؤں میں کیسے یاد رکھیں!

### یہ کام مشکل نہیں:

آپ نے صحیح سوچا۔ یہ کام مشکل ضرور ہے لیکن بہت آسان بھی ہے۔ ہم نے آئندہ صفات پر ایک دعا کا تذکرہ کیا ہے۔ جسے ماہ رمضان میں روزانہ پڑھا جاتا ہے۔ یہ انفرادی نہیں بلکہ اجتماعی دعا ہے اور پورے معاشرے پر اثر انداز ہوتی ہے۔ چھوٹی سی دعا ہے اگر اسے کسی نماز کے بعد روزانہ کتاب سے دیکھ کر پڑھا جائے تو چند ہی دنوں میں یہ دعا زبانی یاد ہو جاتی ہے۔ جب زبانی یاد ہو جائے تو پھر جب چاہیں یہ دعا کریں، یہ دعا اللہ سے مانگیں۔ اب آپ کو سہولت حاصل ہو گئی کہ چاہے یہ دعا جدے میں سر کھکھ کر پڑھیں یا اسے قوت کا حصہ بنالیں۔

امام محمد باقر علیہ السلام سے کسی نے پوچھا کہ سب سے اچھی نمازوں کی  
ہوتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: جس کا قوت زیادہ طویل ہو۔“ (مفہوم)

### قوتوں میں دعائیں:

عام طور پر لوگ سمجھتے ہیں کہ قوت میں بس وہی دعائیں پڑھی جاسکتی ہیں جو انہیں والدین نے بچپن میں سکھائی تھیں یا جو دعائیں مولا ناصاحب جماعت کی نماز میں قوت کے دوران پڑھتے ہیں۔ نماز جماعت میں تو آپ پیش نماز صاحب کو فالو کر رہے ہوتے ہیں لیکن گھر میں پڑھی جانے والی دعاؤں میں تو وقت ہوتا ہے۔ قوت میں بہت ساری دعائیں پڑھی جاتی ہیں۔ روزانہ نہیں پڑھ سکتے تو جب یاد آئے اور موقع ہو تو اس دعا کو پڑھیں۔

التماس دعا کی ایک ذمے داری ہمیں خود ہی اپنے اوپر عائد کر لینا چاہیے۔ وہ یہ کہ جب کسی دوسرے بھائی سے دعا کی درخواست کریں تو خود بھی ذرا محاط ہو جائیں۔ ایسا نہ ہو کہ جب وہ

مومن اپنی تہائی میں نماز کے بعد آپ کے لیے دل سے دعا کر رہا ہو تو عین اسی وقت ہم اپنی تہائی میں خود کسی گناہ کا ارتکاب کر رہے ہوں۔

### عریضے ارسال کرنے کے بعد:

اس سے بڑھ کر جتنas معاملہ ہمارے ان عریضوں کا ہے جن کے لیے ہماری خواہش ہوتی ہے کہ زائر کسی طرح انہیں معصوم ٹکک پہنچادے۔ اب عین اس وقت جب کہ میری درخواست معصوم کے دربار میں پہنچتی ہے میں کسی اللئے سید ہے کام میں مصروف ہوں تو یہ بڑی ندادمت کی بات ہوگی۔ ایسے میں مجھے خود ہی تصور کرنا چاہیے کہ امام معصوم میرے لیے دعا کریں گے یا میری حالت زار پر افسوس۔

امام معصوم کی خدمت میں عریضہ لکھنے کو معمولی بات نہ سمجھیں۔ اس کی قدر و قیمت کو جانیں۔ عریضہ زائر کے پرد کرنے کے اگلے لمحے سے یہ یقین کر لیں کہ آپ کی درخواست امام علیہ السلام کے دربار میں پہنچ گئی۔ لکھا ہو اور عریضہ توہارڈ کاپی ہوتا ہے۔ اس کی سوٹ کاپی پہلے ہی معصوم کے دربار میں پہنچ جاتی ہے۔ اب مجھے اور آپ کو حتی الامکان حالت حضوری میں ہونا چاہیے۔ یاد رکھیں کہ عریضہ بھیجا تھا..... اور اب مجھے محاطر ہنا ہے۔

ہم عریضے بھی سمجھتے رہیں اور خود اپنی شخصیت، اپنے کروار و عمل میں کوئی ثابت تبدیلی نہ پیدا کریں تو سمجھ لیں کہ نہ ہم نے کوئی عریضہ بھیجا تھا اور نہ کوئی عریضہ کبھی وہاں موصول ہوا تھا۔ نہ ہارڈ کاپی نہ سوٹ کاپی..... لیکن نہیں، اللہ تعالیٰ کا کرم یقیناً اس سے بڑھ کر ہے۔

### سب زندہ یا سب مردہ:

میرے ایک جانے والے ہیں۔ انہوں نے اپنے گھر میں ایک جگہ نماز کے لیے مخصوص کر رکھی ہے۔ گھر میں ٹو ٹو چل رہا ہوتا بھی اس جگہ آواز نہیں آتی۔ آواز آئے تو وہ پنکھا تیز کر لیتے ہیں۔ اس طرح وہ نماز کے دوران ٹو ٹو نشریات کی آلوگی سے بچے رہتے ہیں۔ میں اکثر ان کے پاس جاتا ہوں۔ ایک دن میں ان کے گھر گیا تو وہ اسی کمرے میں تھے۔ انہوں نے مجھے بھی

وہیں بلا لیا۔ میں نے دیکھا کہ وہاں ننگ سی جگہ میں دو جانمازیں پچھی ہیں، قرآن اور دعاوں کی کتابوں کے ساتھ ساتھ سامنے ہی ایک موٹی سی نوٹ بک بھی رکھی ہوئی ہے۔

میں جہاں جاتا ہوں، وہاں اگر کتابیں موجود ہوں تو انہیں ٹولنا شروع کر دیتا ہوں۔ اتفاق سے میں نے اس نوٹ بک کو کتاب بکھر کے اٹھایا اور فوراً ہمیں بند کر کے رکھ دیا۔ اس نوٹ بک میں بہت سارے نام لکھے ہوئے تھے۔

میں نے ان سے پوچھا۔ ”یہ اتنے سارے نام کس کے لکھے ہوئے ہیں؟“ انہوں نے جو کچھ بتایا، اسے سن کر مجھے بہت اچھا لگا۔

انہوں نے کہا۔ ”دیکھوا! میرے ساتھ بہت سارے لوگوں نے نیکیاں کی ہیں، بہت سے لوگوں کے احسان ہیں مجھ پر، اب کچھ یہاں ہیں اور کچھ وہاں ہیں۔ یعنی کچھ زندہ ہیں اور کچھ اتنا قاتل کر چکے لیکن یہ زندہ مردہ کی تفریق تو ہمارے لیے ہے، اللہ کے سامنے تو سب زندہ ہیں یا سب مردہ۔“

اس جملے پر ہم نے ذرا پہلو بدل لاؤ وہ سمجھ گئے۔ ”ارے بھائی سب زندہ یا سب مردہ سے مراد یہ ہے کہ مومن یہاں ہو یا وہاں، وہ زندہ ہوتا ہے۔ کافر یہاں ہو یا وہاں، وہ زندہ ہوتے ہوئے بھی دراصل مردہ ہوتا ہے۔ بہر حال میں نے ان لوگوں کے نام اس ڈائری میں لکھ لیے ہیں تاکہ دعا کے وقت کسی کو بھول نہ جاؤں۔ انہوں نے زندگی کے اس سفر میں جگہ جگہ میری مدد کی ہے۔ تو میرا فرض بنتا ہے کہ میں بھی ان کی نیکی کو یاد رکھوں۔“

اس ڈائری میں ہر روز کچھ ناموں کا اضافہ بھی ہوتا رہتا ہے۔ کوئی میری مدد کرتا ہے۔ کبھی کچھ عزیز دوست، رشته دار، ایسے ملتے ہیں جو مجھ سے دعا کے لیے کہتے ہیں تو میں گھر آ کر ان کا نام اس ڈائری میں لکھ لیتا ہوں۔

کبھی کبھی، ہی سہی.....

ہر نماز کے بعد نہ سہی، ہر روز نہ سہی، کم از کم شب جمعہ میں ان سب کے لیے ضرور دعا کرتا ہوں۔ کبھی سب کا نام لینے کا وقت نہیں ملتا۔ سنتی اور تھکن غالب آ جاتی ہے۔ تو میں ایک عجیب

بے نی اور شرمندگی کے عالم میں اس ڈائری کو ہاتھ میں اٹھا لیتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اس ڈائری میں جن مومنین کے نام ہیں، محمد اول محمد کے صدقے میں انہیں اپنی خوشنودی، خبر و برکت، صحبت اور سلامتی عطا فرمادے۔“

### بہت سے لوگ ہمارے بھی کام آئے ہوں گے:

اب اگر ہم اور آپ اپنی زندگی، اپنے شب و روز پر غور کریں تو اندازہ ہو گا کہ بے شمار لوگوں نے ہمارے ساتھ بہت سی نیکیاں کی ہوں گی، ہمارے کام آئے ہوں گے، ہماری سفارش کی ہو گی، کوئی راستہ دکھایا ہو گا، کسی مشکل میں ہمارے ساتھ آکھڑے ہوئے ہوں گے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ ہم بھی دعاوں میں انہیں یاد رکھیں، روزانہ نہ کہی لیکن جب جس کی نیکی یاد آئے اسے اپنی دعاوں میں شامل کر لیں۔

بغیر بتائے ایک دوسرے کے لیے کی گئی دعا میں، دنیا میں بھی ایک دوسرے کے دل میں، ایک دوسرے کے لیے اُنس و محبت پیدا کرتی ہیں، ایک دوسرے کو، ایک دوسرے پر زیادہ مہربان کر دیتی ہیں، آپس میں ایک دوسرے کے کام آنے کے جذبے کو زیادہ کرتی ہیں۔

اور اس عمل سے آخرت میں ہمیں جو حاصل ہو گا۔ اس کا تصور ہی کوئی نہیں کر سکتا کہ قدر و قیمت کا اندازہ لگا سکے۔ جنت کے باغات، نہریں، ہیرے جواہرات، پکھراج، یاقوت اور موتویں کے محلات، حوریں غلامیں یہ سب عظیم نعمتیں تو آخرت میں اللہ کی نعمتوں اور احسانات کی صرف ایک مختصر لی نہیں کیا، جو حاصل مظاہیں کے موضوع کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اصل مظاہیں کیا ہیں انہیں سمجھنے کی صلاحیت کا حاصل کرنا ہمارے اور آپ کے لیے اس دنیا میں ممکن نہیں ہے۔



باب: ۵

## راضی بر ضارہنا کیوں ضروری ہے؟

انسان اس کائنات کی سب سے حیران کن مخلوق ہے۔ اس کی خصوصیات اور صفاتیں، اس کے مسائل و معاملات سب سے مختلف نوعیت کے ہوتے ہیں۔ یہ کبھی ایک حالت، ایک کیفیت میں نہیں رہتا، ہر دن، ہر لمحے کی نہ کسی اچھی یا بُری تبدیلی سے دوچار رہتا ہے۔ ذرا سی بات پر خوش ہو جاتا ہے، ذرا سی بات اسے ادا کر دیتی ہے۔ خوشحالی آتی ہے تو اس کی چال ڈھال کر بدل جاتی ہے۔ آزمائش میں بھلا ہوتا ہے تو اسے کسی پل چین نہیں آتا۔ ہر دن اور دن کے ہر لمحے اس کی شخصیت اور اس کے عمل اور عمل رو بہ تغیرت ہتے ہیں۔

کبھی خوشی، کبھی غم، کبھی فکر مندی، کبھی بے فکری، کبھی مسکراہٹ، کبھی آنسو، کبھی خوش مزاجی، کبھی غصہ اور چڑپا پن، کبھی منکر، کبھی ملتکر، کبھی دل اللہ کی طرف راغب، کبھی مکمل اکتاہٹ اور بے زاری، کبھی نماز میں آنسو، کبھی نماز پڑھنا ہی مشکل۔ کبھی یقین، کبھی بے یقین، کبھی جسم خیر، کبھی مکمل شر، پھر ان دونوں کے درمیان ہزاروں حالتیں اور لاکھوں کیفیتیں ہیں جن سے انسان کو مسلسل گزرتے رہنے پڑتا ہے۔

اس بے پناہ دباؤ سے پھر جواہرات بن جاتے ہیں:

زمانے اور مزاج کے اس گرم و سرد سے گزرننا آسان نہیں ہوتا۔ یہ کیفیات انسان کو ہلا کر کر کھدیتی ہیں۔ اگر پھر وہ کوئی جلدی جلدی اس قدر تبدیلیوں سے گزرننا پڑے تو شاید وہ چند ہفتوں ہی میں بھر بھری ریت میں تبدیل ہو جائیں۔ ویسے حقیقت یہ ہے کہ پھر کبھی شدید دباؤ سے گزرتے ہیں اور جو پھر زیادہ دباؤ برداشت کرتا ہے وہ یا قوت، ہرے یا دسرے جواہرات میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

انسان کو بھی تبدیلیوں سے گزرنما پڑتا ہے اور یہ تبدیلیاں، ذہنی دباؤ، پریشانیاں اور مشکلات ہی انسان کو ہیرے، جواہرات میں تبدیل کرتی ہیں۔

پرندوں، درندوں، چرندوں، بیٹر پودوں، مٹی یا پتھروں کو ایسی روحانی کیفیات سے نہیں گزرنما پڑتا۔ حالات ان کے ارد گرد بھی مستقل تبدیل ہوتے رہتے ہیں لیکن انسان کے سواتام دوسرے حیوانوں کو یہ کہولت حاصل ہے کہ وہ بس آج کی فکر کریں، بلکہ صرف لمبے موجودکی طرف متوجہ ہیں۔

### انسان، ماضی حال اور مستقبل میں زندہ رہتا ہے:

ان کے عکس انسان بیک وقت ماضی، حال اور مستقبل میں زندہ رہتا ہے اور بیک وقت تیتوں زمانوں سے اثر قبول کرتا ہے۔ یہ سارے زمانے اس پر سے بار بار گزرتے ہیں اور اس کی شکست و ریخت کے ساتھ ساتھ اس کی شخصیت کی تعمیر و تکمیل بھی کرتے رہتے ہیں۔ وہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہونے کے ساتھ نئے سرے سے تعمیر بھی ہوتا رہتا ہے۔ جیسے مٹی سے مجھے بنانے والے گیلی اور چکنی مٹی سے مجسمہ بناتے وقت مٹی میں سے کچھ کھرپتے اور کچھ اس میں شامل کرتے رہتے ہیں تاکہ مٹی کے اس ڈھیر کو بہترین شکل اور نقش و نکار کے ساتھ تکمیل کیا جائے۔ انسان ٹوٹ پھوٹ اور تعمیر و تکمیل کے اس مسلسل عمل کو برداشت کر جاتا ہے اور کامل شکل اختیار کرنے لگتا ہے البتہ جس کی مٹی میں شور (نمک) زیادہ ہو، وہ کھمار کے آؤے ہی میں ٹوٹ پھوٹ کر کھر جاتا ہے۔

### مشورہ دینا بہت آسان ہے:

مجھے احساس ہے کہ مشورہ دینا بہت آسان کام ہے۔ شاید دنیا کا سب سے آسان کام، لیکن اس پر عمل کرنا اتنا ہی مشکل ہوتا ہے۔ میں خود انہی کیفیات سے روز گزرتا ہوں اور اس مسلسل ٹوٹ پھوٹ کے سبب دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ سے تھوڑا ناراض سا بھی رہتا ہوں لیکن کچھ کر نہیں پاتا (مجھے معلوم ہے کہ آپ بھی کچھ نہیں کر پائیں گے) اس لیے کہ میرے بس میں کچھ نہیں سوائے اس کے کہ چپ رہوں۔ میرے اندر جو ٹوٹ پھوٹ ہو رہی ہے، اسے ہونے دوں اور انتظار کروں کہ آخر کار یا آخرت میں میری کیا شکل و صورت ابھر کر سانسے آتی ہے۔

## کوئی تخلیق کار ایسا نہیں ہے کہ.....

جانتا ہوں کہ کوئی بھی تخلیق کار ایسا نہیں ہے جو کوئی چیز بنائے اور اسے کمہار کے آدمے میں ڈال دے۔ ہر تخلیق کار اپنی تخلیق کو بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش کرتا ہے، اسے برپا کرنے کو بھی بتایا نہیں ہوتا۔ تو اگر میرا خالق مجھے بنارہا ہے اور مجھے بہترین شکل و صورت اور اعلیٰ ترین صفات کے ساتھ بنارہا ہے تو ہتھوڑی، چھینیاں تو برداشت کرنا ہوں گی۔ کبھی کچھ مٹی مجھ میں سے نوج لی جائے گی، کبھی کچھ مٹی مجھ میں شامل کی جائے گی تاکہ میرے نقش و نگار کو زیادہ سے زیادہ بہتر کیا جاسکے۔ کبھی مجھے پانی سے ترکیا جائے گا اور کبھی کچھ دریہ کے لیے مجھے آدمے میں رکھا جائے گا تاکہ مجھ میں مضبوطی پیدا کی جاسکے۔

اللہ تعالیٰ چاہتا تو مجھے خلقت کے پہلے مرحلے ہی میں کامل حالت میں پیدا کر دیتا لیکن اس کے کام بذریع ہوتے ہیں۔ یہ زمین، آسمان بھی اس نے سات مرطون میں بنائے ہیں۔ تاکہ دیکھنے والے سمجھ سکیں کہ ان کی تخلیق کوئی بچوں کا حل نہیں تھا۔

یہ کیفیات اللہ کے ہونے کا ثبوت ہیں:  
ہمارے اوپر گزرتی ہوئی یہ ساری کیفیات جن کا ہم نے اس باب کے آغاز میں تذکرہ کیا۔ دراصل ہمارے انسان ہونے کی دلیل اور ہمارے خالق و مالک کے ہر لمحہ ہماری طرف متوجہ رہنے کا ثبوت ہیں۔ راضی بر رضا رہنے میں ہمارا ہی فائدہ ہے بلکہ فائدہ ہی فائدہ ہے۔ راضی نہیں رہیں گے تب بھی وہی ہو گا، جو راضی بر رضا ہونے کی صورت میں ہو گا لیکن ہم خود پر درگی اور تسلیم و رضا کے کے ثواب سے محروم رہیں گے۔

اچھا راضی بر رضا رہنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ آپ اپنی مشکل، پریشانی یا مسئلے کو حل کرنے کی کوشش ہی نہ کریں اور تسبیح لے کر مسجد میں جائیں۔ نہیں..... اپنے مسئلے، پریشانی، اپنی کمزوری اور کمی کو دور کرنے کی دعا کے ساتھ بھر پور کوشش بھی کرتے رہیں لیکن نتیجے کو اللہ پر چھوڑ دیں۔



رب العالمين دعا اور فتن

باب: ۲

## اچھائی یا براہی کی جڑ ہمارے بچپن میں ہوتی ہے۔

ہر مسلمان، ہر مومن نماز پڑھنا چاہتا ہے، روزے رکھنا چاہتا ہے۔ ہر اچھا کام کرنے کی خواہش رکھتا ہے۔ یہ سب اس کی فطرت میں پہلے ہی سے موجود ہے۔ ساری گڑ بود را صل اس کے ارد گرد کے ماحول، اس کے بزرگوں کے رقبے اور دوستوں کا درست انتخاب نہ ہونے کے سبب پیدا ہوتی ہے۔

میں نے کئی لوگوں کو دیکھا کہ جوانی میں انہوں نے بس کبھی بکھار جمع کی اور پابندی سے عیدِ نماز پڑھی لیکن جب عمر کا سورج ڈھلنے لگا وہ کسی سخت مشکل میں بتلا ہوئے تو انہوں نے فرضِ نماز میں پابندی سے ادا کرنے کا ارادہ کیا، نماز میں پڑھیں بھی لیکن زیادہ تر ”ارادے“ باندھتا ہوں، سوچتا ہوں، توڑ دیتا ہوں“ کی سی کیفیت کا شکار رہے۔ نماز پڑھنا، ان کے لیے کچھ مشکل کام رہا اور اسی سبب سے وہ یا تو ہمیشہ احساس جرم کا شکار اور خوف زده رہے یا پھر عاجز آ کر خود کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا اور بالکل ہی بے خوف ہو گئے۔

### ایک انسان جو مومن پیدا ہوا تھا:

ایک انسان جسے اللہ نے مومن پیدا کیا تھا، آخر 45-50 سال کی عمر میں نامید، احساسِ جرم کا شکار، مایوس، خوف زده اور شیطان و حالات کے سامنے ایک بے بس آدمی میں کیسے تبدیل ہو گیا؟ اس بات پر غور کرنا چاہئے۔ اس غور و فکر کرنے سے ہم بہت سے انسانوں کو جوابی ماڈل کی گود میں ہیں، بہت کچھ فائدہ پہنچاسکتے ہیں۔

بچوں کی تربیت میں سب سے بنیادی کردار ماڈل کا ہوتا ہے۔ ہر ماں اپنے بچے کو اچھا

مسلمان، اور کامیاب انسان بنانا چاہتی ہے لیکن اچھا مسلمان اور کامیاب انسان بننے میں اکثر اسے وہ مدد فراہم نہیں کرتی جس کی اس بچے کو ضرورت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بڑے ہونے کے بعد ایسے بچے ممکن ہے دولت مندا انسان تو بن جائیں لیکن اچھے مسلمان، اچھے انسان نہیں بن پاتے۔

### بے جالا ڈپیار:

میں بہت سی ماوں کو جانتا ہوں کہ جب ان کے بچے چھوٹے تھے تو انہوں نے اپنے بچوں کو بے جالا ڈپیار کے سبب خود اپنے ہاتھوں سے خراب کیا اور جب بچوں کے روؤں میں بدلاو آیا تو انہیں فکر لاحق ہونے لگی۔ ”دیکھیے۔ یہ نماز ہی نہیں پڑھتا۔“ بھائی جب بچہ چھوٹا تھا تو آپ نے اسے نماز کی طرف راغب کرنے کی کوشش کی تھی؟

اس وقت تو آپ کو خود بھی صحیح کی نیزند پیاری تھی۔ البتہ اسکول بھینے میں آپ نے مردیوں کے موسم میں بھی کبھی تاخیر نہیں کی تاکہ بچہ کامیاب آدمی بنے لیکن چھٹی کے دن یا چھٹیوں کے زمانے میں آپ نے اپنی محبت میں بچے کی نیزند ”خراب“ کرنے کی کبھی کوشش نہیں کی۔ اگر اسکول جانے کے لیے بچھن ساز ہے چہ بچے اٹھ سکتا تھا تو نماز فخر کے وقت سے ذرا پہلے کیوں نہیں اٹھ سکتا تھا؟

### قدموں تلے سے جنت کھسک جاتی ہے:

یہ کام دراصل ماوں ہی کے کرنے کے ہوتے ہیں کہ وہ بچوں کو نماز اور اچھے کاموں کی طرف مسلسل متوجہ کرتی رہیں۔ خاص طور پر لڑکیاں ذرا بڑی ہوں تو ان کی تربیت کے لیے تو ماں ہی جانتی ہے کہ بچی کس وقت نماز پڑھنے کی پوزیشن میں ہے اور کب اسے نماز سے اتنی حاصل ہے۔ اس معاملے میں باپ کا اصرار کبھی کبھی بالکل بے وقت ہوتا ہے۔

اپنے بچوں کو بہتر انسان، اچھا مسلمان بنانے کا آغاز ماوں کی گود رحم مادر سے ہوتا ہے اسی لیے ماوں کا رتبہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی نگاہوں میں بہت زیادہ ہے۔ جنت کو اپنے قدموں تلے سیئینے رکھنا آسان کام نہیں ہے اس کے لیے ماوں کو بہت جان کھپانا پڑتی ہے۔ ورنہ یہ جنت ان کے قدموں تلے سے کھسک بھی جاتی ہے۔

## اللہ کا خوف یا اس کی اہمیت:

بچوں کے دلوں میں اللہ کا خوف نہ بٹھائیں۔ انہیں اللہ سے اتنا نہ ڈرا میں کرو وہ بھاگ ہی کھڑے ہوں۔ ہمارے بیہاں بچوں کو اللہ سے عجیب و غریب طریقے سے ڈرایا جاتا ہے۔ مثلاً جب بچہ دو تین سال کا ہوتا ہے اور کہنا نہیں مانتا، یا سونے کو تیار نہیں ہوتا تو ما میں، دادیاں اور نانیاں اسے ”الا ببا“ سے ڈرائی ہیں۔ ( واضح رہے کہ ہمارے گھروں میں اللہ کو الہی پکارا جاتا ہے)۔ اب آپ اس ڈرانے کو عربی کے لفظ تقویٰ کے سامنے رکھ کر دونوں لفظوں کے معنی اور ان کے اثرات کا مقابل کر لیجئے کہ خوف خدا کس قدر پاکیزہ اور نجات بخشنے والی کیفیت ہے اور ہم نے اسے کیا رنگ دے دیا ہے!

### اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا سکھا میں:

حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ اے داؤد تم مجھ سے محبت کرو اور میرے بندوں سے بھی کوئی مجھ سے محبت کریں۔ جناب داؤد نے عرض کی۔ ”اے اللہ! میں تو مجھ سے محبت کرتا ہوں لیکن بندوں کو کس طرح سمجھاؤں کہ وہ تجھ سے محبت کریں؟“ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”انہیں میری نعمتوں کے بارے میں تفصیل سے بتاؤ تو وہ بھی مجھ سے محبت کرنے لگیں گے۔“

آپ نے درست سوچا کہ بچوں کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے بارے میں زیادہ تفصیل سے نہیں بتایا جاسکتا۔ یہ بات درست ہے۔ آپ بچوں کو تفصیلات نہ بتائیں بلکہ خود ان نعمتوں کا ادراک کرنے کی کوشش کریں۔ پھر جب آپ خود سمجھنے کے بعد بچوں کے سامنے دل سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں گے تو بچے بھی اس شکرانے کو محسوس کریں گے اور نعمتوں کا ادراک نہ کرنے کے باوجود وہ بھی نعمتوں کا احساس کریں گے اور یہی احساس انہیں ایک دن اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا سکھا دے گا۔

میں اکثر کہتا ہوں کہ کہ بچوں کو اللہ سے ڈرنا نہ سکھائیں، انہیں اللہ، رسول اور اہل بیت سے محبت کرنا سکھائیں۔ یہ محبت اللہ نے اپنے ہر بندے کے دل میں پیدا کی ہے اس لیے آپ کو زیادہ محنت نہیں کرنا پڑے گی۔ بچے سے کچھ نہ کہیں، وہ مشکل باتوں کو سمجھ نہیں پائے گا، اس کے بجائے

آپ اپنے دل میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور اہل بیت کی محبت پیدا کریں۔ ایسی محبت جو بچے کے سامنے آپ کے اعضاء جوارح اور قول و فعل سے ظاہر ہوتی ہو۔ اگر آپ اپنے بچے کے دل میں اللہ کی محبت پیدا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو پھر اسے اللہ سے ڈرانے کی ضرورت نہیں پڑے گی، یہ محبت خود پر خود اسے خوف خدا (تقوی) کے معنی سمجھادے گی اور شاید آپ کو بھی۔

بچے کے سامنے نماز اور اوقات نماز کو اہمیت دیں۔ مثلاً ففتر سے آئے، بیگم نے کھانا نکالا تو آپ نے کہا ذرا دو منٹ ..... پہلے نماز پڑھلوں، اذان ہو رہی تھی تو تریک میں پھنسا ہوا تھا۔ کھانا نکالیں میں آ رہا ہوں۔ ”شادی میں جاتا ہے تو آپ گھر والوں سے کہیں۔“ پہلے نماز پڑھ لیں پھر تیار ہوتے ہیں۔“

### نماز کو اتنا بھی طاری نہ کر لیں:

اچھا..... اب یہ بھی نہیں کہ آپ اپنی نماز کو اتنا طاری کر لیں کہ نماز نہ پڑھنے والوں کو تھارت سے دیکھنے لگیں۔ شیخ سعدی اور ان کا بینا نماز فجر سے فارغ ہوئے تو اس وقت تک گھر کے باقی افراد بے سدھ پڑے سور ہے تھے۔ بیٹے نے ان سونے والوں پر کوئی جملہ کسا تو شیخ سعدی نے بیٹے سے کہا۔ ”دوسروں پر طنز کرنے سے بہتر تھا کہ تم بھی سوتے ہی رہتے۔“

تو ہر معاملے میں، اپنے ہر قول اور ہر فعل میں، اپنے روئے اور لمحے میں ہمیشہ ممتاز ہیں کہ کہیں شیطان آپ کی ساری محنت پر پانی نہ پھیر دے۔

ہم ذرا موضوع سے ہٹ گئے۔ بات ہو رہی تھی بچوں کی تربیت کی۔

بڑے ہو کر اگر کسی کو نماز پڑھنے میں سخت مشکل ہوتی ہے تو اس کا سبب بچپن سے نماز کی طرف توجہ اور اس کا عادی نہ ہوتا ہے۔ اگر ماں باپ بچوں پر غیر ضروری رحم نہ کھائیں اور خود اول و قت نماز پڑھنے کے ساتھ بچوں کو بھی ساتھ کھڑا کریں، یا انہیں تاکید کرتے رہیں اور عمل درآمد کو بھی یقینی بنا کیں تو یہ بچے بڑے ہو کر اول وقت نماز پڑھنے میں خوشی محسوس کریں گے۔ اسے اپنے لیے بوجھ نہیں سمجھیں گے۔ اگر خدا نخواستہ نماز نہیں بھی پڑھیں گے تو بھی نماز کو بھول نہیں پائیں گے اور بہت جلد مصلیے پڑا کھڑے ہوں گے۔

باب: ۷

## شکرِ نعمت، کفرِ نعمت اور اس کے اثرات

حال ہی میں ایک جاپانی سائنس دان کی ختنی کتاب مارکیٹ میں آئی ہے۔ انگلش میں ہے یہ کتاب ہم سب کو پڑھنا چاہیے۔ ماسارو اموٹو بدھ مذہب کا پیر و کار ہے۔ اس کی اس کتاب کا نام ہے "Hidden Message in Water" اس موضوع کو تفصیل سے سمجھانا اس وقت زرا مشکل ہے مختصر آعرض کروں کہ اس کتاب نعمتوں اور نعمتوں کے شکرانے کی اہمیت کے حوالے سے ایک سائنسی تحریر ہے تمام تر سائنسی شوتوں کے ساتھ۔

ماسارو اموٹو نے تو کیوں میں ایک بہت بڑی لیبارٹری قائم کر رکھی ہے۔ اس لیبارٹری میں اس نے پانی اور مختلف غذا کی اجزاء پر تجربے کیے اور انہیں بار بار دھرا کر یہ نتیجہ حاصل کیا کہ نعمتوں کا احساس کرنا، اور ان پر شکر ادا کرنا، نعمتوں کے معیار، مقدار، اور اثرات میں اختلاف کا سبب بنتا ہے۔ اگر نعمتوں کی قدر نہ کی جائے تو تنائی اس کے بر عکس ظاہر ہوتے ہیں۔

اب مجھے ضرورت نہیں کہ میں آپ کے لیے قرآن اور حدیث سے نعمتوں کی قدر اور شکرانے کے حوالے میں کروں اس لیے کہ آپ پہلے ہی ان آیات و احادیث کو پڑھتے اور سننے رہے ہیں۔ ماسارو اموٹو نے جو ریسرچ کی اس کا ایک حصہ آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔ تفصیلات جانتا چاہیں تو اپنے نیت پر کتاب کا نام ناٹپ کریں تو اس ریسرچ کے باہرے میں بہت ساری معلومات آپ کو مل جائیں گی۔

### خاص پانی:

اس ریسرچ کا بیماری موضع پانی ہے..... نہیں۔ ذرا تفصیل بتانا ہی پڑے گی..... دیکھیں

آسمان سے برف باری کے دوران جو پانی برستا ہے تو وہ برف کے ذرات (Crystals) کی شکل میں برستا ہے اور ان میں سے ہر ذرہ ایک مختلف شکل کا ہوتا ہے لیکن ہر ذرے کی بناؤت چھ کنوں والی ہوتی ہے۔ یہ پانی کے بالکل خالص ہونے کی نشانی ہے۔ جاپانی سائنس دان نے پانی کو اپنی لیبارٹری میں برف کے ذرات کی شکل میں جانے کا کام شروع کیا۔

اس مقصد کے لیے اس نے ڈشل واٹر، نلکے کے پانی اور دریا اور جھیل کے پانیوں کے نمونے لیے اور انہیں برف کے ذرات "Crystals" کی شکل میں جایا۔ اس تجربے سے اسے معلوم ہوا کہ پانی، اگر بالکل خالص ہو تو اس کے کریل، بہت خوب صورت بنتے ہیں لیکن اگر خالص نہ ہو تو کریل سرے سے بنتے ہی نہیں یا بہت بد شکل بنتے ہیں۔ اس نے دیکھا کہ ڈشل واٹر (جو الجلشن میں استعمال ہوتا ہے) سے خوب صورت کریل بنے۔ صاف پانی والی جھیل کے پانی سے بھی کریل بنے لیکن نلکے کے پانی سے کریل بالکل ہی نہیں بنے کیوں کہ اس میں گلورین اور دوسرے جراثیم کش اجزاء شامل تھے۔

### تھینک یو:

اس کے بعد اس نے ایک اور تجربہ کیا جس کے نتائج حیران کر دینے والے تھے۔ اس نے ششہ کی سفید بوتوں میں مختلف اقسام کے پانیوں کے نمونے جمع کیے۔ ڈشل واٹر والی بوتل پر اس نے لکھا "You Fool" اور نلکے کے پانی والی بوتل پر لکھا "Thank You" یعنی خالص پانی کو حقارت آمیز جملے سے مخاطب کیا اور نلکے کے پانی کو شکر گزاری کے الفاظ سے اور ان دو بوتوں کو لیبارٹری میں مختلف مقامات پر رکھ دیا۔ لیبارٹری کے تمام ملازمین سے کہا گیا کہ جب اس بوتل کے پاس سے گزر تو والی بوتل کے پانی کو دیکھ کر کہا جائے "Thank You" اور You Fool والی بوتل کے پاس نہ کہا جائے۔

### حیران کن نتائج:

یہ عمل 25 دن جاری رہا۔ 25 دن دونوں بوتوں کے پانیوں کو برف ہانے کے عمل سے

گزارا گیا۔ تائج حیران کن تھے۔ ڈشل واٹر سے (جو خالص پانی تھا اور اس سے پہلے اسی پانی سے بہت خوب صورت کر شل بنے تھے) کر شل تو بن گئے لیکن انتہائی بد شکل۔ یہ کر شل اس پانی کے کر شل سے ملتے جلتے تھے جن پر ایک مرتبہ انہوں نے SATAN یعنی شیطان لکھ کر رکھ دیا تھا۔ نکلے والا پانی جس سے پہلے کر شل نہیں بنے تھے، اس مرتبہ اس پر ”تحیک یو“ لکھا ہوا تھا اور کئی لوگ 25 دن تک اس پانی کو دیکھ کر ”تحیک یو“ کہتے رہے تھے، اس پانی سے بہترین اور خوب صورت کر شل بن گئے تھے۔

نعمتوں کو ٹھکرائے، انھیں خفیر سمجھنے اور ان کا مفعکہ اڑانے کا نتیجہ یہ نکلا کہ خالص پانی آلوہ پانی میں تبدیل ہو گیا۔ نعمتوں کا ادراک کرنے، انھیں دیکھ کر شکر ادا کرنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ آلوہ پانی خالص آب حیات میں تبدیل ہو گیا۔

### ایک گلاس پانی پینے پر جنت مل جاتی ہے:

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ”ابھی ایک آدمی صرف پانی پیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت عطا کر دیتا ہے۔ اس طرح کہ کوئی شخص تھوڑا سا پانی پینے اور پوری پیاس بجھائے بغیر برتن یعنی (گلاس یا کٹورے) کو دور کرے اور اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرے۔ پھر تھوڑا سا پانی پینے اور پانی کے برتن کو اپنے ہونٹوں سے دور کرے جب کہ ابھی اس کی پیاس نہ بھی ہو اور دوبارہ اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرے (یعنی شکر ادا کرے) پھر پانی پینے۔ ایسا کرنے سے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت واجب کر دیتا ہے“ (حوالہ: معانی الاخبار)

### چاولوں پر تجربہ:

اسی جاپانی سائنس دان نے اسی طرح کا تجربہ چاولوں پر کیا۔ اس نے ایک ہی فصل اور ایک ہی کوائی کے چاولوں کو تین الگ الگ بولکوں میں رکھا اور ان بولکوں کے 25 سیٹ بنائے۔ شیشے کی ایک بولک پر لکھا تھا "You Fool" دوسری پر لکھا تھا Thank You اور تیسرا بولک پر کچھ نہیں لکھا گیا۔ یہ تین بولکوں میں رکھوائی گئیں اور گھر والوں سے کہا گیا کہ گھر میں

انہیں مختلف جگہوں پر رکھیں۔ گھر کا ہر فرد، روزانہ ان بوتوں کے پاس جائے اور You Thank You والی بوتل کے پاس جا کر کہے "حینک یو" - You Fool والی بوتل والے چاولوں سے کہے "You Fool" ..... البتہ جس بوتل پر کچھ نہیں لکھا گیا ہے اس بوتل کو ایک کونے میں رکھ دیں اور اس سے کچھ بھی نہ کہیں لیتھی ان چاولوں کو بالکل نظر انداز کر دیں۔ ایک ماہ بعد ان بوتوں کو لیبارٹری میں پہنچا دیں۔

### نعمتوں کو نظر انداز کرنا:

ایک ماہ کے بعد الگ الگ بوتوں والے چاولوں کا جائزہ لیا گیا تو پہلے سے بھی زیادہ حیران کن نتائج سامنے آئے۔ انہوں نے دیکھا کہ Thank You والے چاول زیادہ چک دار اور اچھے لگ رہے تھے۔ You Fool والے چاول خراب ہو گئے تھے لیکن جن چاولوں کو نظر انداز کر دیا گیا تھا ان کا رنگ ہی بدلتا گیا اور وہ سب سے زیادہ خراب حالت میں تھے۔ مختلف گھروں کے افراد نے بتایا کہ You Fool والے چاولوں سے بھی پہلے وہ چاول خراب ہونا شروع ہو گئے تھے جنہیں بالکل نظر انداز کر دیا گیا تھا۔

یہ ہیں ہکر نعمت، کفر نعمت اور نعمتوں کو نظر انداز کر دینے کے اثرات کے سامنی ثبوت اور یہ سب باقی وہ ہیں جنہیں ہم قرآن میں پڑھتے ہیں، احادیث مصووم میں دیکھتے ہیں، علمائے کرام اور اپنے بزرگوں سے سنتے رہتے ہیں لیکن ان باتوں کی قدر و قیمت کو نہیں جانتے۔

### پانی یاد رکھتا ہے:

سامنی تجربات سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ دیکھنے، سنتے اور محسوس کرنے، اپنارہ عمل ظاہر کرنے اور خود کو تبدیل کر سکنے کی صلاحیت صرف انسانوں اور حیوانوں میں ہی نہیں خود پانی کے اندر بھی موجود ہے۔ پانی دیکھتا ہے، سنتا ہے، محسوس کرتا ہے اور اپنا اچھا یا برادرہ عمل ظاہر کرتا ہے۔ یہی نہیں تجربات سے یہ بات بھی سامنے آئی کہ دنیا بھر میں جہاں جہاں اور جس قدر پانی موجود ہے وہ دوسری جگہ موجود پانی سے ہر وقت رابطے میں رہتا ہے۔

## انسان بھی تو ستر فی صد پانی ہے:

کرہ ارض کا ستر فی صدر قبہ پانی پر مشتمل ہے۔ تیس فی صد حصے پر خشکی ہے۔ دلچسپ بات یہ بھی ہے کہ پانی اور خشکی کا بھی تناسب ہر انسان کے جسم میں بھی پایا جاتا ہے۔ ہمارے جسم کا ستر فی صد حصہ پانی ہی پر مشتمل ہے۔

ہر انسان کے اندر پانی کی جو الگ الگ مخصوص مقدار پائی جاتی ہے، تو یہ پانی کے ذخیرے بھی ایک دوسرے سے کمیونی کیت کرتے ہوں گے اور ایک دوسرے کے لیے اچھا یا بُر اڑ عمل ظاہر کرتے ہوں گے۔ شاید اسی لیے کچھ لوگ ہم سے پہلی بار ملتے ہیں اور ہمارے دل میں اپنے لیے جگہ بنا لیتے ہیں۔ کچھ لوگ بڑی اچھی طرح ملتے ہیں لیکن ہمیں اپنے نہیں لگتے، ہماری ان سے کبھی نہیں فتنتی۔ اس کی وجہ شاید پانیوں کا اختلاف ہوتا ہو۔ پانی کی بھی توبے شمار اقسام ہیں۔

## الحمد لله رب العالمين:

پانی پر ہونے والی اس تحقیق سے ایک اور بات بھی ذہن میں آئی۔ مثلاً پانی اگر Thank You سن اور پڑھ سکتا ہے تو اپنے خالق کی حمد کو سنتا اور پڑھنا توبہ درجہ اولیٰ اس کی فطرت میں شامل ہو گا۔ اب اگر ہم سفید شیشے کی پاک صاف بوتل پر ”الحمد لله رب العالمين“ لکھ کر اس پانی کو پیس تو یقیناً یہ پانی آبی حیات بن سکتا ہے۔ اگر ہم نماز اور تلاوت قرآن یاد عادوں کو پڑھتے وقت پانی کو اپنے قریب رکھیں تو پانی بھی اللہ تعالیٰ کی اس حمد کو سنے گا اور اس کے حیات آفرین اثرات اپنے اندر جذب کر کے ہمارے اور دوسروں کے لیے صحت و زندگی کی فوائد بن جائے گا۔

## پانی کو بوتل میں رکھنے کی کیا ضرورت:

اچھا! پانی کو بوتل میں رکھنے کی کیا ضرورت، اس سے کہیں زیادہ پانی تو خود ہر انسان کے اپنے جسم میں ہر وقت موجود رہتا ہے۔ جب ہم نماز پڑھتے ہیں تو ہمارے جسم کا سارا پانی بھی تو ”نماز“ میں مشغول ہوتا ہو گا۔ جب ہم قرآن مجید کی تلاوت اور آیات الہی میں غور و فکر کرتے ہیں تو یہ کام بھی

ہم جسم میں موجود پانی کی مدد کے بغیر سر انجام نہیں دے سکتے۔ ان سب کاموں میں ہمارے جسم میں موجود پانی بھی تو ہمارے ساتھ ہوتا ہے۔ جب ہم دعا کرتے ہیں یا کوئی دعا پڑھتے ہیں تو ہمارے جسم کا پانی ہی دعا مانگنے میں ہماری مدد کرتا ہے۔ یعنی ان سب نیک اعمال میں پانی ہمارا برا کاشریک ہوتا ہے۔ ہمارے جسم میں موجود پانی کا ایک ایک ذرہ، ایک ایک قطرہ، قرآن اور دعاؤں کے ایک ایک حرف، ایک ایک لفظ اور ہماری ہر ہر کیفیت کو محسوس کرتا ہے۔ اکثر نماز، تلاوت قرآن اور دعا مانگنے کے دوران جسم میں موجود زندگی کی نیاد یہ آب حیات اپنارہ عمل ہم پر ظاہر بھی کر دیتا ہے۔

### پانی کی دوا اُمیں اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں:

یہ رُ عمل ہوتا ہے اللہ کے خوف، اللہ کے احسانات، اللہ کی نعمتوں کے شکرانے اور محمد وآل محمد کے مصائب و محبت میں بہنے والے بے ساختہ آنسو ایسا نسب بھی کسی مومن کی آنکھ سے امندھتے ہیں تو دوزخ کے ایک بہت بڑے حصے کو مومن کے لیے جنت کے باغات میں تبدیل کر دیتے ہیں۔

آپ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو پانی کی دوا اُمیں بہت پسند ہیں۔ ایک یہ کہ خدا کی راہ میں شہید ہونے والے کے جسم سے قطرہ خون بن کر زمین پر گرے اور دوسری یہ کہ یہ پانی عشق خدا میں کسی مومن کی آنکھ سے نکل کر رات کی تار کی میں اس کے رخساروں پر پھیل جائے۔

### ایک درخواست:

میری درخواست ہے کہ اس کتاب کے اگلے ابواب کو غور سے پڑھیے گا تاکہ اللہ تعالیٰ کے احسانات اور اس کی لا تعداد نعمتوں کا ایک سرسری سا اندازہ کر سکیں۔ ”سرسری سا اندازہ“ ہم نے اس لیے لکھا کہ اگر چہ دنیا کے سارے پر کمپیوٹر زمیں کر بھی اپنی کار کر دو گی میں ہمارے دماغ کا مقابلہ نہیں کر سکتے اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور احسانات اتنے ہیں کہ ہمارا دماغ ان نعمتوں کا بس ایک سرسری سا اندازہ لگا سکتا ہے۔

قارئین کرام! دعا کے حوالے سے ان چند گز ارشادات کے بعد ہم اپنے اصل موضوع کی طرف رجوع کرتے ہیں اور وہ موضوع ہے ”رب العالمین، دعا اور انسان“۔

باب: ۸

## دُعا

### رب العالمين سے براہ راست رابطہ

دعا، اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمتوں میں سے ایک عظیم الشان رحمت ہے۔ یہ انسان اور رب العالمین کے درمیان ہر جگہ اور ہر لمحہ موجود رابطہ ہے۔ یہ مانگنے والے اور عطا کرنے والے کے مابین بے حد کا فائدہ پیش کرتا ہے اور برداشت کیوں کیش ہے۔ جدید اصطلاح میں دعا ایک ایسی ہاتھ لائن (Hotline) ہے جو بندے اور اس کے پالنے والے پر وردگار کے درمیان ہر جگہ، ہر لمحہ، ہر وقت لایو (live) رہتی ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اس ہاتھ لائن کو استعمال کرنے کے لیے اگر دعا سے پہلے اور دعا کے بعد ایک مخصوص کوڈ ڈائل کیا جائے تو اس کی اثر آفرینی یقیناً ہزاروں گناہ پڑھ جاتی ہے۔

اللہ کے بہت سے بندے تو ہر وقت یا زیادہ تر وقت اس ہاتھ لائن پر اللہ تعالیٰ سے رابطہ میں رہتے ہیں مگر ہم یعنی بہت سے لوگ اس کارڈ لیس (Cordless) بلکہ انٹر ویمنٹ یس جدید ترین میں الکٹرانیک سہولت کو بہت ہی ایک جنگی میں کبھی کبھی "مجبوراً" ہی استعمال کرتے ہیں اس لیے ہم بھرپور یقین نہیں ہوتا کہ یہ ہاتھ لائن کام کر کبھی رہی ہے یا نہیں!

**بندے کی دعا کو اللہ تعالیٰ براہ راست سنتا ہے:**

ہماری اس بے یقینی سے شیطانی قوتیں پورا فائدہ اٹھاتی ہیں۔ وہ ایسے انسان کو مایوسی، بیزاری، قحطیت اور ڈپریشن میں مبتلا کر دیتی ہیں۔ اس کے نتیجے میں انسان جلد ہی اس میں الکٹرانیک ہاتھ لائن کو استعمال کرنا ترک کر دیتا ہے، جس کے دوسرے سرے پر بادشاہوں کا بادشاہ، آسمانوں اور

زمینوں کا پالنہار، کائنات کے خزانوں کا مالک، عطا کرنے کے بہانے ڈھونڈنے اور عطا کرنے کا سب سے زیادہ اختیار کھنے والا، اللہ رب العالمین اپنے بندے کی کال (Call) یعنی دعا کو بغیر کسی مداخلت کے برادرست، ذاتی طور پر شرف ساعت عطا کر رہا ہوتا ہے۔ آپ کوئی خود کو اس سے کنیکٹ کرنے کی "زحمت" کرنا ہوگی۔

اکثر صورتوں میں باری تعالیٰ بندے کی اس دعا پر فرمان قبولیت بھی فوری طور پر جاری فرمادیتا ہے اور کارکنان قضا و قدر فرمان قبولیت کے ثرات بندے تک پہنچانے کے لیے محرک ہو جاتے ہیں لیکن جب تک یہ ثرات بندے تک پہنچتے ہیں اس وقت تک شیطان ہم جیسے لوگوں کی توجہات کو بھکانے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ ایسے میں ہم اپنے مسئلے کے حل کو اپنی یا اپنے جیسے انسانوں کی صلاحیتوں سے منسوب کر لیتے ہیں۔

**اللہ نے ہمیں اس دنیا میں خالی ہاتھ نہیں بھیجا:**

اللہ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ وہ شیطان کی جالا کیوں سے بھی واقف ہے اور انسان کی جہالت سے بھی اس لیے درگزر سے کام لیتا ہے۔ اللہ کی عطا کو کسی حیر انسان سے منسوب کرنے کی سزا بے حساب ہو سکتی ہے لیکن وہ غفور و کریم، رحمان و رحیم اس بندے کے لیے ایسا ہن جاتا ہے جیسے اس بندے نے کوئی غلطی کی ہی نہ ہو۔

**امیر المؤمنین علیہ السلام کا ارشاد ہے:**

"ذرو-ذرو! اس لیے کہ خدا کی قسم! اس نے تمہاری اس حد تک پر دہ پوشی کی ہے کہ گویا تمہیں بخش دیا۔" (فتح البلاغہ)

ہمارا ایمان ہے کہ اس دنیا میں ہمارا قیام عارضی ہے۔ ہم کسی اور دنیا سے یہاں آئے ہیں اور ایک دن لوٹ کر ہمیں اسی دنیا میں جانا ہے، جہاں سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہاں بھیجا تھا۔ اس نے اس اجنبی سر زمین پر اپنے بندوں کو خالی ہاتھ نہیں بھیجا۔ اس نے اور بہت سی نعمتوں کے ساتھ جو سب سے بڑا، بے حد سادہ اور انتہائی موثر ہتھیار ہمیں دیا وہ دعا ہے۔ دعا ہر دشمن سے نپخنے کا ہتھیار

بھی ہے اور اپنے مالک سے براہ راست رابطے میں رہنے کی ہمیشہ جدید رہنے والی میکنا لوگی بھی۔

### دعا، ایک جدید ترین میکنا لوگی:

بلوچستان کے صحرائیں ایسی دھماکے سے پہلے ایسی سانس داں ڈاکٹر شرمبارک زیر لب کوئی دعا پڑھ رہے تھے۔ ایک دوسرے سانس داں نے ان سے پوچھا کہ کیا پڑھ رہے ہیں تو ڈاکٹر شرمبارک نے کہا۔ ”یہ فتح و نصرت کی دعا ہے جو نبی کریمؐ غزوات کے لیے نکلتے وقت پڑھا کرتے تھے۔“

وہ صاحب طنزیہ بولے۔ ”ڈاکٹر صاحب یہ دعاؤں کا زمانہ نہیں۔ یہ میکنا لوگی کا دور ہے جس کے پاس جس قدر جدید اور مضبوط میکنا لوگی ہو گی وہ اتنا ہی کامیاب ہو گا۔“ ڈاکٹر شرمبارک نے انہیں جواب دیا۔ ”ڈاکٹر صاحب! دنیا میں آج تک دعا سے زیادہ بڑی، جدید، مضبوط اور قابل اعتبار میکنا لوگی دریافت ہی نہیں ہوئی۔“

یہ بات تو ہم نے برسمیں تذکرہ عرض کی، مقصد یہ بتانا ہے کہ ہمارے پاس یہی تو وہ سہارا دوسرے لفظوں میں ”میکنا لوگی“ ہے کہ جب چاہیں، جہاں سے چاہیں، اپنی اصلی دنیا سے رابطہ قائم کر لیتے ہیں۔ ہم کہیں بھی ہوں اللہ سے رابطہ کی سہولت نہیں دستیاب ہے۔

(we are never out of touch)

”تم (چاہے) جہاں کہیں رہو، وہ تمہارے ساتھ ہے اور جو کچھ کرتے ہو

اللہ سے دیکھ رہا ہے۔“ (سورہ الحمد: آیت: ۲)

یہی تو وہ تھیار ہے جس کے ذریعے اس جنی سرز میں پر موجود بڑی سے بڑی بلاں کو دور کیا جاسکتا ہے۔ بھوک، غربت، جہالت، دشمن، بیماریاں، شیطان، گناہ، ظلم، ناامیدی، قتل، غارت گری، غم و اندوہ، زلزلے، آندھیاں طوفان، سیلاں، کونہی بلا ہے جو اس تھیار کے آگے ٹھہر سکے!

### دعا نہ ہوتی تو کرڑہ ارض اولاد آدم سے خالی ہوتا:

دعا کو معمولی چیز نہ سمجھیں! دعا نہ ہوتی تو حادث زمانہ آدم اور اولاد آدم کو اس کرڑہ ارض پر ایک لمحے کو بھی نہ شہر نے دیتے۔ حضرت آدم زمین پر آئے تو انہی حادث زمانے ان کے اور بی بی

حداکے درمیان جدائی ڈال دی۔ کہتے ہیں کہ اماں حوا صحرائے عرب کے ریلیے میدانوں میں تھا تھیں اور حضرت آدم سری لنکا کے سنگلاخ پہاڑی علاقے میں بے سرو سامان۔ پھر ایک دن اللہ تعالیٰ نے پہلی بار دعا جیسی عظیم الشان بیکنا لو جی اس کرۂ ارض پر منتقل کی اور جبریلؐ کے ذریعے دعا جیسا تھیا آدمؐ کو بھجوایا۔ جبریلؐ حضرت آدمؐ کے پاس آئے۔ انہوں نے حضرت آدمؐ کو دعا کے نظام اور طریقے کے بارے میں بریف کیا۔ انہوں نے ہمارے جدا علی حضرت آدمؐ کو اس خفیہ کوڈ سے بھی آگاہ کیا جو قویت دعا کی صفات ہے۔ انہوں نے حضرت آدم علیہ السلام سے کہا: ”اے اللہ کے پہلے نبی اور پہلے انسان آپ اپنی دعا سے پہلے کہیں:

اللهم صل على محمد و على آل محمد

”اے اللہ و دو سلام بسچ حضرت محمدؐ اور آل محمدؐ پر۔“

تب اس زمین کے پہلے انسان یعنی حضرت آدم علیہ السلام نے پہلی بار اس بیکنا لو جی کو استعمال کیا۔ اللہ رب کریم نے فوراً ہی ان کی دعا کے نتائج ظاہر فرمائے۔ فاصلے سے اور حضرت آدم و حوا ایک دوسرے سے مل گئے۔

اگر وہ دعائے کرتے توجہ ہمیشہ جدہ ہی میں رہتیں اور جدہ محترم سری لنکا کے پہاڑوں پر۔ ایسے میں اولاد آدم کے معرض وجود میں آنے کے امکانات نہ ہونے کے برادر تھے۔ اب اگر یہ کہا جائے تو بے جانہ ہو گا کہ دعائے ہوتی تو کرۂ ارض پر اولاد آدم کا وجود ہی نہ ہوتا!



باب: ۹

## دعا کو سنبھالنے والا اللہ رب العالمین ہے۔

یا حساس ہی کتنا سخنی خیز اور تجھیز ہے کہ ہماری پکار یادعا کو سنبھالنے والا اللہ رب العالمین ہے جو اپنے بندے سے ہر چیز ہرشتے، ہر حساس، ہر کیفیت، ہر زندگی اور قرب سے کہیں بڑھ کر قریب ہے۔ وہ ساری کائنات اور مواری کائنات، تمام آسمانوں، تمام زمینوں، تمام فضاوں، تمام خلاوں، تمام کہشاویں اور جو کچھ ان سب کے اوپر، اندر، ان کے درمیان، ان کے علاوہ ان کے سوا ہے.....

ان میں سے ہر شے ہر جاندار، بے جان، متحرک، غیر متحرک، مری، غیر مری، ہر مخلوق کا پیدا کرنے والا، انہیں رزق دینے والا، انہیں قائم رکھنے والا، ان سب کا پاپا نہار، ان سب کا فریادر، ان سب کا محبود، ان سب کا معبد، ان سب کا پہلی پہلی بای بیدا کرنے والا، ان سب کا بلاشرکت غیرے مالک اور ان سب کو ایک معلوم وقت کے بعد نابود و فنا کر دینے والا اور اس کائنات سے بہتر کا نتا میں بیدا کرنے والا ہے۔

”جس دن یہ زمین بدل کر دوسرا زمین کر دی جائے گی اور اسی طرح آسمان

بھی بدل دیے جائیں گے اور سب لوگ (اپنی اپنی جگہ سے) نکل کر یکتا واحدو

چهار خدا کے سامنے نکل کھڑے ہوں گے“ (سورہ ابراہیم آیت ۲۸)

**الحمد لله رب العالمين:**

سورہ فاتحہ کی یہ آیت یعنی ”الحمد لله رب العالمین“، جس دور میں نازل ہوئی، اس زمانے میں دنیا کے کسی علمی معاشرے میں کائنات کے لامحدود ہونے کا کوئی تصویر موجود نہیں تھا۔ یونان اور ہندوستان، مصر اور عراق کے بعض علاقوں میں سورج چاند ستاروں کی پوجا کی جا رہی تھی۔

لفظ "عالیٰ ممین" کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے بے شمار عالمیوں اور لا تعداد دنیا ویں کی موجودگی کا اعلان کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتایا کہ اس لامحہ و دکانات کاما لک، خالق، اللہ درب العالمین ہے۔ ہم نہیں سمجھ سکتے کہ اللہ کیسا ہے، کیا ہے لیکن اس کی مخلوقات اور ان مخلوقات میں اس کی خالقیت، صناعیت اور ربویت کے ذریعے ہم اسے "محسوس" ضرور کر سکتے ہیں۔ تو آئیے دیکھتے ہیں کہ عالمین کیا ہے؟

### عالیٰ ممین کیا ہے؟

پندرہ سو برس پہلے کے انسان صرف زمین، سورج، چاند اور ستاروں ہی کو عالمین سمجھتے تھے۔ عالمین یا کائنات کی وضعت اور پھیلاؤ کا انہیں اندازہ ہی نہیں ہو سکتا تھا۔

جب انہوں نے رب العالمین اور رحمت اللعالمین کی اصطلاحیں سنیں تو اللہ اور اس کے رسول کی عظمت، برائی، اقتدار، حکومت اور اختیارات کا تصور بھی ان کے لیے مشکل تھا۔ اللہ اور اس کے نبی کی عظمت کا اندازہ صرف انھی افراد کو ہو سکا جنہوں نے اللہ اور اس کی عظیم سلطنت کا مشاہدہ کیے بغیر آنحضرتؐ کے حکم کے آگے تسلیم خرم کر دیا۔ وہ عظیم انسان یقیناً یہ حق رکھتے ہیں کہ قیامت تک آنے والی تمام انسانی نسلیں ان کے جذبے یمانی کو سلام کرتی رہیں۔

عرض یہ کرنا چاہتا ہوں کہ پندرہ سو برس پہلے کے انسان کے لیے اللہ کی نشانیاں اتنی واضح نہیں تھیں جس قدر کہ آج ہمارے دور میں اللہ نے اپنی آیات ہم پر واضح کی ہیں۔ آج کا انسان دوسرے سیاروں تک پہنچ رہا ہے اور وہاں سے اس زمین کو ایک چھوٹی سی گیند کی مانند دیکھ رہا ہے۔ آج انسان کو یہ موقع حاصل ہیں کہ وہ چاہے اور کوشش کرے تو روزانہ اللہ کی نتیجی آیات کا مشاہدہ کرتا رہے۔ اللہ کی یہ نشانیاں خود اس کے اندر بھی موجود ہیں اور اس کے وجود سے باہر بھی۔

"ہم عنقریب انہیں اپنی (قدرت کی) نشانیاں آسمان کے کناروں میں

دھکلائیں گے اور خود ان میں بھی یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ وہی

(سورہ خم الجدہ: آیت ۵۳) "حق ہے۔"

## کائنات لامحدود ہے:

آج کے خلائی دور میں طاقتور ریڈیاں دو رہیں، خلاء میں تیرتی ہوئی ٹیلی اسکوپیں، مصنوعی سیاروں اور خلا میں تحقیق کرنے والے خلائی اسٹیشن نے کائنات کا مشاہدہ کرنا شروع کیا تو معلوم ہوا کہ یہ عالمیں یا کائنات لا انتہا، لامحدود اور مسلسل و سعت پذیر ہے۔

یہ کائنات ابھی ناقص ہے شاید  
کہ آرہی ہے دماد صدر اے گن فیکون

آپ کو یہ سن کر حیرت ہو گی کہ ہمارا نظام شمسی جس کہکشاں سے وابستہ ہے اس کہکشاں میں کم از کم سوارب ستارے موجود ہیں۔ یہ نئھے منے ستارے جن سے پندرہ سو برس پہلے کے حصہ انسین اور سندروں کا سفر کرنے والے راستوں کی تلاش میں مدد لیا کرتے تھے اور ان کی خلقت کا صرف یہی مقصد سمجھتے تھے، ان ”نئھے منے“ ستاروں میں سے بیشتر اتنے بڑے ہیں کہ ہماری زمین جیسی کئی زمینیں اور ہمارے سورج ایسے کئی سورج صرف ایک ستارے میں کم ہو سکتے ہیں۔ اگرچہ یہ ستارے زمین سے ٹارچ کے نئھے سے بلب کی طرح نظر آتے ہیں لیکن حقیقتیاً اتنے بڑے ہیں کہ ہمارا سورج ان کے سامنے بچھے ہوئے چراغ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔

ہماری کہکشاں نے دودھیا کہکشاں (milky way) کہا جاتا ہے ایک اولٹ سائز کی کہکشاں ہے۔ ہم سے قریب ترین ایک کہکشاں اینڈرومیڈا (andro meda) کہلاتی ہے۔ اس کہکشاں میں دوسوارب سے زیادہ ستارے موجود ہیں اور ہر ستارہ اپنی جگہ ایک سورج ہے۔ جس کا اپنا الگ نظام شمسی اور سیارے ہیں۔ اس طرح کی کم و بیش دس کھرب کہکشاں میں کائنات میں پھیلی ہوئی ہیں، جنہیں دیکھا جا چکا ہے۔ سائنس دانوں کا خیال ہے کہ کائنات میں موجود کہکشاوں کی تعداد کھرب سے زیادہ ہے۔ جتنی دریں میں آپ اس کتاب کی چند سطریں پڑھیں گے اتنے عرصے میں یہ کہکشاں میں ایک دوسرے سے لاکھوں میل دور جا چکی ہوں گی۔ اس عرصے میں نہ جانے کتنے ستارے فنا ہو چکے ہوں گے اور نہ جانے کتنے نئے ستارے پیدا ہو چکے ہوں گے۔

## سب سے زیادہ سوال کرنے والے:

بہت سے لوگ ان حقائق کو پڑھ کر مغرب کی سائنسی ترقی سے متاثر ہوتے ہیں اور بہت سے لوگ اللہ رب العالمین کی اس عظیم سلطنت کو دیکھ کر لرزہ بر انعام ہو جاتے ہیں کہ جس بادشاہ کا ملک اتنا بڑا ہے تو خود وہ بادشاہ کس قدر صاحب قوت و اختیار ہو گا۔ ایسے لوگ جب اللہ سے مانگنے کھڑے ہوتے ہیں تو مانگنے میں پچکچاتے نہیں۔ سوال کرنے میں سستی و بے دلی کا مظاہرہ نہیں کرتے۔ سب کچھ اور جو کچھ مانگنا ہوتا ہے اسی سے مانگتے ہیں اور اپنے تمام معاملات و مسائل اسی کے حوالے کر کے بے فکر ہو جاتے ہیں۔

مولائے کائنات حضرت علی این الی طالب کا ارشاد ہے:

”اللہ کو سب سے زیادہ جانے والے اس سے سب سے زیادہ سوال کرنے والے ہیں۔“

بے شمار سورج، بے شمار چاند:

و سعیت کائنات کے سلسلے میں حضرت امام باقر علیہ السلام (ولادت ۷۵ھ۔ شہادت ۱۱۳ھ)

کا ارشاد ہے:

”تمہارے اس سورج کے آگے چالیس (یعنی بے شمار) سورج اور ہیں اور ایک سورج سے دوسرے سورج کے درمیان چالیس (یعنی بے شمار) برس کی راہ ہے اور تمہارے اس چاند کے آگے چالیس چاند اور ہیں ایک چاند سے دوسرے چاند کے درمیان چالیس برس کی راہ کا فاصلہ ہے۔ ان سورجوں اور چاندوں میں بہ کثرت مخلوق آباد ہے جسے اس کی خبر ہی نہیں کہ اللہ نے آدم کو پیدا کیا ہے یا نہیں۔“ (بصائر الدرجات)

نوٹ: امام علیہ السلام نے سورج اور چاند کے لیے ”تمہارے“ کا الفاظ استعمال کیا ہے۔ یعنی امام علیہ السلام کا تعلق صرف اسی نظام سمازی سے نہیں، ان کا دائرہ امامت دوسری زمینوں، سیاروں،

ستاروں، کہکشاوں اور حیات کی دوسری قسموں تک بھی پھیلا ہوا ہے۔ چالیس سے مراد چالیس نہیں ہے۔ عربی محاورے کی زبان میں جہاں بہ کثرت کہنا مقصود ہو وہاں اکثر چالیس کہا جاتا ہے۔



ہمارا نظامِ شمسی جس میں زمین سورج سے تیرے نمبر پر نظر آ رہی ہے

### روشنی کی رفتار سے سفر:

یہ فاصلے ممکن ہے کہی دوستوں کو تصویری معلوم ہوں تو جناب آج کے سائنسی حلقہ یہ ہیں کہ سورج ہماری زمین سے چودہ کروڑ چھیانوے لاکھ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ اس کی روشنی تمیں لاکھ کلومیٹر (ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل) فی سینڈڑی رفتار سے سفر طے کرنے کے باوجود آٹھ منٹ میں سینڈڑی میں زمین تک پہنچتی ہے جب کہ خلاوں میں سورج سے قریب تین ستارے (Proxima Centauri) تک پہنچنے میں اس روشنی کو چار سال چار میئن لگ جاتے ہیں۔ یہ ستارہ ہم سے 27 کھرب میل کے فاصلے پر ہے۔ اگر ہم خلاء میں 27 ہزار میل فی گھنٹا کی رفتار سے سفر کر سکیں تو ہمیں اس ستارے تک پہنچنے میں ایک لاکھ ستر ہزار سال گزر جائیں گے۔

سورج اور زمین کا درمیانی فاصلہ کا نئاتی فاصلوں کے سامنے کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتا۔ آپ یہ پڑھ کر حیران ہوں گے کہ کائنات میں بکھری ہوئی کھربوں کہکشاوں میں سے اگر ایک او سط سائز کی کہکشاں کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جانے کے لیے روشنی کی رفتار یعنی ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سینڈڑی کے حساب سے سفر کریں تب بھی دوسرے سرے تک پہنچنے کے لیے ہمیں ایک لاکھ سال کی مدت درکار ہوگی۔

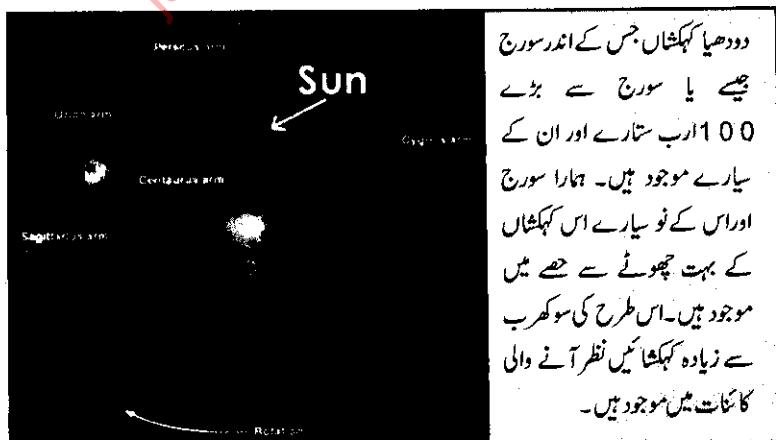
آج کی جدید خلائی سائنس بھی کائنات کی وسعت کا اندازہ لگانے میں ناکام ہے کیونکہ جدید دورینہیں اور آلات بھی کائنات کی وسعتوں میں ابھی تک صرف تمیں سولین نوری سال کے فاصلے تک دیکھ سکتے ہیں۔ اس فاصلے کے اختتام پر انہیں روشنی اور توہانی کے عظیم مرکز نظر آتے ہیں اور ان کی روشنیوں کے تجزیے سے اندازہ لگایا گیا ہے کہ وہاں جو کچھ ہے وہ دریافت شدہ کائنات سے بالکل مختلف ہے۔

سائنس مجبور ہے:

پہلے زمانے کے لوگ نہ ان باتوں کو سمجھ سکتے تھے اور نہ ہی ان باتوں پر یقین کرتے تھے لیکن کیا کیا جائے کہ آج دنیا بھر کے خلافی اور سائنسی تحقیقاتی ادارے مجبور ہیں کہ قرآن اور چہار دہ مخصوصین کے پندرہ سو برس پہلے کے ارشادات کی صحیحی ثابت کرنے کے لیے ٹھوس حقائق اور واضح دلیلیں جلاش کر کے دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

کائنات کے تناظر میں زمین:

اب اگر ہم رب المکوات والا رض کی بنائی ہوئی کھربوں کہکشاوں اور بوس تاروں، سیاروں، چاندروں، سورجوں، زمینوں اور ان سب کے درمیان لامحدود خلا اور ناقابل تصور مسافتوں کا تصور کر سکیں



تو ہمیں معلوم ہو گا کہ اس عظیم کائنات کے مقابلے میں ہماری اس زمین کی حیثیت ایک خرد بینی جوثوئے، ایک دارس سے بھی کہا تر ہے۔ یہ دارس اگر لاکھوں کی تعداد میں سمجھا ہوں تو سوئی کی نوک جتنی جگہ میں بآسانی سماستے ہیں۔

### زمین کیا ہے؟



زمین ہماری کہکشاں کا ایک اہم حصہ ہے۔ سیلائنس کی فراہم کردہ معلومات کے مطابق اس کا کل رقبہ اپنیں کروڑ انہر لامک اکیاون ہزار (19,69,51000) مرلیج میل ہے۔ اس میں سے خشکی کا رقبہ پانچ کروڑ انہر لامک کا نٹھہ ہزار (5,72,56000) مرلیج میل ہے جبکہ چھیناؤے لاکھ بانوے ہزار (13,96,92000) مرلیج میل پر سمندر پھیلا ہوا ہے۔

اس کا وزن ایک اندازے کے مطابق 6600000000000000 میڑک ٹن ہے۔ زمین اپنے مدار پر تھیس گھنٹے چھپن منٹ چار اعشار یوں سینڈ میں ایک گردش مکمل کرتی ہے۔ سورج کے گرد اس کی ایک گردش تین سو پینٹھوں دن چھ گھنٹے نو منٹ اعشار یہ چھپن سینڈز میں مکمل ہوتی ہے۔

زمین اپنے مدار پر آٹھ سو کلو میٹر (پانچ سو میل) فی گھنٹا کی رفتار سے گھوم رہی ہے جب کہ خلا میں سورج کے گرد یہ 80 ہزار کلو میٹر (چھاس ہزار میل) فی گھنٹا کی رفتار سے گردش کر رہی ہے۔ اس کی عمر کا اندازہ ساڑھے چار ارب سال لگایا گیا ہے۔ زمین سے سورج کا فاصلہ نو کروڑ چودہ لاکھ میل یعنی چودہ کروڑ چھیناؤے لاکھ کلو میٹر ہے۔ یہ فاصلہ کم زیادہ ہوتا رہتا ہے۔ لیکن عظیم ترین کائنات کے مقابلے میں زمین کا وجود نہ ہونے کے برابر ہے۔

## زمین پر ہم اور آپ:

یہ تو ہماری زمین کی حیثیت ہوئی، اس معلوم شدہ کائنات کے تناظر میں۔ بھروس و اُرس سائز زمین پر ہم اور آپ جیسے انسان کیا حیثیت رکھتے ہیں، آپ اس کا خود ہی اندازہ لگاسکتے ہیں۔ زیر و کے بعد پوائنٹ لگا کر (0.1000000) دل لاکھ لکھ دیے جائیں تو شاید مسئلہ حل ہو جائے۔ لیکن آپ غور فرمائیں کہ ہماری اس ناقابل بیان حد تک کم تر حیثیت کے باوجود اللہ رب العالمین نے ہمیں بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے میں اپنی بہترین تحقیق قرار دیا۔ ہمیں ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی عطا کی (خواہ وہ دنیا میں گزرے یا جنت یا جہنم میں) اور ہمیں زمین پر بھجنے سے پہلے اس کڑہ ارض کو اپنی نعمتوں اور ہماری ضروریات زندگی سے بھر دیا۔

”اور ہم نے آسمان سے برکت والا پانی بر سایا تو اس سے باغ (کے درخت) اگائے اور کھیت کا مائع اور لمبی لمبی کھجوریں جن کا بور باہم گھتا ہوا ہوتا ہے۔ یہ سب کچھ بندوں کو روزی دینے کے لیے (بیدا کیا) اور (پانی ہی سے) ہم نے مردہ شہر (اُقاوہ زمین) کو زندہ کر دیا اور اسی طرح (قیامت میں مردوں کو) نکلا ہو گا۔ (سورہ ق: آیت ۹۶)



باب: ۱۰

## رَبُّ الْعَالَمِينَ نَهَمِّسُ كُنْ غَمَتوْنَ سَنَوْزَا هَيْ؟

ہمارا ایمان ہے کہ اگر دنیا کے سارے سند ریسا ہی بن جائیں اور تمام درختوں سے قلم بنایے جائیں اور سارے انسان اور تمام جن مل کر اللہ تعالیٰ کی غمتوں کی فہرست مرتب کرنا چاہیں تب بھی وہ اللہ کی غمتوں کو شناسیں کر سکتے۔ زمین کی گہرائی سے لے کر آسمان کے کناروں بلکہ کائنات کے آخری کناروں تک کوئی جگہ اس کی غمتوں سے خالی نہیں اور ہر چیز کے فائدے کا رخ انسان ہی کی جانب ہے۔ مثلاً گھاس پھونس اگر چہ براہ راست انسان کے لیے نہیں ہے۔ بظاہر یہ جانوروں کا چارا ہے۔ جانور اسے کھا کر زندہ رہتے ہیں لیکن اس گھاس پھونس کا سب سے قیمتی جو ہر دودھ، گوشت اور کھال کی شکل میں انسان ہی کو ملتا ہے۔ پھر اس گھاس کی وجہ سے زمین کی سرسبزی، رنگ بدلتے موسم، آنکھوں کی تراوٹ اور مختلف ادویات کا حصول الگ۔

”خداء ہی ایسا ( قادر و توانا ) ہے جس نے سارے آسمان و زمین پیدا کر ڈالے اور آسمان سے پانی بر سیا پھر ( اس کے ذریعے ) تمہاری روزی کے واسطے ( طرح طرح کے ) پھل پیدا کیے اور کشیاں تمہارے بس میں کر دیں تاکہ اس کے حکم سے دریا میں چیلیں اور تمہارے واسطے ندیوں کو تمہارے اختیار میں کر دیا اور سورج اور چاند کو تمہارا تابع بدار بنادیا کہ سدا پھیری کیا کرتے ہیں ( یعنی کروڑوں سال سے ایک مقررہ وقت پر طلوع اور غروب ہوتے رہتے ہیں ) اور رات اور دن کو تمہارے قبضے میں کر دیا اور جو کچھ تم نے اس سے مانگا اس میں سے بقدر مناسب تمہیں دیا اور اگر تم

اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو گن نہیں سکتے۔ اس میں شک نہیں کہ انسان

بڑا بے انصاف اور نا شکر ہے۔” (سورہ ابراہیم آیت: ۳۱-۳۲-۳۳)

ہم نعمتوں کو گننے کی کوشش تو کر سکتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے کلام مجید میں یہ ضرور ارشاد فرمایا ہے کہ تمام انسان اور جن مل کر بھی میری نعمتوں کو شمار نہیں کر سکتے لیکن اس نے نعمتوں کے شمار کرنے کو منع کہیں نہیں کیا۔ جتنی نعمتیں ہم اور آپ شمار کر سکتے ہیں، انہیں شمار کرنے میں کیا حرج ہے! نعمتوں کو یاد کرنا، ان پر غور کرنا اور پھر ان پر شکر گزار ہونا تو ہماری اخلاقی ذمہ داری بھی ہے۔

”یہ اس کے بھجنے کے لیے ہے جو نعمت حاصل کرنا چاہے یا شکر گزاری کا ارادہ کرے۔“ (سورہ فرقان: آیت: ۷۷)

”اور اس لیے بھی کہ اگر تم ناشکری کرو گے تو اللہ بھی تم سے بالکل بے پرواہ ہے اور اپنے بندوں سے کفر اور ناشکری کو پسند نہیں کرتا اور اگر تم شکر (ادا) کرو گے تو وہ اسے تمہارے واسطے پسند کرتا ہے۔“

(سورہ البقرہ آیت ۷)

تو آئیے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی صرف چند نعمتوں کو گننے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگرچہ ہماری یہ کوشش ناکام ہو گی لیکن کوشش کر کے دیکھنے میں کیا حرج ہے!

سامنہ ناکام ہے:

صرف زمین پر موجود اس خالق حقیقی کی جاندار مخلوق کو میکنا لو جی کی ترقی اور جدید ترین سائنسی آلات کے باوجود کمل طور پر شمار نہیں کیا جاسکا۔ بہر حال اب تک کی تحقیقات کے مطابق زمین پر جانداروں کی ایک کروڑ سے زیادہ اقسام (تعداد نہیں) دریافت کی جا چکی ہیں جبکہ پودوں اور نباتات کی دریافت شدہ اقسام (تعداد نہیں) ساڑھے تین لاکھ سے زیادہ ہیں اور دونوں میں ہر سال سیکڑوں نئی دریافت شدہ نباتات اور سیکڑوں جانداروں کا اضافہ ہو جاتا ہے۔

”اللہ ہی نے زمین پر چلنے والے (جانداروں) کو پانی سے پیدا کیا۔ ان میں سے بعض تو پیٹ کے مل چلتے ہیں (ریگنے والے جانور) اور بعض ایسے ہیں جو دوپاؤں پر چلتے ہیں (مثلاً انسان اور پرندے) اور بعض ان میں سے چار پاؤں پر چلتے ہیں (یعنی چوپائے) اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔“ (النور: آیت ۲۵)

پھر یہ نرم و گداز، سخت اور پتھر میں زمین، بزرخیز مٹی، دھاتیں، معدنیات، مختلف اقسام کی گیسیں، پھر ان دھاتوں، معدنیات اور گیسوں میں ایک دوسرے سے اختلاط کی صلاحیت اور ان کے باہم جانے سے دوسری معدنیات، دھاتوں، گیسوں اور لامعاد داشتیاء کا ظہور۔  
”کیا تم نے اس بھی غور کیا ہے کہ یقیناً اللہ ہی نے آسمان سے پانی بر سایا۔ پھر ہم (اللہ) نے اس (کے ذریعے) طرح طرح کے رنگوں کے پھل پیدا کیے اور پہاڑوں میں قطعات ہیں جن کے رنگ مختلف ہیں۔ کچھ تو سفید اور کچھ حلال اور کا لے سیاہ (معدنیات)۔“

(سونہ قاطر: آیت ۷۴)

آپ اس وقت کہیں بھی ہوں ذرا اپنے چاروں طرف نظر دوڑا یجے۔ کیا آپ کو حد نظر تک کوئی ایسی شے نظر آتی ہے جو انسان نے پیدا کی ہو۔ نظر آنے والی ہرشے ہمیں زمین ہی سے حاصل ہوئی ہے۔ ہر چیز کبھی زمین میں تھی، آج وہ کسی اور شکل میں آپ کے سامنے ہے اور آپ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔

پھر لامعاد غیر مرئی طاقتیں، مختلف ستاروں سے خارج ہونے والی شعاعیں، سورج کی تو انائی المراواں یہ ریز، ریڈ یا بیلہ ریز، الگایٹا بہریں، ایکس ریز، لتنی اجنس، کتنے پھل، حلال جانوروں کا غذائیت سے بھر پور گوشت۔

”کیا ان لوگوں نے اس پر غور نہیں کیا کہ ہم نے ان کے فائدے کے لیے

چوپائے اس چیز سے پیدا کیے جئے ہماری ہی قدرت نے بنایا۔ یہ لوگ  
(خواہ مخواہ) مالک بن گئے۔” (سورہ یس: آیت ۱۷)

سمندروں سے حاصل ہونے والی غذا میں، ٹھیکیات، نمکیات اور لاکھوں غذائیت بخش اجزاء  
”وہی تو وہ (اللہ) ہے جس نے دریاؤں (اور سمندروں) کو بھی تمہارے  
قبضے میں کر دیا تاکہ تم اس میں سے (محبیلوں) کا تازہ گوشت کھاو۔  
(سورہ انخل: آیت ۱۲)

طرح طرح کے لباس، آرام دہ جوتے، تیز رفتار سواریاں، گرمی اور سردی سے بچنے کے جدید  
ساز و سامان۔

”اور اس نے تمہارے کپڑے بناۓ جو تمہیں (سردی) اور گرمی سے محفوظ  
رکھ سکیں۔” (سورہ ق: آیت ۶)

یہ سب اللہ ہی نے تو پیدا کیے ہیں اور انسان کو ایسی صلاحیتیں دیں کہ وہ ان سب نعمتوں سے  
استفادہ کر سکے۔

یہ نیلکوں آسمان جو کہ زمین پر رہنے والوں کو سخت سردی اور سخت گرمی اور خلا سے گرنے  
والے شہاب ثاقب اور برتنی ذرات سے محفوظ رکھتا ہے۔

”اور ہم نے آسمان کو تکھارے لیے چھٹ بنایا جو ہر طرح سے محفوظ ہے۔“  
(سورہ انبیاء: آیت ۳۲)

طرح طرح کی ہوا میں، بادل اور گھٹائیں، موسلا دھار بارشیں، آسمانی بجلی، دھنک، شفق،  
گھنٹے بڑھتے سائے۔

”کیا ان لوگوں نے اپنے اوپر آسمان پر نظر نہیں ڈالی کہ ہم نے اسے کیوں  
کر بنا لیا اور اسے (کیسی) نہ نیست دی۔“ (سورہ ق: آیت ۶)

نوٹ: زمین کے اوپر موجود فضا کو سات حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ زمین سے قریبی حصے کو تروپوسfer  
(TROPOSPHER) کہا جاتا ہے۔ یہ نیٹنی کرہ خط اس تو اپر اخبارہ کلیمیر اور قطبیں پر آٹھ کلومیٹر دیز ہے۔ اس

سے اوپر کی فضا اسٹار ٹوسفیر STARTOSPHERE کھلاتی ہے۔ یہ اسی (80) کلومیٹر دیزیز ہے۔ اوزون کی خانقی تجہیہ اسی میں پائی جاتی ہے۔ اس کے بعد آئی نو سفیر IONOSPHERE ہے۔ شہاب ثاقب اسی جگہ جلا شروع ہوتے ہیں۔ زمین کی سطح سے پانچ سو میل اور اوپر ایکسو زفیر EXOSOSPHERE ہے۔ یہاں ہوا کی مقدار بہت کم ہوتی ہے۔ اس کے بعد دوسری تینیں ہیں۔ پھر لامباد و غلامشوئے ہو جاتا ہے۔ ہوا کی زیادہ تر مقدار اس طبق زمین سے قریبی فضا ٹروپوسفیر میں پائی جاتی ہے۔ اس جگہ تیسرا جن (78 فٹ صد) آسٹین (21 فٹ صد) کا ربن ڈائی آسٹین ڈیز، آر گن اور بعض دوسری گیسیں بہت معمولی مقدار میں پائی جاتی ہیں۔ انھی گیسوں میں حرکت سے زمین پر موسم بدلتے ہیں، بارشیں برستی ہیں، پیڑاگتے ہیں اور پھل لگتے ہیں۔

یہ رنگ بدلتے موسم، آگ، روشی، تاریکی، سائے، چاندنی اور دھوپ، ہزانوں سے بھرے سربہ فلک برف پھاڑا، دریا اور، سمندروں اور جھیلوں کی سطح سے اٹھتا، آہمان سے برستا میدانوں میں بہتا اور برف کی صورت پھاڑا، پرانوں کے لیے استھونا ہوتا آب حیات۔

”(اے رسول) تم کہہ دو کہ بھلادیکھو تو کہ اگر تمہارا پانی زمین کے اندر (زیادہ گہرائی میں) چلا جائے تو کون ایسا ہے جو تمہارے لیے پانی کا چشمہ بھالائے۔“ (سورہ ملک: آیت ۳۲)

دریا، ندی، نالے، چستانوں سے پھوٹتے چشے، یہ جہاگ اڑاتا بحرخ خار جو خلکی سے تین گناہدا ہونے کے باوجود اپنی حدود میں مقید ہے۔

نوٹ: سمندر زمینی حیات کی بقا میں مرکزی کروار ادا کرتے ہیں۔ انھی کی وجہ سے موسم بدلتے ہیں، میٹھے پانی کی فراہمی انھی کے ذریعے ہوتی ہے۔ سمندر مختلف ملکوں اور بڑے اعظموں کے درمیان سفر میں بھی بڑا بینایی کردار ادا کرتے ہیں۔ انھی کی سطح پر تیرنے والے چند خلیوں پر مشتمل پلانکتون (PLANEKTON) نامی خرد یعنی جاندار کرہ ارض کی آسٹین کی ضروریات کی زیادہ تر مقدار تیار کرتے ہیں۔

یہ دل آؤ یہ مناظر، محیتوں کی ہر یا لی، باغوں کی مہکار، دنیا میں آسٹین بھیلاتے اور مضر صحت گیس کو جذب کرتے ہزاروں اقسام کے پڑتے۔

”بھلادیکھو تو جو کچھ تم بوتے ہو۔ کیا تم لوگ اسے اگاتے ہو یا ہم اگاتے ہیں۔“ (سورہ واقعہ: ۵۸۵۹)

میدانوں کی خوشبو، صحرائوں کا سکوت، شہروں کا شور، صبح کاذب کا نور، صبح صادق کا اجالاً دھنک  
کے رنگ۔

”سورج کی قسم اور اس کی روشنی (کی) اور چاند کی (قسم) جب اس کے  
پیچے نکلے اور دن کی (قسم) جب اسے چکا دے اور رات کی جب اسے  
ڈھانک لے اور آسمان کی قسم اور جس نے اسے بنایا اور زمین کی (قسم)  
جس نے اسے بچایا۔ (سورہ الحمس: آیات ۱-۶)

ہواوں کی سر را ہٹ پھولوں کی مسکراہٹ پرندوں کی چکار، گھنی بیلوں کے سائے دریاؤں کے  
کنارے، سمندروں کے خزانے، آسمانوں کی وسعتیں، اوزوں کی تہہ، زمین کو یکروں میل تک گھیرے  
ہوئے مختلف گیسوں کا سمندر۔

”ہواوں کی قسم جو (پہلے) چھپتی ہیں پھر زور پکڑ کر آندھی ہو جاتی ہیں  
اور بادلوں کو ابھار کر پھیلا دیتی ہیں پھر انھیں چھاڑ کر جدا کر دیتی ہیں۔“  
(سورہ المرسلات: آیت ۱-۲)

اور کشش ثقل جس کی وجہ سے خلا سے گرنے والے تابکاری ذرات زمین تک پہنچنے سے پہلے ہی  
جل کر را کھہ ہو جاتے ہیں اور جس کی وجہ سے ہم زمین پر قدم بجا کر چلتے ہیں۔

”جو (چیز/وقت) اس میں داخل ہوتی ہے اور جو (چیز) اس سے لکھتی ہے  
اور جو چیز آسمان سے نازل ہوتی ہے اور جو اس کی طرف چڑھتی ہے سب  
اسے معلوم ہے۔“ (سورہ الحمد: آیت ۳)

زمین کی یہ کشش ثقل اگر ایک لمحے کو ختم ہو جائے تو اگلے ہی لمحے زمین پر موجود انسان، حیوان،  
عمارتیں، بیڑے، پودے، پانی، چمند پرند، بادل، بارشیں، ہوا میں دنیا کی ”پسر پاورز“ اور ان کے ایئمی  
پناخوں سمیت ہر شے زمین سے اٹھ کر یکراں خلاء میں کہیں غائب ہو جائیں۔

”ہم نے تم لوگوں میں موت کو مقرر کر دیا ہے اور ہم اس سے عاجز نہیں کہ

تمہارے ایسے لوگ بدل ڈالیں اور تم لوگوں کو اس (صورت یا عالم) میں

پیدا کر دیں جسے تم بالکل نہیں جانتے۔“ (سورہ واقعہ: آیت ۶۱)

آخر شب کی برکتیں.....

”اور رات کی قسم جب ختم ہونے کو آئے اور صبح کی قسم جب روشن ہو

جائے۔“ (سورہ تکویر: آیات ۱۷-۱۸)

شام کے سنائے، دن کے ہنگامے، آغوش مادر کی گری، باپ کا سایہ، بچوں کی قلقاریاں یہ رشتے اور محبتیں، یہ چاہتیں اور شفقتیں، روشن ہوا درمکان، تیز رفتار ذراائع فلقل و حمل۔

”اور (اس نے) گھوڑوں خچروں اور گدھوں کو (پیدا کیا) تاکہ تم ان پر سوار ہو سکو اور اس میں تمہاری (زینت) بھی ہے (وہ) اور چیزیں سواریاں (بھی) پیدا کرے گا جنہیں (ابھی) تم نہیں جانتے۔“ (سورہ ٹل: آیت ۸)

مواصلات کے جدید نظام، کروڑوں لاہبریاں، علی درس گاہیں، بیماریوں کے لیے لاکھوں دوا میں، علاج کے ہزاروں طریقے، تدریس اور تحقیق کے ادارے، دوسرے سیاروں تک رسائی رکھنے والے خلائی سامنی ادارے۔ یہ تمام اشیاء اللہ جل شانہ کی عطا کردہ نعمتیں ہیں جو آج کے دور کے انسان کو بآسانی دستیاب ہیں یادہ ان سے کسی نہ کسی طرح مستفید ضرور ہوتا ہے۔

### ہر شے کا خالق و مالک صرف اللہ ہے:

پھر اللہ نے دنیا میں بے حد و حساب رنگ پیدا کیے اور ہمیں آنکھیں دیں۔ اس نے ناقابل شمار آوازیں اور سنائے پیدا کیے اور ہمیں ساعتیں عطا کیں۔ اس نے لاتعداد ذائقے ایجاد کیے اور ہمیں قوت ذائقہ سے نوازا۔ اس نے بے شمار خوبیوں سے دنیا کو مہکایا اور ہمیں سو نگھنے کے قابل بنایا۔ اس نے لاتعداد لمحے پیدا کیے اور ہمیں محسوس کرنے کی استعداد عطا کی۔ اگر وہ ایک چیز پیدا کرتا اور دوسری ہمیں نہ دیتا، مثلا رنگ ہوتے اور بصارت نہ ہوتی، آنکھیں اور اشیاء موجود ہوتیں

لیکن روشنی نہ ہوتی یا آوازیں اور کان تو ہوتے لیکن ہوانہ ہوتی جو آوازوں کو ہمارے کافیوں تک پہنچاتی ہے، تو ہم کیا کر سکتے تھے!

### رشتوں کی زنجیر اور مناسبتیں:

ماہرین حیاتیات کہتے ہیں کہ دنیا میں ہر مخلوق دوسری مخلوق سے رشتوں کی ایک آن دیکھی زنجیر میں بندگی ہوئی ہے۔ ہر مخلوق خود زندہ رہنے کے ساتھ ساتھ دوسروں کے لیے سامان زندگی فراہم کرتی ہے۔ مثلاً انسان جونہاً میں استعمال کرتا ہے۔ ان کی کیمیائی ساخت اس طرح کی ہے کہ انسان کا جسم انہیں بآسانی استعمال کر سکے اور جزو بدن بنائے۔ اس طرح خود انسان کے تمام اعضاء ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہونے کے ساتھ ساتھ بیرونی چیزوں سے بھی ہم آہنگی کا رشتہ رکھتے ہیں۔ اگر انسانی جسم کو کسی اور خدا نے بنایا ہوتا اور دوسری اشیاء کو کسی دوسرے خدا نے خلق کیا ہوتا تو انسانی آنکھ اور دماغ کے لیے ممکن نہ ہوتا کہ چیزوں کو اس شکل میں دیکھ یا سمجھ سکے جیسی کوہہ ہیں۔



رب العالمين دعا اور لسان

باب: ۱۱

## انسان، ایک زندہ معجزہ

یوں تو اللہ کی ہر خلوق اس کی انوکھی، اچھوتی اور عقل کو ششدرا کر دینے والی تخلیق ہے لیکن انسان کو اللہ تعالیٰ نے اشرف الخلائقات کہا اور اسے تمام خلائقات پر فضیلت عطا کی۔ امیر المؤمنین حضرت علیؑ ابن طالب نے فرمایا کہ انسان کے جسم کے عالم اصغر میں ایک عالم اکبر پچھا ہوا ہے۔ تو آئے! پہلے ان فتمتوں پر ایک طرز انتظار الیں جن کی مدد سے ہم اپنے ارد گرد موجود اللہ تعالیٰ کی ناقابل شمار فتمتوں سے استفادہ کرتے ہیں اور جو کم و بیش ہر انسان کے پاس موجود ہیں۔ یاد رہے کہ یہ تمام نعمتیں انسان کو مفت اور بے مانگے طلبی ہیں۔

آپ غور کریں کہ جو ماں کے مانگے اتنی عظیم الشان نادر و نایاب، لاتعداد بے شمار نعمتیں اپنے بندوں کو دے سکتا ہے وہ مانگنے والوں کو کیا کچھ عطا نہیں کرتا ہوگا!

### سوکھر ب خلیوں سے بنا ہوا انسان:

انسان کی جسمانی ابتداء ایک خلیہ (CELL) سے ہوتی ہے۔ یہ اتنا چھوٹا ہوتا ہے کہ اسے دیکھنے کے لیے طاقتور خروجیں کی ضرورت پڑتی ہے۔ ایک بالغ انسان ایسے ہی سوکھر ب خرد بینی خلیوں کا مجموعہ ہوتا ہے۔

یعنی دنیا کی موجودہ آبادی سے سترہ ہزار گناہ زیادہ آبادی خود ہر انسان کے اندر موجود ہے۔ جتنی دیر میں آپ ایک مرتبہ پلک جھکتے ہیں اتنی دیر میں کروڑوں خلیے اپنی زندگی پوری کر کے مر جاتے ہیں لیکن اتنی ہی دیر میں کروڑوں نئے خلیے پیدا ہو جاتے ہیں۔ مثلاً جلد کے خلیے ہر دس گھنٹے بعد نئے پیدا ہوتے ہیں اور ہر ستائیں دن کے بعد ہماری کھال مکمل طور پر تبدیل ہو جاتی ہے۔

اسی طرح خون کے دس لاکھ سرخ خلیے ہر منٹ میں اپنی مدت حیات مکمل کر کے مر جاتے ہیں، مگر اسی مدت میں دوسرے دس لاکھ خلیے پیدا ہو جاتے ہیں۔ ہمارے تمام اعضاء پورا جسم اسی "خلقوق" یعنی خلیوں سے بنائے ہوئے اور یہی خلیے پورے جسم کو نہ صرف زندہ رکھتے ہیں بلکہ اسے ہر لمحے ایک نئی زندگی عطا کرتے رہتے ہیں۔

یہ تمام خرد بینی وجود اپنی اپنی عیلحدہ شناخت رکھتے ہیں اور اپنی یچیدہ و پُر اسرار ذمہ دار یوں سے بہ خوبی واقف ہوتے ہیں۔

یہ ہمارے جسم میں مختلف اقسام اور گروپس کی شکل میں رہتے ہیں اور ہماری صحت اور زندگی کو برقرار رکھنے کی عظیم ذمہ داری کو سرانجام دیتے رہتے ہیں۔ یہ خلیے اللہ کی خلوق ہیں اور اشرفت الحلوقات کی تشکیل کرتے ہیں۔

### ہر خلیے میں ایک ہزار تو انائی گھر:

ان میں سے ہر خلیہ اللہ کی شان خلافت کا محیر العقول نمونہ ہوتا ہے۔ ہر خلیے پر اس کا DNA حکمرانی کرتا ہے اور DNA پر غالباً روح حکمراں ہوتی ہے۔ ہر خلیے میں زندہ رہنے کے لیے تو انائی پیدا کرنے والے ایک ہزار تو انائی گھر ہر لمحہ معروف رہتے ہیں۔ ہر خلیے میں چھ سو خامرے (اینڈرائیم) ہوتے ہیں۔ خامروں کو آپ کیمیا دانوں کی ایک ٹیم سے تشہید دے سکتے ہیں۔ یہ ہضم شدہ کھانے کے مختلف اجزاء کو ایک یچیدہ کیمیائی عمل سے گزار کر اسے آپ کے جسم کا حصہ بناتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہر خلیے میں آب رسانی، نکاسی، امپورٹ، ایکسپورٹ، سیکورٹی و فاقع اور کیونی کیش کے ایسے "جدید ترین" نظام کام کرتے ہیں جن کے آگے آئندہ صدیوں کے سائنس دانوں کی عقلیں بھی محوجہ رہیں گی۔

"عنقریب ہم انہیں اپنی نشانیاں دکھائیں گے۔ آفاق میں بھی اور خود ان

میں بھی۔ یہاں تک کہ ان پر واضح ہو جائے گا کہ یقیناً وہی حق ہے۔"

(سورہ حم المجدہ)

## ہر خلیے میں ایک دنیا:

ہر خلیے کے نئے سے وجود میں ایک دنیا آباد ہوتی ہے۔ ہر خلیے کو زندہ رہنے کے لیے آسیجن، پانی، حیاتین، گلوکوز، معدنیات، کاربوہائیڈریٹس، امازوایسٹریٹز پروٹین، دھائقوں اور بے شمار دوسرے اجزاء ان اجزاء کے الگ الگ تناسب اور مقدار کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ تمام اشیاء جسم کی دنیا اور خلیوں کی دسترس سے بہت دور ہوتی ہیں۔ ان کھرب ہا کھرب خلیوں کو ”رزق کی فراہمی“ دنیا کے تیز رفتار ترین سپلائی سسٹم سے لاکھوں گناہ یادہ جدید اور بر ق رفتار نظام کے ذریعے ہوتی ہے۔

## رزق کی فراہمی:

اپنی اس مخلوق کو اس کے دروازے تک رزق پہنچانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے جیلان کن انتظامات کیے ہیں۔ قدرت کے اس سپلائی سسٹم میں 25 ارب سے زیادہ کارکن شب رو ز کام کرتے ہیں۔ یہ کارکن خون کے سرخ خلیے ہیں۔ خون کے سرخ خلیے دل سے پہپ ہونے کے بعد صرف ڈیڑھ منٹ میں جسم کی تقریباً پچھتر ہزار میل بھی خون کی چھوٹی بڑی نالیوں سے گزر کر ایک ایک عضو اور ایک ایک خلیے کو اس کی مطلوبہ خواراک پہنچاتے رہتے ہیں اور وہ اپسی کے سفر میں یہی سرخ خلیے جسم کے ہر خلیے کی استعمال شدہ خواراک کے فضلے (کاربن ڈائی آسیئنڈ) کو اپنے ساتھ سمیٹ کر اسے متعلقہ اعضاء (پیچیروں، ہجر، گردوں اور مثانے) تک پہنچادیتے ہیں جہاں سے یہ فاسد مادے جسم سے باہر خارج کر دیے جاتے ہیں۔

خون کے سرخ خلیے صرف کاربن ڈائی آسیئنڈ کو نکالتے اور تازہ آسیجن کو جسم کے خلیوں تک پہنچاتے ہیں۔ دوسرے فاضل ماڈے خون کے پلازما کے ذریعے جسم سے خارج ہوتے ہیں۔

سرخ خلیوں کا یہ پچھتر ہزار میل لمبا سفر نوے سینکڑ میں مکمل ہو جاتا ہے۔ رزق کی فراہمی کا یہ سلسلہ انسان کی پیدائش سے بھی پہلے شروع ہوتا ہے اور اس کی آخری سانس تک جاری رہتا ہے لیکن انسان اگر اپنی ہر سانس کے ساتھ صرف ایک نعمت کا شکر ادا کرنا چاہے تو اپنی آخری سانس تک ادا نہیں کر سکتا۔

## خون کی نالیوں کی لمبائی:

خلیوں کو روزنگ پہنچانے والی پاپک لائن (خون کی نالیوں) کی لمبائی کا اندازہ اس طرح کیا جاسکتا ہے کہ اگر خون کی ان تمام شریانوں اور دریزوں کو سیدھا کر کے ایک لائن میں رکھا جائے تو ان کی لمبائی اتنی ہو گی کہ پورے کردہ ارض کے گرد انہیں تین مرتبہ گھمایا جاسکتا ہے۔ گندے خون کو دل تک لے جانے والی شریانوں میں ایسے ”والو“ ہوتے ہیں جن کی وجہ سے خون کا ٹریک صرف وہن وے چلتا ہے۔

خون کے سرخ خلیوں کی عمر چار میٹنے ہوتی ہے۔ خون کے مردہ خلیے گجر (LIVER) میں دوبارہ استعمال میں لائے جاتے ہیں۔ ان کے ایک حصے سے صفراء (BILE) تیار کیا جاتا ہے جسے آنسیں غذا میں موجود چکنائی کو قابلِ ہضم بنانے کے لیے استعمال کرتی ہیں۔ باقی مردہ خلیوں سے دوبارہ نئے سرخ خلیے وجود میں آ جاتے ہیں۔

## ہر لمحے موت، ہر لمحے زندگی:

ہمارے جسم کے اندر ہر لمحے زندگی اور موت کا کھیل جاری رہتا ہے۔ تین پہنچتیں سال کے بعد روزانہ دماغ کے ایک ہزار خلیے مرجاتے ہیں۔ جلد کے لاکھوں خلیے صرف ہاتھوں کو گڑھنے، نہانے اور کپڑے پہنچنے کے دوران جسم سے جدا ہو جاتے ہیں۔ لاکھوں خلیے ہر لمحے اپنے طبعی عروکو پہنچ کر ختم ہو جاتے ہیں مگر انسان اپنے جسم میں جاری زندگی اور موت کے ان واقعات سے بے خبر ہی رہتا ہے کیوں کہ جتنے خلیے مرتے ہیں اتنے ہی نئے خلیے اس عرصے میں پیدا ہو چکے ہوتے ہیں (سوائے دماغ کے خلیوں کے) اگر خلیوں کی پیدائش کا یہ سلسلہ رک جائے انسان شاید چند ہی نوں میں مشبی خاک کی مانند ہو امیں تحلیل ہو جائے۔

## لفظ ”گن“ کی گونج:

اگر یہ کہا جائے تو بے جانہ ہو گا کہ انسان کی پیدائش ابھی رکی نہیں ہے۔ عمل مسلسل جاری ہے اور تکمیل کے مرحلے تک جاری رہے گا۔ جس طرح اللہ رب العالمین کے لفظ ”گن“ کی گونج پوری

کائنات میں ابھی تک پہلی رہی ہے اس طرح یہ گونج ہر انسان کے جسم کی دنیا میں بھی ایک مدت تک پہلی رہے گی۔

انسان عام طور پر عقل و شعور آنے کے بعد ہی اللہ کی نعمتوں کا کسی قدر دراک کرتا ہے اور ان نعمتوں سے بے خبر رہتا ہے جو اس کے دنیا میں آنے سے پہلے ہی اسے ملنا شروع ہو جاتی ہیں۔ آئیے ان نعمتوں کا مختصر سارا جائزہ لیں جن کے بغیر ہمارا اس دنیا میں آنا ممکن ہی نہیں تھا۔



باب: ۱۲

## ہماری پیدائش سے پہلے

### ہم پر اللہ کے احسانات اور اس کی ربوبیت

جب دو افراد یعنی میاں یہی شادی کے بندھن میں بندھ جاتے ہیں تو فوری طور پر ان کے دلوں میں اولاد کی تمنا پیدا ہوتی ہے اور جیسے ہی امید بندھتی ہے تو گھر کے سب افراد کے چہروں پر خوشیاں بکھر جاتی ہیں کہ ایک نخاماں مہمان گھر میں آنے والا ہے۔ یہ لوگ ماں کا خیال رکھنے لگتے ہیں۔ ماں کو شکریتی ہے کہ اچھی غذا کھائے تاکہ آنے والا مہمان صحت مند اور خوب صورت پیدا ہو۔ انسان ابھی ماں کے پیٹ میں ایک لمحہ کی ماندہ ہوتا ہے کہ دنیا میں اس کے لیے اچھے سے اچھا بابس تیار ہو جاتا ہے گھر کے سب افراد دعا کرتے ہیں کہ آنے والا نازل، صحت مند، طویل عمر اور نیک خصال کا مالک ہو۔

#### قدرت کی نشانیاں:

رحمہ مادر میں انسان کی تخلیق بھی قدرت کا عقل کو ششد کر دینے والا مجرہ ہے۔ مختصر آیہ کہ ماں اور باپ کے 23+23 کروموزم کے ملáp سے ایک نیا خلیہ وجود میں آتا ہے۔ ایک نئی زندگی کی ابتداء ایک نئے انسان کے عدم سے وجود میں آنے کا آغاز۔ یہ نیا خلیہ وجود میں آتے ہی اپنی جیسی کاپیاں ہنانا شروع کر دیتا ہے۔ ایک سے دو، دو سے چار پھر آٹھ، سولہ، بیس، چونٹھے اس طرح نوماہ یا اس سے کم مدت میں ایک مکمل نیا انسان وجود میں آ جاتا ہے۔ یہ ”نخاماں انسان“ بچاں کھرب خلیوں کا جمجمہ ہوتا ہے۔

”اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے یہ بھی (ایک حیران کن نشانی) ہے

کہ اس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا۔ پھر یا کیا یک تم آدمی بن کے چلنے پھرنے لگے۔ (سورہ الروم: آیت ۲۰)

### بے شمار نادیدہ معلومات اور پروگرام:

ہر خلیے کے اندر قدرت کا ایک اور حیران کن مجذہ اس کا DNA ہوتا ہے۔ یہ (DEOXY RIBONUCLEIC ACID) DNA کا مخفف ہے۔ DNA خلیے میں ایک دوسرے پر لپٹنی ہوئی دو ڈوریوں کی مانند ہوتا ہے۔ بچے کے مستقبل کے لامحدود امکانات، ناقابل شمار اطلاعات، معلومات اور پروگرام اسی DNA میں اسٹور ہوتے ہیں۔ مثلاً بیماریاں، مزاج، کردار، خصوصیات، ماں، باپ، نانا، نانی، اور دادا، دادی کی جانب سے ملنے والی خصوصیات۔ قد و قامت، جلد، بالوں اور آنکھوں کا رنگ، یہ معلومات و پروگرام کو ذر کی شکل میں DNA پر موجود ہوتے ہیں۔ اگر ایک انسان کے جسم سے DNA کے تمام دھاگوں کو نکال کر ایک لائن میں رکھا جائے تو ان کی لمبائی زمین اور چاند کے درمیانی فاصلے سے کافی ہزار گناہ زیادہ ہو گی۔

### اللہ کی شانِ خلاقت اور بچے کی صورت گری:

بچے کے جسم میں اعضاء کی تیاری، بنادٹ، تغیر، تنصیب، کارگردگی، برسوس کوائٹی، نشوونما کی رفتار، ٹوٹ پھوٹ کی صورت میں مرمت، بیماریوں کی صورت میں جسم کی دفاعی صلاحیت، یہ سب تفصیلات ہر خلیے کے DNA پر موجود ہوتی ہیں۔ مثلاً جسم کا سب سے اہم ”کیمیکل پلانٹ“ یعنی جگر کس طرح ڈیزائن ہوگا، یہ کب مکمل ہوگا، جسم کے کس حصے میں لگے گا اور کب کام شروع کرے گا اور اسے کس طرح، کب اور کہاں استعمال کیا جائے گا، اس کی تغیر کے لیے کس قسم کا خام مال در کار ہوگا، یہ خام مال کہاں سے کتنا اور کس طرح حاصل کیا جائے گا، یہ سارا پروگرام اور اس کا بلوپرنٹ یعنی نقشہ DNA پر موجود ہوتا ہے۔ DNA کو آپ آر کینٹیکٹ سے تشبیہ دے سکتے ہیں جس کا کام عمارت کی تغیر سے پہلے عمارت کا نقشہ یا بلوپرنٹ تیار کرنا ہوتا ہے۔

## خلیے کے اندر حیران کن انتظامات:

خلیے میں انجینئر کا کام RNA یعنی RIBO NUCLEIC ACID سر انجام دیتا ہے۔ RNA کوڈز کی شکل میں DNA پر موجود بلو پرنٹ ”پڑھتا“ ہے اور DNA کی زیر نگرانی تغیر کا ابتدائی کام شروع کرتا ہے۔ مثلاً سب سے پہلے وہ ایک پروٹین کی تیاری شروع کرتا ہے۔ اس مقصد کے لیے اسے اماںواںڈ کے مختلف اجزاء کو جمع کرنا ہوتا ہے۔

RNA کے ماتحت ایک خلیے میں چھ سو ایکڑ امگز (خامرے) کام کرتے ہیں۔ یہ خامرے خلیے کے کیمیا دان کھلاتے ہیں۔ یہ خود تبدیل ہوئے بغیر غذائی اجزا میں ایسی کیمیائی تبدیلیاں پیدا کرتے ہیں کہ وہ غذا انسانی جسم کا حصہ بن جاتی ہے۔ مثلاً مان نے اگر مچھلی کا نکٹرا کھایا ہے تو اسی زامگز اس نکٹرے سے پروٹین حاصل کرتے ہیں۔ پھر وہ اس پروٹین میں اماںواںڈ کی ترتیب بدل کر انہیں دوسرا ترتیب میں منظم کر دیتے ہیں۔ ترتیب کی اس تبدیلی سے مچھلی کا گوشت انسانی گوشت بن جاتا ہے۔ یہ پروٹین ممکن ہے پچھے کے دل کا پٹھابنے میں استعمال ہو یا انگشت شہادت کو حرکت کے قابل بنانے والے پٹھے میں کام آئے لیکن یہ جہاں بھی استعمال ہوگی، DNA کے اندر موجود نقشے اور پہلے سے طے شدہ پروگرام ہی کے مطابق RNA کے احکامات کے تحت استعمال ہوگی۔

”وَهِيَ تَوْهُهُ (اللَّهُ) ہے جو مان کے پیٹ میں تمہاری صورت جیسی چاہتا ہے  
بناتا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبد نہیں (وَهِيَ هر چیز پر) غالب اور (دانائے  
مطلق) ہے۔“ (سورہ آل عمران۔ آیت ۶)

رحم مادر میں قدرت کا ایک اور بھوج پلاسینٹا (PLACINTA) نامی ٹیشو جسم کے باقی تمام ٹیشووں (بافتون) سے کہیں زیادہ چیچیدہ، پر اسرار اور حیران کن خصوصیات کا حامل ہوتا ہے۔ جیسے ہی رحم مادر میں پچھے کی تخلیق کی ابتداء ہوتی ہے تو یہ ٹیشو فوراً کام شروع کر دیتا ہے۔ ایکٹو (تحرک) ہونے کے بعد اس کا وزن دو پونڈ، رنگ سرخ اور سائز سات انچ کے قریب ہو جاتا

ہے۔ جیران کن بات یہ ہے کہ جب تک نوزائیدہ پچھر مادر میں رہتا ہے اس وقت تک یہ شیشون پچ کے لیے وہ تمام پیچیدہ کام سرانجام دیتا ہے، جو انسان کے پیچھوے نے جگر، گردے معدہ اور آنتیں انجمام دیتی ہیں۔

### اللہ کی ربو بیت پچ کے پیدا ہونے سے پہلے:

رحم مادر میں موجود گوشت کا ایک لوٹھڑا اپنی غذا کی فراہمی اور رزق کی دستیابی کے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتا لیکن اس کا رب، اس کا رزق بلا مانگئے، بلا کاوت، بلا معاوضہ، ہر لمحے اس تک پہنچتا رہتا ہے۔ یہ دونی دنیا سے پچھے تک رزق کی فراہمی ایک پاسپ لائن کے ذریعے ہوتی ہے۔ یہ پاسپ لائن پانچ انچ سے لے کر چارفت تک لمبی ہو سکتی ہے۔ اسے ”آنول نال“ کہا جاتا ہے۔ آنول نال دو شریانوں (ARTERIES) اور ایک دریڈ (VEIN) پر مشتمل ہوتی ہے۔ یہ دریڈ (VEIN) ماں کے خون میں موجود زندگی بخش اجزاء مثلہ وٹائز، آس سیجن، معدنیات، کاربوہائیڈ ریٹس اور اماں سوائیڈ وغیرہ کو پچھے تک پہنچاتی ہے۔ پچھے کا جسم ان اجزاء کو استعمال کرتا ہے اور ان کا فضلہ شریانوں (ARTERIES) کے ذریعے پچھے کے جسم سے نکل کر پلاسینٹا (PLACENTA) نامی شیشو میں چلا جاتا ہے جہاں سے یہ ماں کے خون میں تخلیل ہو جاتا ہے۔ بعد میں ماں کا جگر، گردے اور پیچھوے اس فضلے کے مختلف اجزاء کو مختلف انداز سے ماں کے جسم سے خارج کر دیتے ہیں۔

### ماں اور پچ کا خون:

بچا اگر چہ اس تمام عمر سے میں ماں کے خون ہی کے ذریعے زندہ رہتا ہے لیکن جیران کن بات یہ کہ پچ کا خون، ماں کے خون میں شامل نہیں ہو پاتا اور ماں کا خون پچ کے خون میں شامل نہیں ہوتا۔ اگر ماں اور پچ کا خون ایک دوسرے میں شامل ہو جائے تو یہ حادثہ ماں اور پچ دونوں کے لیے جان لیوا ثابت ہو گا۔

ماں کے پیٹ میں آرام سے رہنے والا بچہ دھیرے دھیرے روپ بدلتا رہتا ہے۔ باہر کی دنیا میں جو غذا نہیں موجود ہوتی ہیں ان کا لطیف ترین جزو ماں کے خون کے ذریعے بے مانگ اس تک

پہنچا رہتا ہے۔ (یہ پچھ جب براہوتا ہے تو ہر وقت رزق کے لیے پریشان رہتا ہے اور یہ بھول جاتا ہے کہ جب وہ گوشت کا ایک لوگھڑا تھا تب بھی اللہ کے حکم سے اس کی ضرورت کی ہر چیز اس تک پہنچتی رہتی تھی۔)

### دنیا میں نئے انسان کی آمد اور استقبال:

پیدائش کا وقت قریب آتا ہے تو سارے خاندان والے جمع ہو جاتے ہیں۔ چھوٹے بڑے سب اس کے استقبال کی تیاریاں کرنے لگتے ہیں۔ بہترین اسپتال، تجربہ کارڈ اکٹریز، آرام دہ سواریاں، جدید ترین آلات، دوا میں لباس، روشنی، ہوپ، مناسب گری اور سردی، محفوظ گھر، دیکھ بھال کرنے والے، خیال رکھنے والے، سب کے سب پہلے ہی سے اس کے استقبال کے لیے موجود ہوتے ہیں۔

بچہ دنیا میں آتا ہے تو دنیا کی سب سے نایاب غذا اس کے لیے پہلے سے تیار ہوتی ہے جو ماں کی محبت کی گری سے ہمیشہ تازہ بہ تازہ رہتی ہے۔ وہ ایک VIP کی مانند دنیا میں آتا ہے۔ ہر معاملے میں اسے ترجیح دی جاتی ہے۔ اس کی ڈیماںڈ سب سے پہلے پوری کی جاتی ہے۔ پیدائش کے وقت بے شمار نعمتیں اس میں ”بلث ان“ ہوتی ہیں۔ جن میں سے چند یہ ہیں۔

### پیدائش کے وقت مفت اور بے مانگ ملنے والی نعمتیں:

غذا حاصل کرنے اور اسے استعمال کرنے کی صلاحیت، اپنی طرف متوجہ کرنے کی صلاحیت، دل، دماغ، عقل، حافظ، نیسان (بھول جانے کی صلاحیت) کھو پڑی، آنکھ پکیں، ناک، کان، ہونٹ، زبان میں ذائقوں کو پہچاننے کی صلاحیت، دانت جو بعد میں ظاہر ہو جاتے ہیں ہاتھ، پاؤں، انگلیاں، پورے چہرہ، رخسار، ٹھوڑی، گلا، غذا کی نالی، سانس کی نالی، سیسمہ، معدہ، آنتی، پیٹ، بازو، کہنی، بخچہ انگلیاں، ہتھیلیاں، ناخن، رانیں، کوئی پنڈلیاں، گنا، گوا، ایڑیاں، گروں، ریڑھ کی ہڈی، پھیپھڑے، پسلیاں، جگر، تلی، اعضاے تولید، گردے، مشانے۔

جسم کا ڈھانچا، گوشت، چربی، کھال، بے شار شریانیں، اعصاب، وریدیں، جسم کے سامات،

جسم کے درجہ حرارت کو کم یا زیادہ کرنے کی صلاحیت، نیند کا پراسار نظام، ہڈیوں کا گودا، سننے، بولنے، سونگھنے، تکلیف اور راحت کو محسوس کرنے کی صلاحیت، خاندانی خصوصیات، نیک و بد میں تمیز کرنے کی صلاحیت، شعور، الشعور، حرام، مغز، کروڑوں خلیے بیک وقت تیار کرنے کی صلاحیت، بیماریوں سے مدافعت کا نظام۔ ایک مخصوص تناسب کے ساتھ بہت سے کیمیکلز، معدنیات، خاص و دشی کی برتنی طاقت، تمام انسانی جسم کے درمیان پیغام رسانی کا مرکزی نظام جو دماغ کو فوری اطلاعات فراہم کرتا ہے۔ کھوپڑی سے پاؤں کے تکوں تک دوران خون کی گردش کو جاری رکھنے کا نظام، نظام، نظام ہاضمہ، نظام نفس، ہار موزا اور ان سب سے بڑھ کر روح جو امریبی ہے۔

”اے رسول تم کہہ دو کہ اللہ تو وہی ہے جس نے تم کو نت یا پیدا کیا اور تمہارے واسطے کا ان آنکھیں اور دل بنائے مگر تم بہت کم شکر ادا کرتے ہو۔“ (سورہ ملک: آیت ۳۲)

انسان دنیا میں دس فیصد صلاحیتوں کو بھی استعمال نہیں کرتا:

ہمارے جسم میں اللہ رب العالمین نے اس قدر نعمتوں کو ثناہ نہیں کر سکتا۔ ان میں سے ہر عضو ہر حصے، ہر صلاحیت کے پارے میں الگ الگ لاکھوں کروڑوں کتابیں لکھی جا چکی ہیں اور لکھی جاتی رہیں گی۔ ان نعمتوں کی تعداد اتنی وافر ہے کہ دنیا کا ذہین ترین انسان بھی اپنی صلاحیتوں کا شاید دس فیصد ہی پورے طریق پر استعمال کر سکا ہے۔

شاید باقی نوے فی صد صلاحیتیں کسی اور دنیا کے لیے عطا کی گئی ہیں۔ امیر المؤمنین علیہ السلام کا ارشاد ہے: انسان سور ہے ہیں، میریں گے تو جائیں گے۔ ظاہر ہے جا گئے والوں کو سونے والوں سے زیادہ صلاحیتوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور یہ بات تو اسلامی تعلیمات کے بالکل مطابق ہے کہ آخرت میں انسان اسی ظاہری جسم کے ساتھ زندہ کیے جائیں گے۔



## خودشناسی سے خداشناسی کا سفر

یہ تمام تھے جن کا ہم نے گزشتہ باب میں سرسری ساتر کرہ کیا، صرف اللہ جیسا کریم، بخی اور فضل و احسان کرنے والا مالک ہی نہیں مفت عطا کر سکتا تھا۔ اگر آپ کو ہماری بات پر یقین نہ آئے تو ان میں سے کوئی ایک نعمت اپنے قریب ترین رشتے دار یا عزیز ترین دوست سے مانگ کر دیکھ لیں۔ ہم میں سے بیشتر لوگ تو ان عظیم تحفوں کا ادراک ہی نہیں رکھتے اور جو افراد ان عظیم نعمتوں کا ادراک رکھتے ہیں، ان میں سے بھی اکثر ان بیش بہا تحفوں اور نعمتوں کی ناقدری کرتے ہیں۔ کسی تھجے کے لیے شکر یہ ادا نہ کرنا انتہائی بد اخلاقی کی بات ہے اور اگر یہ تھجے بیش بہا، انمول اور ہماری زندگی کے لیے ناگزیر ہوں اور انہیں عطا کرنے والا کوئی عام دوست یا ساتھی نہ ہو بلکہ یہ تھجاف رب کائنات اللہ جل شانہ کے دربار سے عطا کیے گئے ہوں تو ان کا شکر یہ ادا نہ کرنا، بادشاہوں کے بادشاہ، اللہ رب العالمین کی ناقدری کرنے کے ذیل میں شمار ہوگا۔ اسی لیے تو سورہ الزمر میں مالک کا ارشاد ہے ”ان لوگوں نے اللہ کی ولی قدر کی نہیں جیسی انہیں کرنا چاہئے تھی۔“

### عالم اصغر، عالم اکبر:

امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا کہ جسم کے عالم اصغر میں ایک عالم اکبر پوشیدہ ہے تو آئیے آج جدید سائنسی تحقیق کی مدد سے اس عالم اکبر کے چند حصوں کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ یہ خودشناسی سے خداشناسی تک کا ایک تحریر خیز سفر ہے۔

اگر چہ سائنس ابھی عالم اکبر کے اس بھر بے کراس کی صرف موجود تک ہی رسائی حاصل کر سکی ہے لیکن یہ سطحی نظارہ بھی انسان کو بے اختیار ”فتیار ک اللہ احسن العالقین“ کہنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ اب ایک سرسری کی نظر اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ان نعمتوں پر ڈالتے ہیں جو ہمارے جسم

کے اندر موجود ہیں اور زمین و آسمان میں موجود مالک کائنات کی تمام ماڈی نعمتوں کو ہمارے لیے قابل استفادہ بناتی ہیں۔ آئیے اس سفر کا آغاز اللہ کی اسی نعمت کے مشاہدے سے کرتے ہیں جس کی مدد سے میں لکھ رہا ہوں اور جس کے ذریعے آپ یہ سطور پڑھ رہے ہیں۔

### آنکھیں:

آنکھوں کی قدر و قیمت کا اندازہ لگانا آسان نہیں۔ ان کی قدر و قیمت کسی پیدائشی نابینا شخص سے بھی نہیں پوچھی جاسکتی۔ ان کی اہمیت کا اندازہ وہ ہی شخص کر سکتا ہے جو آنکھیں رکھتا ہو اور بعد میں کسی سبب سے نابینا ہو گیا ہو۔

ماہرین نے جب انسانی آنکھ کے مختلف حصوں کو الیکٹران مانکرو اسکوپ سے دیکھا تو قدرت کے اس ”روشن میجرے“ کو دیکھ کر ان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں، انہوں نے دیکھا کہ صرف ایک آنکھ کے اعصاب میں کروڑوں حساس الیکٹریکل نکشن موجود ہیں جو روشنی کے پندرہ لاکھ پیغامات کو بیک وقت باہر کر دنیا سے وصول کر کے دماغ تک پہنچاتے ہیں۔ آنکھ کا عینی پرہہ ہے رستینا (RETINA) کہا جاتا ہے، اس کا سائز ایک اسکواائر انج سے بھی کم ہے لیکن اس مختصری جگہ میں روشنی کے پیغامات کو محسوس کرنے والے تیرہ کروڑ سترا لاکھ غلبے (CELL) کام کرتے ہیں۔ ان میں سے تیرہ کروڑ غلبے راؤ (ROD) کی شکل کے ہوتے ہیں اور یہ سیاہ اور سفید رنگوں سے منعکس ہونے والی روشنی کو محسوس کرتے ہیں۔ جب کہ سترا لاکھ غلبے کون (CONE) کی شکل کے ہوتے ہیں اور یہ بنیادی تین رنگوں اور ان رنگوں کے امتحان سے بننے والے کروڑوں رنگوں سے منعکس ہونے والی روشنی کے پیغامات کو وصول کر کے دماغ تک پہنچاتے ہیں۔

### و میکھنے کا عمل:

رات کے اندر ہیرے میں جیسے ہی ایک جگنو پہلتا ہے تو دیکھنے والے کی آنکھوں کے اندر فوراً ایک پیچیدہ برقی کیمیائی ELECTRO CHEMICAL عمل شروع ہو جاتا ہے۔ اس عمل میں دونوں آنکھوں کے چھیس کروڑ راؤ (ROD) کی شکل کے خلیے حصہ لیتے ہیں۔ جگنو کی مدھم سی

روشنی کو محسوس کر کے یہ خلیے اپنے اندر کیمیائی تہذیبیاں پیدا کرتے ہیں۔ اس کیمیائی عمل کے نتیجے میں خلیوں سے ایک بہت بکلی (دولٹ کا نئی کروڑواں حصہ) برتنی رو پیدا ہوتی ہے۔ یہ برتنی رو آنکھ اور دماغ کے درمیان موجود آپنک رو (OPTIC NERVE) میں سراہیت کر جاتی ہے۔

آپنک رو اس برتنی سگنل کو تمین سو میل فی گھنٹے کی رفتار سے دماغ تک پہنچادیتی ہے۔ دماغ اس سگنل کوڈی کوڈ کرنے کے بعد اپنا فیصلہ صادر کرتا ہے کہ نظر آنے والی شے ایک جگنو ہے۔ اس کے ساتھ ہی جگنو سے متعلق پہلے سے حاصل شدہ معلومات ہی آپ کے ذہن میں آجائیں ہیں۔ جیران کن بات یہ ہے کہ یہ چیزیں برتنی کیمیائی (ELECTRO CHEMICAL) عمل ایک سینڈ کے 002. ویں حصے میں مکمل ہو جاتا ہے۔

### حفاظت کے انتظامات:

ہماری آنکھیں ہر وقت ایک مخصوص سیال مادے لائی سوزائم (LYSOZYME) میں تیرتی رہتی ہیں۔ جتنی بارہم پلکیں جھکتے ہیں، آنکھوں کے پوٹے، کارکے والی پر زکی طرح آنکھوں کو صاف کرتے رہتے ہیں۔ آنکھ کی طرف کوئی معمولی سی شے بھی آرہی ہوتی ہے تو ہماری پلکیں ایک خود کار نظام کے تحت پہلے ہی بند ہو جاتی ہیں۔ بہت ہی بار ایک مٹی کے اجزاء یا مختلف جو آنکھ کے بیرونی حصے تک پہنچنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ آنکھوں میں موجود اینٹی سپنک سیال مادہ لائی سوزائم (LYSOZYEME) فوراً ہی ان کو موت کے لگاث اتنا رد دیتا ہے۔

اب آپ بتائیے کیا پیدا ہوتے وقت ہمیں یہ معلوم تھا کہ پانی کے بلبلے جیسا یہ عضو ہمارے کس کس کام آئے گا۔ پھر معلوم ہوتا بھی تو اس وقت ہم میں اتنا شعور کہاں تھا کہ ہم اللہ تعالیٰ سے اس کے لیے خواہش کرتے۔

### آخرت کی نعمتوں کا حصول:

ہمیں دنیا میں پیدا ہونے سے پہلے آنکھ کی قدر و قیمت کا اندازہ ہی نہیں ہو سکتا تھا۔ یہ تو دنیا میں آ کر ہمیں معلوم ہوا کہ آنکھیں نہ ہوتیں تو دنیا ہمارے لیے تاریک ہوتی۔ اسی طرح آپ غور

کریں تو ہماری آخرت کا معاملہ ہے۔ آج ہمیں نہیں معلوم کر آخرت کی زندگی میں ہمیں کن کن نعمتوں کی ضرورت ہوگی اور یہ نعمتیں ہمیں ہمارے کن کن اعمال کے بد لے میں ملیں گی یا کن کن اعمال کے سبب چھینیں گی۔ احادیث میں یہ اشارہ موجود ہے کہ ہمارے اعمال ہی ہمیں واپس کر دیے جائیں گے۔ دنیا کی نعمتیں اللہ تعالیٰ نے مفت اور بلا شرط عطا کی ہیں۔ البتہ آخرت کی نعمتیں حاصل کرنا یانہ کرنا ہمارے دنیا کے اعمال سے وابستہ ہے۔

### جسم کے اندر کیمیکل پلانٹ:

کیمیا دنوں کے نزدیک سارا انسان ہی مختلف کیمیکلز سے بنا ہے۔ جسم کے اندر لاکھوں کروڑوں کیمیائی مجزے ہر لمحہ روپنا ہوتے ہیں اور اس کام میں گردے بہت اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ ایک عام آدمی گردوں کو پہنچ جسم کے ڈریخ سسٹم (نکاسی کے نظام) کا ایک حصہ سمجھتا ہے حالانکہ گردے انسانی جسم میں وہی کردار ادا کرتے ہیں جو کردار بہت بڑے کیمیکل پلانٹ کی نگرانی کرنے والا چیف کیمسٹر سر انجام دیتا ہے۔ انسانی جسم کا تمام خون مستقل دونوں گردوں سے گزرتا ہتا ہے۔ گردے خون کو صاف کر کے اس میں موجود تمام زہریلے مادوں کو الگ کرتے ہیں اور انہیں بیٹھا کر کے ذریعے باہر کال دیتے ہیں۔ اس طرح اگر خون میں پانی کی مقدار بڑھ جائے تو سرخ خلیوں کی کارکردگی ختم ہو جائے اور اگر پانی کی مقدار کم ہو جائے تو یہ خلیے فوراً ہی خشک اور بے جان ہو جائیں۔ گردے آب رسانی و نکاسی کے اس انتہائی اہم اور حساس نظام کی مانیٹرنگ اور کنٹرول کے ذمے دار ہوتے ہیں۔

### پانچ پانچ انس کی مشینیں:

ایک گردے کا وزن صرف پانچ اونس ہوتا ہے اور اس کے اندر خون صاف کرنے والے دس لاکھ سے زیادہ یونٹس (NEPHRONS) موجود ہوتے ہیں۔ یہ باریک اور نازک نیسیں ہوتی ہیں۔ اگر ایک گردے کی ان تمام نیسیوں کو سیدھا کر کے ایک لائس میں رکھا جائے تو ان کی لمبائی ستر میل سے زیادہ ہو گی۔ دونوں گردے مل کر ہر ایک گھنٹے میں جسم کے تمام خون کو دو مرتبہ مکمل طریقے

پر صاف کر چکے ہوتے ہیں۔ یعنی ہمارا خون، تطہیر خون کے اس دس اونس "وزنی پلانٹ" سے ایک دن میں اڑتا ہیں مرتبہ گزرتا ہے۔ خون کی صفائی کے دوران خون کے سرخ خلیے، یا تین، وٹا منڈر، اماستو ایسٹر، گلوبوز اور ہار موزو وغیرہ ایک پراسرار اور نازک نظام سے گزر کر دوبارہ دوران خون میں شامل ہو جاتے ہیں لیکن ان کی تعداد بھی جسم کی ضروریات سے زیادہ ہو تو گردے انہیں پیشab کے ذریعے باہر نکال دیتے ہیں۔ اس عرصے میں ہم دنیا بھر کے اچھے بڑے کام کرتے ہیں اور ہمیں شاید ہی کبھی اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کا احساس ہوتا ہو۔

گردے کے مریضوں کو تطہیر خون کے لیے بار بار اسپتال جانا پڑتا ہے۔ مصنوعی طریقے سے خون کی صفائی کے لیے مریض کو کم از کم چار سے چھ گھنٹے بیدر گز ارنا پڑتے ہیں جہاں ڈائی لائی سر ز کا ایک بہت بڑا یونٹ یہ کام سرانجام دیتا ہے۔ اس دوران پیش آنے والی مشکلات، خطرات اور اخراجات کا اندازہ کرنا مشکل نہیں۔ پانچ پانچ اونس کی جو ڈائی لائی سر میٹنیں ہمارے جسم میں لگی ہیں ان کا کبھی ہمیں خیال ہی نہیں آتا۔

### ناک، سانس لینے اور خوشبو یا بد بو کو محسوس کرنے کا ذریعہ:

ہر انسان کی ناک ہی اس کے سانسوں کو قرار رکھتی ہے۔ زندگی بھر جو اشیاء ہمارے معدے میں جاتی ہیں انہیں ناک ہی سب سے پہلے چیک کرتی ہے اگر ناک یہ خدمات سرانجام نہ دے تو ہمیں معلوم ہی نہ ہو کہ ہم متعفن کھانا اور بساند بھرا پانی استعمال کر رہے ہیں۔ آپ کے کھانے کے سارے مزے اور ساری لذتیں ناک ہی کی وجہ سے قائم ہیں۔

ناک کے دونوں نیٹھوں کے اوپری حصے میں لگا ہوا ایک پراسرار نظام خوشبو یا بد بو کو آپ کے دماغ تک پہنچاتا ہے۔ اس خوشبو کو محسوس کرنے کے بعد ہی آپ کے نظام ہضم میں وہ ماڈہ بیدار ہوتا ہے جس کے ذریعے غذا کھانا آپ کے لیے خوشنگوار اور اسے ہضم کرنا ممکن ہوتا ہے۔ خوشبو محسوس کرنے والے یہ چیزیں اور نایاب آلات بمشکل ڈاک کے چھوٹے سے ٹکٹ کے برابر ہیں۔ زردی مائل کھٹی رنگ کے یہ ٹیشورز قدرت کی صنایع اور قوت ایجاد و تحقیق کا عظیم شاہکار ہیں۔

ہر ٹیشو میں تقریباً ایک کروڑ خلیے ہوتے ہیں۔ ان میں سے ہر خلیے میں چھے سے آٹھ نٹھے منے خرد بینی پال ہوتے ہیں۔ یہ پال خوبیا بد یوکی لبروں کو وصول کرنے والے ایشینا کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔ مثلاً کھانے کے وقت سے پہلے کھانے کی خوبیوں جیسے ہی ناک کے ان حساس آلات کے ذریعے دماغ تک پہنچتی ہے تو دماغ کا وہ مخصوص حصہ فوری طور پر ہاسٹے کی رطوبت پیدا کرنے والے غدوں کو احکامات جاری کرتا ہے کہ کھانا نگفٹے اور ہاسٹے میں مدد دینے والی رطوبت کی پیداوار شروع کر دی جائے۔ یہ رطوبت سینڈوں کے اندر آپ کے منہ زبان غذا کی پوری گزراگاہ اور معدہ تک پھیل جاتی ہے۔ زکام یا کسی بیماری کے سبب جب ناک کے یہ "آلات" کام کرنا بند کر دیتے ہیں تو غد اعام طور پر بے مزہ ہو جاتی ہے۔

### ناک کے بغیر ہم صحیح طرح بول نہیں سکتے:

بظاہر تو ہم منہ سے بولتے ہیں لیکن ناک کے بغیر صحیح طرح بولنے کا تصور بھی ممکن نہیں۔ سانس لینے کے عمل کو زندگی بخش بنانے کے لیے بھی ناک کی خدمات کا آپ شاید ہی تصور کر سکتیں۔ پھیپھڑوں کو مسلسل صاف، گرم اور مرطوب ہوا کی فراہمی ناک ہی کے ذریعے ممکن ہوتی ہے۔ اس مقصد کے لیے ناک ایک دن میں پانچ سو کوکب فٹ ہوا کو صاف، گرم اور مرطوب بناتی ہے۔ آپ سیاچن گلیشیر کی سرد اور خشک ہواں میں کھڑے ہوں یا لیپیسا کے آگ بر ساتے صحرائیں، ناک ہر جگہ آپ کے پھیپھڑوں کے لیے مخصوص نمپرچکر کی مرطوب اور صاف سترہی ہوا کی فراہمی کو لیکنی بنتی ہے۔

### ناک کا اندر ونی نظام:

ہوا کو مرطوب بنانے کے لیے ناک کی اندر ونی جھلی ایک دن میں تقریباً ایک چوتھائی گیلن کے برابر فنی خود تیار کرتی ہے۔ سانسوں کو گرم کرنے کے لیے ناک کی تین اندر ونی ہڈیاں ریڈی ائیز کا کام کرتی ہیں۔ سانسوں کو آلوگی سے صاف کرنا، ہنچوں میں موجود ناک بالوں (CELIA) اور ایک مخصوص رطوبت کا کام ہے۔ ناک کے اندر رطوبت کی یہ تہہ ہر نیس منٹ کے بعد تبدیل ہو جاتی

ہے۔ آلو دگی کو کنٹرول کرنے کے لیے پرانی والی تہبہ کو سیلیا CELIA نامی مانگرو اسکو پک نظام حلق میں گرا تارہتا ہے جہاں سے یہ آلو دگی معدے میں چلی جاتی ہے۔ معدے کے تیزابی مادے اس گندگی کو منتوں میں جلا کر فنا کر دیتے ہیں۔ سرد یوں کے موسم میں ناک کی رطوبت سوکھ جاتی ہے اسی لیے جرا شیم کسی رکاوٹ کے بغیر سانس کی نالیوں تک پہنچتے ہیں اور بیماریوں کا سبب بنتے ہیں۔

### بے سدھ سوتے ہوئے کروٹ:

ناک ہی میں وہ مخصوص اعصاب بھی کام کرتے ہیں جو رات کو بے سدھ سوتے ہوئے انسانوں کو کروٹ دلاتے ہیں۔ ایک ہی کروٹ سوتے سوتے جب آپ کو دھنٹنے لگز جاتے ہیں تو ناک کے یہ اعصاب جسم کے اس جانب خون کی کمی کو محسوس کر کے اس کی اطلاع دماغ کو فراہم کرتے ہیں۔ ان اطلاعات کے موصول ہونے پر دماغ جسم کے متعلقہ پھٹوں کو احکامات جاری کرتا ہے اور آپ کروٹ بدلتے ہیں۔ اگر یہ نظام کامن کرے تو ایک ہی کروٹ سوتے سوتے آپ کے جسم کا وہ حصہ سن ہو کر رہ جائے اور صبح کے وقت آپ شاید ہی وفتر جانے کے قابل ہو سکیں۔

ناک اللہ رب العالمین کا عظیم اور حیران کر دینے والا ججز ہے جو آخری سانس تک انسان کے لیے مفت خدمات سر انجام دیتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ زندگی بھر جو خدمات ہماری ناک ہمارے لیے بالکل مفت انجام دیتی ہے ان میں سے کوئی معمولی خدمت بھی اس معيار کے مطابق دنیا کے سارے ڈاکٹر، ماہرین اور آلات، لاکھوں روپے کے عوض ہمیں فراہم نہیں کر سکتے۔

### دماغ، جسم کا سربراہ:

ہمارا دماغ اللہ رب العالمین کی حیران کن تخلیق ہے۔ تین پونڈ وزنی، لیس دار، چپ چھپے، سفید اور سلیٹی رنگ کے اس ٹیشو کے آگے دنیا کے تمام بجوبے اور تمام پر کپیوڑا، ایک معمولی کھلونے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔ سائنس ابھی تک اس بے کراں سمندر کی سطحی کو کہیں کہیں سے چھو سکی ہے۔ دماغ کے ”پروزوں“ کی تعداد ہی انسانی عقل کو شکر کر دینے کے لیے کافی ہے۔ اس کے نیورانز (NEURONS) کی تعداد تقریباً تیس (کھرب) اور دماغ کے مخصوص خلیوں

(GLIAL CELLS) کی تعداد اس سے پانچ تا دس گناہ زیادہ ہے۔ یہ ناقابل شمار تعداد تقریباً سات انچ کی انسانی کھوپڑی میں آرام سے رہتی ہے۔ اسی کو انسانی دماغ کہا جاتا ہے۔ انسانی شخصیت، عملِ عمل، پسند ناپسند، صلاحیتیں، اچھائیاں، براشیاں، سوچ، فکر، فیصلے، ارادے، خواب، جسم کے تمام نظاموں کی کارکردگی، یہ سب دماغ ہی کی بدولت ممکن ہے۔ دماغ ایک پُر اسرار حوالی ہے جس میں آپ کے خاندان، ماحول اور آپ کی زندگی ایک ایک لمحے اور ایک ایک تجربے کی خوش کن، یا افسردوہ کر دینے والی یادیں محفوظ رہتی ہیں۔ یادوں، بالتوں، چہروں، خوشیوں، غموں، خوبیوں، نت نئے تجربوں اور گزرے وقت کے ایک ایک لمحے کے عکس اور آوازیں یہاں موجود رہتی ہیں۔

### پہلی سانس سے آخری سانس تک معلومات کا ٹریفک:

بچ دنیا میں آنے کے بعد جو پہلی آواز سنتا ہے اور جو کچھ دیکھ سکتا ہے وہاں سے معلومات جمع ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ پھر زندگی کا کوئی لمحہ کوئی ساعت لیکی نہیں ہوتی کہ آپ کی آنکھوں کانوں، قوتِ لامسہ، قوتِ ذائقہ اور قوتِ شامہ کے ذریعے ہزاروں لاکھوں معلومات دماغ تک نہ پہنچ رہی ہوں۔ آپ جاگ رہے ہوں یا سوچ رہے ہوں اطلاعات و معلومات کا یہ ٹریفک ہر لمحے روایہ دوں رہتا ہے۔ دماغ انہیں یہ کیک وقت موصول ہونے والی نت نئی معلومات کو بڑی احتیاط کے ساتھ محفوظ کرتا رہتا ہے۔

آپ معلومات کے اس ذخیرے سے اکثر واقف نہیں ہوتے لیکن معلومات کا یہ ذخیرہ ہی آپ کی زندگی کو روایہ دوں رکھتا ہے۔ ورنہ آپ بار بار گرم پتی کو چھوٹے، بار بار پھسل کر گرتے، بار بار پڑھتے اور بھول جاتے، بار بار گاڑی چلانا سکتے اور بھول جایا کرتے۔

یادداشت کی یہ عظیم نعمت نہ ہوتی تو انسان نہ کچھ دیکھ سکتا، نہ پڑھ سکتا نہ کوئی کام کر سکتا، حتیٰ کہ دو قدم چلانا اور چند نو اعلق سے اتنا رنا بھی اس کے لیے عذاب ہو جاتا۔ ناس سے رشتے یاد رہتے نہ چہرے۔

## بیرونی دنیا سے تازہ ترین معلومات:

سوتے یا جاگتے ہوئے جسم کے اندر ورنی نظام کی کارکردگی، بیرونی ماحول، درجہ حرارت، آسیجن کی مقدار، بستر کی نری یا سختی، روشنی کی مقدار ایہ معلومات دماغ ہی حاصل کرتا ہے اور ہر لمحے بدلتے ہوئے حالات کے مطابق جسم کو مختلف احکامات جاری کرتا رہتا ہے۔

مثلاً آپ دوڑ رہے ہوں تو جسم میں موجود اطلاعاتی مرکز دماغ کو یہ اطلاع فراہم کرتے ہیں کہ خون میں کاربن ڈائی آسیمیٹر کا تناسب بڑھ رہا ہے اور خون کو زیادہ مقدار میں آسیجن درکار ہے۔

ان اطلاعات کے موصول ہوتے ہی دماغ اپنے پُر اسرار کیمیو فی کیشن سسٹم اور متعلقہ اعضا اور غدد کے ذریعے آپ کے پیچھے ہوں کو پھیلنے اور سکنے کی سی رفتار پر سیست کر دیتا ہے اور ساتھ ہی وہ ان اعضاء کوئی رفتار سے ہم آہنگ کرنے کے لیے اضافی تو انائی کی فراہمی کو بھی تیزی بناتا ہے۔ آپ تیز تیز سانس لینے لگتے ہیں اور آسیجن کی کمی دور ہو جاتی ہے۔

جسم کے دوسرے حصوں کی طرح دماغ کے خلیے اپنی تعداد میں اضافہ کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ اگر یہ خلیے اپنی تعداد بڑھانا شروع کر دیں تو انسان چند گھنٹوں یا چند دنوں سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکتا اس لیے کہ دماغ کے خلیے ایک مضبوط ہڈی میں بند ہوتے ہیں۔ تعداد بڑھنے کی صورت میں اندر گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے دماغ کی "نازک تفصیلات" پچک کر رہ جائیں اور زندگی کا ثابت نظم و نسق بتاہ ہو جائے۔

## انسان ہمیشہ رہنے والی دنیا میں پیدا ہو جاتا ہے:

دماغ کے اندر اللہ احسن النعمین نے خلیوں کی اتنی اضافی تعداد پیدا کی ہے کہ اگر روزانہ ہزار دو ہزار خلیے مرتبے رہیں تب بھی انسان کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اضافی خلیے تیزی سے فنا ہو جانے والے خلیوں کی ڈیوٹی سنبھالتے رہتے ہیں۔ اسی وجہ سے انسان کو ان واقعات کا علم تک نہیں ہو پاتا۔ شدید دماغی چوٹ کے نتیجے میں دماغ کی حفاظتی جھلی میں ورم بھی آسکتا ہے لیکن

دماغ میں سوچنے کی گنجائش نہیں ہوتی۔

ورم کی صورت میں دماغ کے مختلف حصوں پر دباؤ بڑھنے لگتا ہے اور بڑے پیمانے پر ٹوٹ پھوٹ شروع ہو جاتی ہے۔ نادر و نایاب تنسیبات ایک ایک کر کے تباہ ہونے لگتی ہیں۔ مواصلاتی نظام ”درہم برہم“ ہو جاتا ہے۔ زندگی کے تانے بانے ٹوٹنے لگتے ہیں۔ یادداشت کے عظیم ذخیرے ضائع ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ ”فالکلین“، کرپٹ ہو جاتی ہیں ”ونڈوز“، کام کرنا چھوڑ دیتی ہیں۔ کبھی ایک طرف تاریکی چھا جاتی ہے تو کبھی دوسرا طرف۔ پھر مکمل بلیک آؤٹ ہو جاتا ہے۔

تب انسان کائنات کی اس سب سے بڑی حقیقت کا سامنا کرتا ہے جس کے بارے میں اس نے صحت و تدرستی کے عالم میں کبھی سمجھیگی سے سوچا ہی نہیں تھا۔ اس کی روح جسم کے ایک ایک سوچ کو آف کر کے اپنی اصل دنیا کی طرف لوٹ جاتی ہے اور انسان ہمیشہ رہنے والی دنیا میں پیدا ہو جاتا ہے۔

### ایڈریئل گلینڈز:

ایڈریئل گلینڈز (غدو) دونوں گردوں کے اوپر پائے جاتے ہیں۔ ان دونوں غددوں کی جسامت بہ مشکل انگلی کے سرے کے برابر ہوتی ہے۔ ان مختصر سے غدو میں اللدرب العالمین نے حیرت ناک اور بے حد حیات آفرین خصوصیات پیدا کی ہیں۔ ایڈریئل گلینڈز پچاس ایسے ہار موز نے تیار کرتے ہیں جو انسانی زندگی کے لیے ناگزیر ہیں۔ ان ہار موز کو اگر کوئی ادارہ مصنوعی طور پر تیار کرنا چاہے تو اس مقصد کے لیے اسے کئی ایکڑ میں پر بہت بڑا پلانٹ لگانا ہو گا اور اسٹاف مہرین اور آلات کی لمبی فہرست تیار کرنا ہو گی۔

### دس سال کا بچہ ادھیر عمر بونے میں تبدیل ہو سکتا ہے:

ایک انگلی کے سرے کے برابر جسامت رکھنے والے ایڈریئل گلینڈز جو ہار موز تیار کرتے ہیں ان کی مقدار ایک دن میں ایک اونس کے برابر ہوتی ہے لیکن انسان کی زندگی کے کم و بیش تمام کاموں کی انجام دہی ان کے بغیر ناممکن ہے۔ اگر ایڈریئل گلینڈز کام کرنا بند کر دیں تو انسان کی

منزل قبرستان ہی رہ جاتی ہے۔ کسی شخص کے بچپن میں اینڈرائل گلینڈز کی کارکردگی معمول سے تجاوز کر جائے تو دس سالہ معموم بچہ اس عمر میں ایک بالغ انسان میں تبدیل ہو سکتا ہے۔ ایسی صورت میں دس سال کی عمر میں اس کے رخاردار می موجوں سے بھر جائیں گے، مزید جسمانی نشوونما کی صلاحیت ختم ہو جائیں گی اور معموم بچہ ایک بد صورت بونے میں تبدیل ہو جائے گا۔ اینڈرائل گلینڈز کا صرف ایک ہارمون ایسا ہے جو کم از کم سو بیماریوں کو دور کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ کارٹی زون نامی یہ ہارمون ہی آپ کو دئے بڑی آنت کے السر اور گھٹھیا جیسی اذیت ناک بیماریوں سے محفوظ رکھتا ہے۔

ایندھرائل گلینڈز ایک اور اہم ہارمون ایلڈ وشی روں بھی تیار کرتے ہیں۔ یہ ہارمون جسم میں پانی اور معدنیات کے توازن کو برقرار رکھتا ہے۔ اس ہارمون کی پلائی میں اگر پن کے سر کے برابر بھی اضافہ ہو جائے تو ایک اہم معدنی جنپوتاشیم پیشتاب کے ذریعے ضائع ہونا شروع ہو جاتا ہے اور نمکیات خارج ہونے کی بجائے جسم میں جمع ہونے لگتی ہیں۔ اگر ایسا ہو جائے تو بلڈ پریشر ناقابل حد تک بڑھ سکتا ہے۔ دل کے دھڑ کنے کی فقار کی گناہ تیز ہو جاتی ہے، سر کا درد مستقل اور ناقابل برداشت ہو جاتا ہے۔ اس کے نتیجے میں جسم کا کوئی حصہ مفلون بھی ہو سکتا ہے۔

### دل کی باتیں:

دل کا وزن تقریباً بارہ اونس اور نگ سرخی مائل کستھی ہوتا ہے۔ یہ آپ کے سینے کی مضبوط ہڈیوں کے قلعے میں مخصوص چھلیوں کی مدد سے لٹکا ہوا ہے۔ اس کے دونوں جانب پھیپھڑے والق ہیں۔ ہر انسان کا دل تقریباً اس کی مٹھی کے برابر ہوتا ہے۔ چارخانوں پر مشتمل یہ پہنگ میں چوبیں گھنٹے آپ کو آب حیات فراہم کرتی ہے۔ دائیں حصے کے نصف بالائی خانے میں جسم کا استعمال شدہ لگدہ خون آکر جمع ہوتا ہے اور اسی سمت کے نچلے حصے میں چلا جاتا ہے۔ یہ نچلا حصہ اس خون کو فراہمی کرے جاتا ہے۔ باسیں حصے کا نچلا خانہ اس آب حیات کو دوبارہ جسم میں پہنچ کر دیتا ہے۔

## تین لاکھٹن صاف خون:

بہ ظاہر بہت آسان اور سادہ کی بات لگتی ہے لیکن درحقیقت یہ انتہائی پیچیدہ کام ہے۔ عمل ایک دن میں تقریباً ایک لاکھ چھتیس ہزار مرتبہ دہلیا جاتا ہے۔ اگر آپ اس وقت پینتالیس سال کے ہیں تو آپ کا دل اب تک تقریباً تین لاکھٹن صاف کیا ہوا زندگی بخش خون آپ کے جسم کو فراہم کر چکا ہے۔ اگر اس عرصے میں دل کی دھڑکن ایک منٹ کے لیے بھی رک جاتی تو اس وقت میں عالم بزرخ میں ہوتا لیکن مجھے تو اکثر یہ بھی یاد نہیں رہتا کہ میرا دل دھڑک رہا ہے، شکردا کرنا تو بڑی دور کی بات ہے۔

## پیچوڑی گلینڈ:

اللہ رب العالمین کا یہ حیران کن مجرہ آپ کے دماغ کے اندر موجود ہے۔ جسم کی عظیم مملکت کے زیادہ تناظموں کو رواں دواں رکھنا اسی کی ذمے داری ہے۔ جسم کے ان پر اسرار و پیچیدہ نظاموں کو کنٹرول کرنا آسان کام نہیں۔ اگر انسان اللہ کے اس مجرے کا مقابلہ تیار کرنا چاہے تو اس کے لیے ماہرین کی ایک بڑی ٹیم، پندرہ ایکٹر زمین پر کارخانوں کی تعمیر، بے شمار آلات، لاتھدار کیمیکلز اور دواؤں کی ضرورت ہوگی اس اہتمام کے ساتھ کہ یہ تمام ہو تویں انسان کو ساری زندگی ہر لمحے دستیاب رہیں۔ احسن الٹائین کا شاہ کاری یہ غدوہ بہ مشکل مڑکے دانے کی جسامت کا حامل ہوتا ہے۔ اس کا وزن ایک اونس کے بچپسویں حصے کے برابر اور اس کا وجود بچپاسی فی صد پانی پر مشتمل ہوتا ہے۔ یہ غدوہ آپ کے دماغ کے تقریباً درمیان، سجدے کے مقام کی لائیں میں واقع ہے۔

ایک عرصے تک سائنس دان اس غدوہ کی اہمیت و افادیت سے لامم رہے۔ کیونکہ یہ غدوہ جو ہمارا موز جاری کرتا ہے ان کی مقدار اتنی قلیل ہوتی ہے کہ بعد میں ایجاد ہونے والے آلات کے بغیر انہیں دیکھنا ممکن نہیں تھا۔ یہ غدوہ جسم کے تمام افعال کو برقرار رکھنے کے لیے ایک دن میں جو ہمارا موز جاری کرتا ہے ان کی کل مقدار ایک گرام کے دس لاکھویں حصے کے برابر ہوتی ہے۔

## 12 ہار مون زندگی سنوار بھی سکتے ہیں، بگاڑ بھی سکتے ہیں:

اس غدوہ کو ماسٹر گلینڈ بھی کہا جاتا ہے کیونکہ جسم کے تمام غدوہ دای کی نگرانی میں کام کرتے ہیں۔ انسان کی پوری زندگی کو کنٹرول کرنے کے لیے قدرت نے اس غدوہ میں آٹھ پر اسرار ہار موز بنا نے کی صلاحیت عطا کی ہے۔ یہ آٹھ ہار موز نبچے کی پیدائش، جسم کی تکمیل، دل کی تکمیل، دماغ کی تکمیل، جسمی معاملات مختلف اعضا کی مناسب نشونما، بیماریوں کی تیاری، دل کی دھڑکن، پیچھوں کی کار کردگی، دوران خون، بیماریوں سے بچاؤ، گروں کی کار کردگی، غرض تمام پر اسرار و چیزیں کاموں کو معمول کے مطابق سراجعام دینے میں مرکزی کردار ادا کرتے ہیں۔ ان میں سے دو ہار موز وقت پیچوڑی گلینڈ میں تیار حالت میں رہتے ہیں جبکہ باقی چھ ہار موز وقت ضرورت سینکڑوں میں تیار ہو کر ہدف تک پہنچ جاتے ہیں۔ ان کے علاوہ چار ہار مون دماغ کے ایک اور حصے ہائی پوچھلی میں سے تیار ہو کر اس غدوہ میں آتے ہیں۔ اس طرح یہ کل 12 ہار مون ہوتے ہیں جو اس گلینڈ سے خارج ہوتے ہیں۔

ان ہار موز کی مقدار میں ذرا سی کی بیشی بڑے مسائل پیدا کر سکتی ہے۔ مثلاً ان کی مقدار میں اضافہ، انسان کو چند ہی دنوں میں کسی حیوان کی صورت میں مسخ کر سکتا ہے۔ ایسی صورت میں انسان کے ہاتھوں، پیروں اور جبڑے کی بڑیاں غیر معمولی طور پر بڑھنا شروع ہو جاتی ہیں۔ جبڑا کسی درندے کے جبڑے سے مشابہ ہو سکتا ہے۔

”اور اگر ہم چاہیں تو جہاں یہ ہیں (وہیں) ان کی صورتیں بدلتیں (کر انہیں

مشی پھر کر دیں۔“ پھر ان میں آگے جانے کا قابو رہے گا اور نہ (یہ گمرا

(سورہ یس: آیت ۶۷)“ لوٹ سکیں۔“

ان حادثات کے امکانات ہر وقت موجود رہتے ہیں لیکن الشدرب، کریم نے پیچوڑی گلینڈ کے اندر ایک نادیدہ خود کار نظام پیدا کیا ہے جو اس طرح کے مکمل حادثات کو کنٹرول کرتا ہے۔ یہ خود کار نظام کس طرح اور کہاں سے کنٹرول کیا جاتا ہے اس کے بارے میں سائنس انجینئرنگ جانے سے قادر ہے۔

## ہائی پو تھیلیمس گلینڈ:

آپ کے لیے اللہ رب العالمین کا یہ انمول تخفہ، اس کی شان خلاقت کا یہ انوکھا عجوبہ جس کا سائز ایک چھوٹے مٹاڑ کے برابر ہے، آپ کے دماغ میں سر کے پیچوں پتھر والی قسم ہے۔ اسے آپ جسم کا مرکزی کنٹرول روم بھی کہہ سکتے ہیں۔ اس کی سب سے اہم ذمے داری آپ کے جسم کے اندر توازن و اعتدال کو قائم رکھنا ہے۔ اس مقصد کے لیے یہ غدد آپ کی پیدائش سے بھی پہلے سے چونیں گئنے آنڈیوی رہتا ہے۔

سائنس ابھی تک اس غدد کی مکمل کارکردگی جاننے میں ناکام ہے۔ اس غددوہی کی وجہ سے آپ کو معلوم ہوتا ہے کہ آپ بھوکے ہیں، آپ کو پیاس لگ رہی ہے آپ سردی محسوس کر رہے ہیں، آپ کے ارڈگرڈ کی فضا گرم ہو رہی ہے۔ حتیٰ کہ جب آپ کو غصہ آئے، صدمے سے دوچار ہوں، خوش محسوس کریں، افسوس ناک خبر سنیں یا آپ پر خوف طاری ہو تو ایسے تمام موقع پر آپ کا عمل اور رذ عمل اور اس کی صلاحیت کی فراہمی اس غددوہی کے ذریعے ممکن ہوتی ہے۔ غذا کو جزو بدن بنانے کا نظام، ہار موز کا نظام، جسم کی نشونما، جس اوراعضائے تو لید کے معاملات، جسم کے درجہ حرارت کا کنٹرول، اس غدد کی مدد کے بغیر جسم کے یہ سارے زندگی بخش، حیات آفرین پُر اسرار و پیچیدہ نظام کا مٹیں کر سکتے۔

## غذا میں بے ذائقہ ہو جاتیں:

آپ روزانہ کھانا کھاتے ہیں لیکن اگر یہ غدد کام کرنا بند کر دے تو لذیذ ترین کھانے آپ کے لیے گھاس پھونس کی طرح بے ذائقہ ہو کر رہ جائیں۔ کھانے کے وقت سے ذرا پہلے جسم کے مختلف حصوں کی جانب سے لمحہ ہزاروں اقسام کے سلسلہ، تازہ ترین اطلاعات اور بے شمار معلومات اس غدد کے موافقانی نظام پر موصول ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔

مثلاً کوڈز کی شکل میں یہ اطلاع آتی ہے کہ خون میں شکر کی مقدار اگر رہی ہے۔ دوسری طرف

سے یہ معلومات موصول ہوتی ہیں کہ تو انائی کے بھر ان کے سبب کمزوری اور تھکن کے ہلکے ہلکے اثرات پھوپھو پر جملہ آور ہونے والے ہیں۔

اس سے پہلے کہ تو انائی کا بھر ان شدت اختیار کرے، ہائی پو ٹھیکیمیں گلینڈ متعلقہ غردو اور اعضاء کو اس صورت حال سے نہیں کے لیے ہدایات جاری کرنا شروع کر دیتا ہے۔ یہ ہدایات وہ اپنے ایک ہار مون کے ذریعے فراہم کرتا ہے۔ دوران خون کے ذریعے سفر کرتا ہوا یہ ہار مون جسم کی ہزاروں میں لمبی خون کی نالیوں کے ذریعے سینڈوں میں تمام اعضاء اور غردو دنک چکنی جاتا ہے اور آپ کو بھوک لگنے لگتی ہے۔

ان ہدایات کے مطابق مختلف اعضاء اور غردو داپنے اپنے کام میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ منہ، زبان، گلے، اور غذا کی نالی اور غدرے میں کھانے کو ہضم کرنے میں مد فراہم کرنے والی رطوبت پیدا ہونے لگتی ہے۔ زبان اور منہ کے ذائقہ محسوس کرنے والے ابھاروں کی حساسیت بڑھ جاتی ہے۔ اب گرم روٹی کی سوندھی خوشبو یا سائل کی ہلکی مہک سے بھی آپ کے منہ میں پانی بھرا آتا ہے اور آپ کھانا کھانے کے لیے بے چین ہو جاتے ہیں۔

اسی غددوں ہی کی وجہ سے آپ کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اب پہیت بھر گیا، کھانا بند کر دینا چاہیے۔ اگر اس غردو دمیں خرابی پیدا ہو جائے تو آپ کھاتے کھاتے تھک جائیں لیکن کبھی سیری محسوس نہ کر سکیں یا اس کے بر عکس آپ کو بھوک ہی نہ لگے اور ہر طرح کی غذا آپ کے لیے بے کار ہو کر رہ جائے۔

بھوک لگنے اور پہیت بھرنے کے عمل کے دوران شاید ہی کوئی شخص ہو جو اللہ رب العالمین کی ان نعمتوں کا احساس کرتا ہو جو ان کاموں کے لیے اللہ تعالیٰ نے جسم کے اندر پیدا کی ہیں۔ انسان تو ان نعمتوں کا بھی شکر ادا نہیں کرتا جو روٹی سائل اور پانی کی شکل میں اس کی نگاہوں کے سامنے ہوتی ہیں۔

### تحالیٰ رائیڈ گلینڈ:

اللہ رب العالمین کا عطا کردہ یہ نادر و نایاب تختہ آپ کی سائنس کی نالی کے، دونوں جانب نزخے کی ہڈی کے نیچے موجود ہے۔ اس غددوں کا کام جسم کی اس عظیم دنیا (عالم اکبر) کو تو انائی

فراہم کرنا ہے۔ یہ تو انائی جسم کے سو کھرب خلیوں میں موجود سو ہزار کھرب تو انائی گھروں (MITOCHONDRIA) کے ذریعے فراہم کی جاتی ہے۔ تھائی رائیڈ گلینڈ ان سو ہزار کھرب تو انائی گھروں کو نشروں کرتا ہے۔

### مرکزی تو انائی گھر:

زندگی کے تمام اعمال و حرکات کے لیے تو انائی کی ضرورت پڑتی ہے۔ حتیٰ کہ خواب دیکھنے کے لیے بھی تو انائی کی مخصوص مقدار درکار ہوتی ہے۔

تو انائی کی فراہمی کا یہ چیزیہ و پراسرار کام تھائی رائیڈ ہی کے ذریعے سرانجام پاتا ہے۔ مطلوبہ تو انائی فوری طور پر تیار کر کے ٹھیک اسی مقدار میں فراہم کی جاتی ہے جتنی مقدار جہاں درکار ہوتی ہے۔

مثلاً جب آپ چھالیہ یا بادام لو توارنے کے لیے داڑھوں میں رکھتے ہیں تو داڑھوں کا مواصالتی نظام تو انائی کی ضرورت کا اندازہ کر کے اس کی اطلاع دامغ میں موجود ہائی پو ٹھیلی میں گلینڈ کو فراہم کرتا ہے۔ ہائی پو ٹھیلی میں گلینڈ فراہم کی جانے والی تو انائی کی مقدار کا تعین کرتا ہے اور پیچوڑی گلینڈ کو سکلنٹر روانہ کرنا شروع کر دیتا ہے۔

ان سکلنٹر کو وصول کر کے پیچوڑی گلینڈ فراہمی ”تھائی روڑو بن“ نامی ہارمون خون میں شامل کر دیتا ہے۔ یہ ہارمون پلک جھپکنے سے بھی کم مدت میں سیدھا آپ کی گردان پر موجود تھائی رائیڈ گلینڈ تک پہنچ جاتا ہے۔ اس حکم کے ملتے ہی تھائی رائیڈ گلینڈ ایک مخصوص ہارمون کے ذریعے جسم کے سو کھرب خلیوں کو یہ احکامات جاری کرتا ہے کہ ہر خلیہ اپنے ہزار تو انائی گھروں کو آن کر دے تاکہ چھالیہ یا بادام توڑنے کے لیے داڑھوں کو مطلوبہ طاقت فراہم کی جاسکے۔ اس کے ساتھ ہی سو ہزار نئھے منے تو انائی گھر تو انائی کی پیداوار شروع کر دیتے ہیں اور آپ چھالیہ یا بادام کو داڑھ سے دبا کر توڑ لیتے ہیں۔ یہ تو انائی اس وقت تک آپ کی داڑھوں داتقوں اور جبڑے کو ملتی رہتی ہے جب تک چھالیہ باریک ڈرزوں میں تبدیل نہ ہو جائے۔

## تو اتنای گھروں کا نیٹ ورک:

آپ کو اس بات کا علم ہی نہیں ہو پاتا کہ بادام یا چھالیہ کو توڑنے کے لیے یہ طاقت مواصلات کے کتنے پیچیدہ نظام اور تو اتنای گھروں کے کتنے بڑے نیٹ ورک کے ذریعہ آپ کو فراہم کی گئی ہے!

آپ تصور ہی نہیں کر سکتے کہ بادام توڑنے کے اس عمل میں کتنے خلیوں، اعضاء، غددوں، اعصاب، ہارموز، کمیکٹر، غذائی اجزا اور صلاحیتوں نے حصہ لیا۔ اگر اس عظیم الشان سلسلے میں سے کوئی ایک بھی اپنے فرائض سے روگردانی کرتا تو بادام یا چھالیہ تو کیا، آپ سونف کے ایک دانے کو بھی دانتوں سے نہیں دباسکتے تھے۔

جسم کے تمام افعال اور آپ کی تمام حرکات کے لیے تو اتنای درکار ہوتی ہے۔ یہ تو اتنای ہر مرتبہ اسی طرح فراہم کی جاتی ہے کہ آپ کو اس کا علم ہی نہیں ہو پاتا۔ مثلاً دل کے دھن کئے، بھیپھروں کے پھولنے، پچکنے، مند، زبان اور دانتوں کے چلنے ہاتھ گھروں کی حرکت، پوٹوں کے کھلنے اور بند ہونے، آنکھ کی پتلی کے چھیننے اور سکڑنے، جی کہ کوئی بات سوچنے، غور کرنے، فیصلہ کرنے غرض ہر کام کے لیے تو اتنای استعمال ہوتی ہے۔

آپ اندازہ لگائیں کہ ہم ایک منٹ میں کتنی ہزار مرتبہ اللہ رب العالمین کے اس نادر اور نایاب تنقی سے فائدہ اٹھاتے ہیں تو کیا کبھی ہم اللہ رب العالمین کی ان نعمتوں کا شکر بھی ادا کرتے ہیں؟

## ہم کس طرح کے کام کرتے ہیں:

ہم جیسے لوگوں کو تو ان نعمتوں کا احساس تک نہیں ہے شکر ادا کرنا تو بعد کی بات ہے! ہم تو ان سب صلاحیتوں کو اپنا پیدائشی حق سمجھتے ہیں حالانکہ اللہ رب العالمین ہمیں یہ تمام نعمتوں عطا کرنے پر مجبور نہیں ہے۔ یعنی تو اس نے اپنے فضل و احسان کی وجہ سے ہمیں مفت اور بے مانگے عطا کی ہیں تا کہ ہمیں آزمائے کہ اتنے احسانات اور اتنی صلاحیتوں کی فراہمی کے بعد ہم ان سے کس طرح کے کام سر انجام دیتے ہیں۔ اس کی مرضی کے مطابق کام کرتے ہیں جس نے سب کچھ

دیا..... یا اس کی مرضی کے مطابق جو ہر وقت ہم سے سب کچھ چھیننے کے پکر میں رہتا ہے۔

### مالک کامال:

یہ تفصیلات بتانے کا مقصد ہرگز آپ کو خوف زدہ کرنا نہیں ہے۔ اس کا مقصد دوستوں کو اللہ رب العالمین کی خالقیت اور بولیت اور اس کی چند نعمتوں کی جانب متوجہ کرنا ہے جن میں سے زیادہ تر اس دنیا میں آنے سے پہلے ہی اللہ نے ہمیں عطا کردی تھیں اور جن کا شکریہ ہم میں سے اکثر لوگ دوسرا دنیا میں جانے تک ادا نہیں کرتے۔

خود شناسی کے اس سفر میں آپ نے دیکھا کہ ہمارے جسم میں کس طرح ہر لمحے حیران کر دینے والے مجرزے نما ہوتے رہتے ہیں جن کے ذریعے ہماری صحت برقرار رہتی ہے۔ ہم زندہ رہتے ہیں اور بے شمار خداداد صلاحیتوں کے ساتھ زندہ رہتے ہیں۔

آنکہ معصومین علیہم السلام کی دعاوں میں اکثر مقامات پر ہم پڑھتے ہیں کہ اے اللہ تکنی بلا وؤں کو تو نے ٹال دیا، کتنی اذیتوں کو تو نے میرے قریب نہ آنے دیا، کتنی ناگہانی مشکلات سے تو نے محفوظ رکھا اور کتنی مصیبوں کا تو نے رخ موڑ دیا، کتنی ٹھوکروں سے تو نے بچائے رکھا..... تو ہم ان بلا وؤں، مصیبوں، تکلیفوں اور مشکلات کا تصور ہی نہیں کر سکتے جو ہمارے جسم کے ایک جھوٹے سے غدوں میں معمولی سی خرابی پیدا ہونے کے نتیجے میں ہمیں اور ہمارے گھروں کو گھیر کتی تھیں۔

### یہ اعضاء اللہ کی امانت ہے:

اگر آپ کسی نایبیا کو اپنی آنکھیں عطا کر دیں، گردے کے جاں بہلب مریض کو اپنا گردہ مفت دے دیں تو آپ اس سے کم از کم شکرگزاری کی توقع تو ضرور کریں گے حالانکہ نہ آپ آنکھوں کے اصل مالک تھے نہ گردوں کے۔ یہ دونوں اعضا تو آپ کو مفت ملے تھے آپ نے کسی اور کو دے دیے۔

ہمارے یہ سارے اعضاء جوارح ہمارے پاس اللہ کی امانت اور اسی کی ملکیت ہیں۔ وہی ان کا خالق اور مالک بھی ہے۔ وہ بلا شرکت غیرے ان پر ملکیت کے تمام تر حقوق بھی رکھتا ہے۔ یہ نادر و نایاب اعضاء جوارح اس نے کسی اور سے مانگ کر ہمیں عطا نہیں کیے۔ تو ایسے میں کیا

اسے اپنے بندوں سے یہ توقع نہیں ہوتا چاہیے کہ اس کے بندے ان اعضاء جو ارجح کو استعمال کرتے ہوئے اس کا شکر یاد کریں یا کم از کم مالک کے مال کو اپنے دشمن یعنی شیطان کے تصرف میں نہ دیں۔

### مالک کے گھر کا دروازہ:

آپ یہ بھی تو غور کریں کہ آپ اپنے مالک کا مال اس کے دشمن کو کس قیمت پر پیش کرو رہے ہیں۔ اگر کسی انسان کو ان میں سے کسی نعمت کی ضرورت ہوتی ہے تو لوگ اسے اپنا ایک اضافی گردہ بھی لا کھو ڈیڑھ لا کھرو پے سے کم میں نہیں دیتے۔ جبکہ اپنے دشمن کے لیے ہم مالک کے گھر کا دروازہ کھلا چھوڑ دیتے ہیں کہ وہ جس نعمت کو جس طرح چاہے اپنے مطلب کے لیے استعمال کرے اور اس کے بد لے میں ہم کیا حاصل کرتے ہیں جہنم کا عذاب اور اس سے بڑھ کر اپنے مہربان مالک کی ناراضگی!

جب کہ مالک کی کشادہ دلی، سخاوت اور فضل و احسان کا حال یہ ہے کہ اس نے تمام نعمتیں ہی مفت عطا نہیں کیں بلکہ ہر نعمت کے درست استعمال پر ناقابل شمار انعامات دینے کا بھی وعدہ کر رکھا ہے اور ہم سب جانتے ہیں اللہ سے زیادہ کس کا وعدہ سچا ہو سکتا ہے!



باب: ۱۳

## کھانا.....نعمتوں کا مجموعہ۔

اللہ رب العالمین جو نعمتیں ہمیں بے ما لگے عطا کرتا رہتا ہے ان کی اہمیت و افادت پر نہ ہم غور کرتے ہیں اور نہ ان کا شکر ادا کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ ایسی لا تعداد نعمتوں میں سے اس کی ایک نعمت ہے ہمارا تین وقت کا کھانا۔ رزق عطا کرنا اللہ کی ذمے داری ہے۔ اسی لیے لاکھوں دنیاوی رکاوٹوں کے باوجود یہ رزق بندے تک پہنچایا رہتا ہے۔ دنیا کے کئی علاقوں میں بہت سے لوگ اکثر بھوکے بھی سوتے ہیں۔ اس کی وجہ میں پرانانوں کی (عارضی) اجارہ داری ہے۔

امیر المؤمنین علیہ السلام کا قول ہے۔ ”خداؤند عالم نے دولت مندوں کے مال میں فقیروں کا رزق رکھا ہے۔ لہذا اگر کوئی فقیر بھوکا رہتا ہے تو اس لیے کہ (دولت مندوں) نے دولت کو سیست لیا ہے اور خدا نے بزرگ و برتر اس کا موافذہ کرنے والا ہے۔“ (کلماتِ قصار۔ فتح البلاغہ)

### بھوکے سونے والے:

بہر حال یہ بھوکے سونے والے لوگ بھی اللہ کی ربوبیت سے کسی نہ کسی طرح فیضیاب مخدود ہوتے رہتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ یہ لوگ پیٹ بھر کر کھانا کھانے والوں کے لیے عبرت کا نمونہ بھی بنتے ہیں۔ ان ڈھانپے نما انسانوں کو دیکھ کر ہمیں اس کھانے کی قدر و قیمت کا اندازہ ہوتا چاہیے جو ہمیں روزانہ بروقت میز پر سجا ہوا ملتا ہے۔

ہمارا کھانا اللہ کی نعمتوں کا مجموعہ ہے اگر ہم اپنے ایک سادہ سے کھانے میں صرف ایک روٹی کی جز نیات پر بھی غور کرنے بیٹھیں تو اس کے لیے بہت وقت چاہیے۔ صرف روٹی کے بارے

میں ایک سرسری سے جائزے سے ہمیں اندازہ ہو گا کہ گندم کے بیچ کی دستیابی سے لے کر روٹی کے ہمارے سامنے دسترخوان پر جنپنے کے درمیان بے شمار دیدہ اور نادیدہ مخلوقات، لاتعداد انسان، مشینیں، مویشی، پرندے، ادارے، اور ذراائع اپنا اپنا فرض ادا کرتے ہیں۔

مثلاً بیچ کی دستیابی، اس کی قوت نہو، کسان اور اس کی محنت، زمین کی موجودگی اور مٹی کی زرخیزی، مویشی، زرعی آلات، کھاد، مناسب پانی، دھوپ، ہوا، بکریاں آسمان، زمین کے اندر کھرب ہا کھرب بیکھیریا، بہت سے کیمیکلز، معدنیات اور گیسیں، کیڑوں اور پرندوں سے بچاؤ کے انتظامات، موسموں کا اعتدال، زمینی راستے، ذراائع نقل و حمل، منڈیاں، آڑھتی، قیتوں کا نظام، آٹے کی ملیں، مزدور تھوک فروش، پرچون کی دکانیں اور ہماری قوت خرید۔

### گیہوں کے دانے سے روٹی تک:

ان تمام مرافق میں بے شمار انسانوں کی محنت، صلاحیت اور جدو چہد شامل ہوتی ہے۔ مثلاً کسان اور اس کے گھر والے، زرعی آلات، کھاد اور دوائیں بنانے والی فیکٹریوں کے کارکن، زرعی تحقیقات سے متعلق سائنس دان، نہروں کے نظام سے متعلق سرکاری ملازمین، فضلوں کی کثافی کرنے والے مرد عورتیں اور بچے، منڈیوں کے بیوپاری، آڑھتی، ملوں کے مزدور، ٹریکٹروں، ٹرکوں، ریلوں، بیتل گاڑیوں کو چلانے والے، پرچون فروش، گھروں کے کمانے والے، ایندھن (گیس) کی فراہمی سے متعلق افراد، درخت لگانے والے، جنگلات کا نیلام کرنے والے، درخت کاٹنے والے، جو لھے بنانے والے، ہنرمند اور روٹیاں پکانے والے اور میاں۔

### فضلوں پر حفاظتی انتظامات:

دورافتادہ کھیتوں کھلیاںوں میں ہمارے حصے کے اس رزق کو بچانے کے لیے کتنے ہی دوسرے جاندار اپنی ڈیوبٹی انجام دیتے ہیں اور ہمیں ان کے بارے میں علم ہی نہیں ہوتا۔ بہت سی فضلوں پر اکثر کیڑے مکوڑے، منڈیاں وغیرہ حملہ آرہو جاتی ہیں۔ ان حملہ آرہوں سے فضلوں کو بچانے کے لیے مختلف قسم کی چھوٹی چھوٹی چڑیاں صبح سے شام تک کھیتوں پر اڑتی ہیں اور یعنی والے کیڑے

مکروہوں کو دیکھتے ہی بلاک کر دیتی ہیں۔ یہ کیڑے مکوڑے ان چڑیوں کی غذا ہوتے ہیں۔ فصلیں تیار ہوتی ہیں تو بہت سے چوہے فصلوں کو نقصان پہنچانے لگتے ہیں ایسے وقت گوشت خور پرندے، مثلاً دن کے وقت عقاب اور باز اور رات کے اندر ہیرے میں الو، چگاڑ، سانپ وغیرہ چوہوں کو دیکھتے ہی ان کا خاتمه کر دیتے ہیں۔

### روٹی کے اندر غذائی اجزاء:

روٹی کے اجزاء غذائیت، کلوریز (حرارت) نشاٹت، گلکوز، حیاتین، تو انائی اور انسانی جسم میں ان اجزاء کے مختلف مصرف، نتائج اور حاصل شدہ فوائد، یہ بہت بڑے موضوعات ہیں۔ ان پر گفتگو کرنا کسی ماہر غذا سیستہ ہی کو زیر دیتا ہے۔ ماہر غذا سیستہ ہی بتا سکتا ہے کہ ایک روٹی کن نعمتوں سے مل کر بنتی ہے۔ کون سا جزو خون بناتا ہے۔ کون سا ہڈیوں کا گودا تیار کرتا ہے، کس جز سے ہماری جلد کو زندگی ملتی ہے، کون سے اجزاء ہیں جو ہمارے سرخ اور سفید خلیے (Cell) بنانے کے پُر اسرار نظام کو برقرار رکھنے میں مدد دیتے ہیں۔ کن اجزاء کی وجہ سے ہمارے ہاتھ پاؤں حرکت کے قابل ہوتے ہیں اور کون سے اجزاء ہماری آنکھوں کو دیکھنے کی صلاحیت عطا کرتے ہیں۔

بہرحال اس روٹی کی فراہمی کے لیے اللہ تعالیٰ کے انتظامات کی ایک جھلک آپ نے ملاختہ کی۔ ان تفصیلات میں جانا تو رکنارہم تو انہا بھی غور نہیں کرتے کہ ہم سے سکروں میں دور ایک ان دیکھی، ان جانی جگہ گندم کی ایک نازک سی کوپل اپنے وزن سے کئی سو گناہ یاد و ذہنی مٹی کو ہٹاتے ہوئے زمین کا سینہ چیر کر سطح زمین پر نمودار ہوتی ہے۔ جلد ہی پودے کی جڑیں مضبوط اور اس کی بالیاں دنوں سے بھر جاتی ہیں۔ پھر ان میں سے ہماری قسمت کا دانہ دانہ راستے کے تمام مرحلوں کو طے کرتا ہوا بالآخر ہمارے گھر تک پہنچ جاتا ہے۔

اس آئئے کو پکی ہوئی روٹی کی شکل دینے کے لیے سنگاٹ زمینوں میں پوشیدہ ایندھن زمین کی ہزاروں فٹ گہرائیوں سے لکھتا ہے اور سکروں میں کافر طے کر کے ہمارے چولہوں تک پہنچتا ہے اور پکی پکائی روٹی ہمارے دسترخوان پر جا سانی ہمیں مل جاتی ہیں۔

## قضايا و قدر کے کارکن:

یہ تمام معاٹے تو مادی اور مریٰ ہیں جو ہمیں نظر آتے ہیں جب کہ اس سلسلے میں بے شمار ان دیکھی غیر مریٰ قوتیں ہیں جو خاموشی کے ساتھ اپنا اپنا کردار ادا کرتی ہیں۔ یہ قضا و قدر کے کارکن ہیں جو آندھیوں، طوفانوں، شدید بارشوں، سیلا بلوں اور مذہبی دل سے ہماری فضلوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہی قوتیں زمین کی زرخیزی اور گندم کی ایک ایک بالی میں پیدا ہونے والے ایک ایک دانے کا حساب کتاب بھی رکھتی ہیں۔

پھر یہ ہر روز سورج کا چلتا، موسموں کا بدلتا، آسمانوں سے تو اتنا تک کاز میں تک آتا، بارش برستا، ہواوں کا چلتا، مٹی میں زرخیزی ہونا اور اس کا پیڑ پودوں کو اگانا، فضلوں کو تیار کرنا.....

شیخ سعدی نے کیا خوب کہا ہے:

اَمِر و بَاد و مَهْ و خُرَيْدَ و فَلَكْ وَرَكَارِند  
تَاتُو نَانِي بَهْ كَفْ آرِي و بَدْ غَفَلَتْ نَخُورِي  
هَمْ آَزْ بَهْرْ تَوْ سَرْ گَشْتَهْ و فَرْمَاهِرْ دَار  
شَرْطَ اَنْصَافَ نَهْ باَشَدَ كَهْ تَوْ فَرْمَانْ نَبَرِي

ان اشعار کا مفہوم یہ ہے کہ

بادل، ہوا میں، سورج، چاند اور یہ سارا آسمان شب و روز کام میں مصروف ہیں کہ روئی تم تک پہنچ جائے اور تم اسے غفلت (ناشکری) کے ساتھ نہ لھاؤ۔  
یہ سب زمین و آسمان تمہاری خاطر کس قدر فرمائیں برداری سے کام کر رہے ہیں۔ تو اب یہ کہاں کا انصاف ہے کہ تم خود (اپنے مالک سے) نافرمانی کا رو یہ اختیار کرو۔

کاش ہمارے اس امنڈہ بھی اپنے طالب علموں سے کبھی اس طرح بات کریں!

## الحمد لله رب العالمين

آپ نے دیکھا کہ اگر ہم اللہ کی ایک نعمت پر بھی غور کرنا شروع کریں تو گفتگو میٹنا کس قدر مشکل ہوتا ہے۔ مجھے جیسے جاہل تو خیر اس موضوع پر گفتگو کا اتحاق آئی نہیں رکھتے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اللہ رب العالمین کی ہر نعمت ایسی ہے کہ اس کی تعریف کرتے وقت بڑے بڑے خطبیوں کی زبانیں گنگ اور بڑے بڑے صاحبان علم کی وہنی تو تسلی جواب دے جاتی ہیں، مجھا یاے افراد کی تو حشیثت ہی کیا ہے۔

ان سب باتوں سے میرا مقصد صرف اتنا ہے کہ جب روئی ہمارے سامنے آئے تو ہم اس کی قدر و قیمت کو سمجھیں کہ جو روئی اس قدر آسانی سے ہمیں حاصل ہو گئی وہ کہ مر احل سے گزر کر اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ہم تک پہنچی ہے۔

یہ روئی جسے کھا کر ہم اکثر ربانی بھی شکر ادا نہیں کرتے، دنیا کے قحط زدہ علاقوں میں اس ایک روئی کی قیمت انسانی جان بلکہ کئی انسانی جانوں کے برابر ہو سکتی ہے۔ فاقہ زدہ لوگ اس روئی کی خاطر اپنی اولاد تک کوچک ڈالتے ہیں۔

ایسی بے شمار نادر و نایاب روئیاں ناقدری کی وجہ سے ہمارے گروں میں سڑ جاتی ہیں۔ ایک طرف ڈال دی جاتی ہیں اور پچھوند لگنے کے بعد رذی پیپر والوں کو دے دی جاتی ہیں۔ پچھے ہوئے سالن گروں میں کام کرنے والی ماسیوں کو اس وقت دیے جاتے ہیں جب وہ فریزر میں جم جم کر کھانے کے قابل نہیں رہتے۔

### ایک ہن کا شکر یہ:

آپ غور فرمائیں کہ کیا اللہ تعالیٰ اس بات کا حق نہیں رکھتا کہ جب وہ ہمیں پیٹ بھر کر کھانا کھلائے تو ہم خلوص دل سے ”الحمد لله رب العالمین“ کہیں۔ مذہب کے حوالوں سے قطع نظر، یہ تو ہمارا اخلاقی فرض بتا ہے۔ ہم دفتر میں برا بر بیٹھے ساتھی سے ایک پن مانگتے ہیں اور جب وہ پن ہمیں دیتا ہے تو ہم پن لیتے وقت کہتے ہیں۔ ”تھینک یو۔“

کیا وہ رب کائنات جو دنیا کی لاتعداد، نادر و نایاب نعمیں ہمیں بے مانگے عطا کرتا رہتا ہے

ہماری "تحیک یو" کا حق دار نہیں ہے۔ رب کائنات تو اس بات کا حق دار ہے کہ ہماری ہر سانس، ہمارے دل کی ہر دھڑکن، ہر لمحہ، ہر ساعت کبھی رہے "تحیک یو..... تحیک یو" کیونکہ ہماری ہر سانس اس کی عطا اور ہمارے دل کی ہر دھڑکن اس کی ایک نعمت ہے جس لمحے اس کی عطا رکے گی، اسی لمحے ہمارا جو مردہ گوشت اور ہڈیوں کے قابل تدفین ڈھیر میں تبدیل ہو جائے گا۔

ہمیں بچپن سے سکھایا جاتا ہے کہ کھانا شروع کرنے سے پہلے "بسم اللہ" کہا اور کھانے کے بعد "الحمد للہ" کہا، ہم بڑے ہونے کے بعد یہ باتیں خود بھول جاتے ہیں اور (اگر بھی یاد آئے تو) اپنے بچپن کی ان کی تلقین کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ شاید اس کی وجہ ہماری مصروف زندگی ہو کہ ہم اکثر اسی جلدی میں کھانا کھاتے ہیں کہ ہمیں معلوم ہی نہیں ہوتا کہ کیا کھایا ہے یا شاید اس کی وجہ شیطان ہو جو ہمیں شکر ادا کرنے کی عظیم سعادت سے محروم کھانا چاہتا ہے۔ وجہ کوئی بھی ہو ہمیں اس کا تدارک کرنا چاہیے۔

اس کی ایک ترکیب یہ ہے کہ ہم جہاں بھی بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں وہاں خوش خط لکھ کر دیوار پر آؤ زیان کریں: تاکہ جب بھی ان الفاظ پر ہماری نظر پڑے، یہ الفاظ ہماری زبان سے ادا ہو جائیں اور اللہ توفیق دے تو فرصت کے لمحوں میں ان مبارک کلمات کو دل کی گہرائیوں سے بھی ادا کرنے کو جی چاہے۔ (کوشش کریں کہ اس طفرے کو بھی کچھ عرصے بعد بدلتے رہیں۔ کوئی اور ڈیزائن کوئی اور فریم..... اس لیے کہ جب کوئی چیز بہت عرصے ایک ہی جگہ کھی رہے تو پھر نظر آتا بند ہو جاتی ہے۔)

**بسم الله الرحمن الرحيم**

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو براہم بریان اور رحم والا ہے۔

**الحمد لله رب العالمين**

"تمام تعریف اللہ ہی کے لیے (مز اوار) ہے جو سارے جوانوں کا پائی نہ والا  
بڑا بریان، رحم کرنے والا ہے۔"

باب: ۱۵

## مؤمنین کے لیے مخصوص نعمتیں

اب تک ہم نے ان نعمتوں کا تذکرہ کیا ہے، وہ عمومی ہیں اور تمام انسانوں کو عطا کی گئی ہیں۔ ان سب کے علاوہ مجھے اور آپ کو اللہ رب العالمین نے اور بہت سی بے شمار اعلیٰ درجے کی رحمتوں اور نعمتوں سے نوازا۔ اس نے ہمیں ایک مسلمان گھرانے میں پیدا کیا۔ اپنے سب سے پیارے نبی سب سے آخری پیغمبر سردار انبیاء رحمت للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں قرار دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں پیدا ہونے کا مطلب معلوم ہے کیا ہے؟ حضرت نوح علیہ السلام کا وقت سفر آیا تو فرشتہ موت ان کے پاس آیا۔ اس نے روح قبض کرنے سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام سے پوچھا کہ اے اللہ کی نبی آپ نے دنیا کو کیسا پایا؟ حضرت نوح نے جواب دیا کہ ایک چھوٹا سا کمرہ جس میں دو دروازے ہوں۔ میں ایک دروازے سے داخل ہوا، دوسرا سے نکل گیا۔

فرہیت موت نے حیرت سے کہا۔ ”یا نبی اللہ! آپ نے سیکڑوں سال کی زندگی پائی۔ آپ کے پاس دنیا بھر کی بادشاہت بھی رہی اور نبوت بھی۔ اس کے باوجود آپ ایسا محسوس کرتے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ جب اللہ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا میں آئیں گے تو ان کی امت کے لوگوں کی عریں سانحہ سانحہ بر س کی ہوں گی۔ اس کے باوجود وہ اپنے رہنے کے لیے لو ہے اور پھر کے کئی کئی منزلہ مکان تعمیر کیا کریں گے۔“

حضرت نوح نے جواب دیا ”خدا کی قسم اگر میں ان نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں پیدا کیا جاؤں تو سانحہ بر س تو صرف ایک بجدہ شکر میں گزار دوں (کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں پیدا کیا گیا)۔

## اہل بیت سے محبت:

اللہ تعالیٰ نے اہل بیت کی محبت کو ہمارے لہو میں شامل کیا۔ ہمیں سلسلہ امامت کے آخری امام حضرت امام مہدی علیہ السلام کی حکومت میں زندہ رکھا اور امام موجود کی توجہات و عنایات کو ہماری طرف منتقل رکھا۔

خیر پور کے ایک مرحوم شاعر جناب رخم بدایونی کا شعر ہے۔

ارتکاب جرم پر جب ٹوک دینا ہے ضمیر

درحقیقت یہ امام وقت کی آواز ہے

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم اسی پر از حکمت کتاب کو ہمارا رہنمایا۔

”اور ہم نے تم پر کتاب (قرآن) نازل کی جس میں ہر چیز کا

(شانی) بیان ہے اور مسلمانوں کے لیے (سرتاپا) ہدایت اور رحمت اور

(سورہ بخل: آیت ۸۹) خوش خبری ہے۔“

## اولاً رسول ہونے کا اعزاز:

ہم میں سے جو سادات ہیں ان پر تو اللہ نے اپنے کرم کی انہیا کر دی۔ انہیں شہزادی کوئین سیدہ نساء العالمین اور مولائے کائنات حضرت امام علی ابن ابی طالب کی اولاد ہونے کا شرف عطا کیا۔ یہی نبی اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمین، مومنین کے دلوں کو نیکی کی طرف رجحان رکھنے والا بنایا اور ہمارے ضمیر کو زندہ رکھا۔ پھر اس نے ہمیں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، خس، جہاد، زیارت قبور آئندہ، عز اداری سید الشہداء اور خدمت والدین جیسی عظیم نعمتوں سے سرفراز کیا۔

## واضح رہے کہ:

سدادت کے لیے واضح رہے کہ سعادت کا دعویٰ ہم سے دوسروں کی نسبت زیادہ اچھے عمل کا مقاضی بھی ہے ”جن کے رتبے ہیں یو اُن کی یو مشکل ہے۔“ اگر ہم اولاً رسول ہیں تو ہمارا عمل

بھی اپنے جد کی سیرت و کردار سے وابستہ ہونا چاہیے۔ اول وقت میں نماز، دوسروں کی مدد برائیوں سے گریز، تکیوں کی طرف پیش قدمی، عفو و درگزر، صبر و برداشت اور اللہ کی ذات پر مکمل اعتقاد، بھرپور توکل۔

بہر حال یہ نعمتوں تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس عالم اسباب میں فراہم کیں۔ اب ذرا ان نعمتوں پر بات کریں جو ہمیں موت کے بعد حاصل ہو سکتی ہیں یا ہوتی ہیں۔

### موت کے بعد اللہ کے احسانات:

نعمتوں اور حمتوں کا یہ سلسلہ جو ہماری ولادت سے پہلے شروع ہوتا ہے (اگر ہم چاہیں) تو ہمیشہ ہمیشہ جاری رہتا ہے۔ جب انسان مرض الموت میں گرفتار ہوتا ہے اور اس کے اس دنیا سے ہمیشہ کی زندگی کی جانب سفر کے آثار نمایاں ہوتے ہیں تو اس وقت بھی کم و بیش وہی اہتمام ہوتے ہیں جو اس وقت ہوئے تھے جب وہ اس دنیا میں آئے والا تھا۔

سارے رشتے دار، دوست احباب، چانہنے والے اسے الوداع کہنے کو جمع ہوتے ہیں۔ موت کے بعد اسے جلد از جلد غسل دے کر پاک کیا جاتا ہے۔ جب دنیا میں آیا تھا اس وقت بھی اسے سفید کپڑے میں لپینا گیا تھا۔ اگلی دنیا میں جانے سے پہلے بھی اسے دوبارہ سفید لباس پہنایا جاتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ لوگ اس کی نماز جنازہ پڑھتے ہیں اور مرنے والے کی تمام غلطیاں معاف کر کے پڑاواز بلند کہتے ہیں کہاے رب کریم۔ اسے معاف کر دے ہم گواہی دیتے ہیں کہ اس شخص سے ہم نے زندگی میں خیر اور نیکی کے علاوہ اور کچھ نہیں دیکھا۔

اگر چہ ہم نے اس کے بہت سے بڑے اعمال دیکھے ہوتے ہیں لیکن نماز جنازہ میں ہمیں یہ جملہ کہنے کا حکم دیا گیا ہے اور ہم یہ جملہ کہہ کر اسے ہمیشہ کے لیے معاف بھی کر دیتے ہیں۔ اب جب اتنے سارے افراد اس شخص کو معاف کر دیتے ہیں تو اللہ تو سب سے بڑھ کر معاف کرنے والا ہے۔

## نماز جنازہ میں وضو کی شرط بھی ختم کر دی:

آپ اپنے مالک کی محبت کا اندازہ تو لگائیں کہ اللہ تعالیٰ نے مومن کی نماز جنازہ پڑھنا واجب قرار دیا اور اس نماز سے رکوع و بجود، تشهد وسلام سب کو ساقط کر دیا۔ آپ دیکھیں! کوئی نماز بغیر وضو نہیں پڑھی جاتی لیکن مومن کی نماز جنازہ پڑھنے میں رحیمان و رحیم مالک نے وضو کی شرط بھی ختم کر دی۔ نماز جنازہ میں پیش نماز کے لیے بھی وضو کی شرط نہیں تاکہ زیادہ سے زیادہ افراد جلد سے جلد اس مومن کے لیے گواہی دیں کہ انہوں نے مرنے والے سے خیر کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔

”ہاں میرے اس بندے سے بہت سی غلطیاں سرزد ہوئی ہیں۔ ممکن ہے اس نے تمہارا قرض والیں نہ کیا ہو، ممکن ہے اس نے کبھی تمہیں کوئی تکلیف پہنچائی ہو! لیکن یہ ”میرا بندہ ہے“ اسے معاف کر دو، سب کچھ بھول جاؤ بھیش کے لیے۔ آج یہ میرے پاس آ رہا ہے، کل تمہیں بھی میرے پاس آتا ہے، تم نے بھی تو بہت سی غلطیاں کی ہوں گی۔ میں نے اسے معاف کر دیا، میں تمہیں بھی معاف کر دوں گا۔ میں تو ہوں ہی گناہوں کو جھوٹی طور پر معاف کرنے والا۔“

مومنین اس معاف شدہ مومن کو الوداع کہنے آخري منزل تک اس کے ساتھ ساتھ جاتے ہیں آرام، آہستگی اور دعاویں کے ساتھ اسے قبر میں اتراتا جاتا ہے۔ قبر کے اندر جب اسے مغفرتگیر کے سوالوں کا سامنا ہوتا ہے، اس وقت ایک بزرگ اس کے سر ہانے بیٹھنے لائقین پڑھ رہے ہوتے ہیں تاکہ اسے سوال کے درست جواب دینے میں مشکل نہ پیش آئے۔

قبر کے قریب کھڑے سارے دوست، رشتے دار اسے سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص کے لاقافی تھوفوں سے نواز رہے ہوتے ہیں۔ پھر اسی رات بے شمار مومنین اس کے لیے نمازو حشت قبر پڑھتے ہیں۔ اس کی مغفرت کی دعا میں مانگتے ہیں۔

پھر دنیا بھر میں جہاں اور جب سورہ فاتحہ یا قرآن پڑھا جاتا ہے تو پڑھنے والے اس کے ثواب کا کچھ نہ کچھ حصہ مرنے والے تمام مومنین کی ارواح کو بخشنے ہیں۔ احادیث میں بار بار تاکید کی گئی

ہے کہ جب قبرستان میں داخل ہو تو تمام اہل قبور کو سلام کرو۔ جب قبرستان کے قریب سے گزرو تو سورہ فاتحہ پڑھ کر وہاں کے اہل قبور کو ہدیہ کرو۔

دنیا بھر میں لاکھوں، کروڑوں مسلمان پانچ وقت دعائے قوت میں مومنین و مومنات کی مغفرت کی دعائیں مانگتے رہتے ہیں۔ مرنے والے کی اولاد اس کے ذمے اللہ اور بندوں کے واجب الادا قرض ادا کرتی رہتی ہے۔

ان تمام نیکیوں کے ثواب، عظیم اور لا فانی نعمتوں کی شکل میں اس آدمی تک پہنچتے رہتے ہیں جو بہ ظاہر مٹی میں مل چکا ہوتا ہے۔ اُسی بے بھی کی حالت میں کہ اس کے پاس عمل کرنے کی کوئی صلاحیت باقی نہیں رہتی تو اللہ رحمان و رحیم ساری دنیا میں انجام دیے جانے والے یہ اعمال میں سے بے مانگے اور بغیر کسی عمل کو بنیاد بنائے ہر اچھے کام کے معادنے میں اسے بھی شریک کرتا رہتا ہے۔ انسان ماں کے پیٹ میں گوشت کا ایک ذرا سال تو ہٹرا تھا۔ بے بس، بے طاقت، ابھی اس کے اعضاء بھی نہیں بننے تھے کہ اللہ تعالیٰ ساری دنیا کی نعمتوں اس تک پہنچا رہا تھا اور اب جب کہ اس کے اعضاء مٹی میں مل گئے تو اللہ تعالیٰ ساری دنیا کے ہر اچھے کام کے ثواب میں سے کچھ نہ کچھ حصہ آخرت کی نعمتوں کی شکل میں اس تک پہنچا تا رہتا ہے۔



باب: ۱۶

## نعمتوں کے لیے اضافی انتظامات

اللہ رب العالمین بندوں پر کتنا مہربان ہے اس کا اندازہ کرنا صرف خود اسی کی ذات کے لیے ممکن ہے۔ میں اور آپ اس کی مہربانیوں، احسانات اور اس کے فعل و کرم کا بہت سکم اور اک کر سکتے ہیں۔ ان زمینی نعمتوں سے ماوراء، جو وہ انسانوں کے ذریعے انسانوں کو پہنچاتا ہے، اس نے اپنے عرش پر لا تعداد فرشتوں کو یہ حکم دے رکھا ہے کہ وہ اس کے گناہ گار بندوں کے لیے معافی طلب کرتے رہیں۔ پہلے انسان کے وجود میں آنے سے لے کر قیامت تک پیدا ہونے والے انسان معافی کی اضافی سہولت سے مستفید ہوتے رہیں گے۔

”اور فرشتے تو اپنے پروردگار کی تعریف کے اتحد تبعیج کرتے

ہیں اور جو لوگ زمین میں ہیں ان کے لیے (گناہوں کی)

معافی مانگا کرتے ہیں۔ سن رکھو کہ اللہ ہی یقیناً بڑا بخشنے والا

مہربان (مالک) ہے۔“ (سورہ شوریٰ: آیت ۵)

### کیا فرشتے سب لیے دعا کرتے ہیں؟

سوال یہ ہے کہ کیا اللہ کی یہ معزز مخلوق اللہ سے ہر انسان کی سفارش کرتی ہے خواہ وہ یک ہو یا بد، ظالم ہو یا مظلوم۔ ایسا نہیں ہے کہ یہ فرشتے ہر انسان کے لیے معافی طلب کرتے ہوں۔ اللہ کی یہ مخلوق اللہ تعالیٰ سے ہم میں سے ان انسانوں کے گناہوں اور ان کی سزا کو دور کرنے کی دعا کرتی ہے جو خود اپنے کیے پر شرمسار ہوں اور حتی الامکان توبہ واستغفار کرتے رہیں۔ ایسے بندے جو اپنے نفس سے مسلسل حالت جنگ میں رہیں۔ ایسے بندے جو شیطان سے کسی صورت ہارنے مانیں

گناہ سرزد ہو جائے تو دوبارہ اپنے مالک سے معافی مانگنے حاضر ہو جائیں۔ جن کے گناہ انہیں مالک کے آگے شرمدہ تو کریں، مالک کے فضل و کرم سے ایوس نہ کر دیں۔ جو لوگ اپنے گناہوں سے پریشان تو ہوں مگر نفس کے آگے ہتھیار نہ ڈالیں۔ ایسے توبہ کرنے والوں کے لیے اللہ کی وسیع رحمت کا نظارہ سورہ مومین میں زیادہ تفصیل سے کیا جاسکتا ہے۔

”جو فرشتے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے ارد گرد (تعینات) ہیں

(وہ سب) اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ سچ کرتے ہیں اور اس پر ایمان

رکھتے ہیں اور مونوں کے لیے بخشش (معافی) کی دعا کیں مانگا کرتے ہیں

کہ پروردگار تیری رحمت اور تیرا علم ہر چیز پر احاطہ کیے ہوئے ہے۔

تو جن لوگوں نے (چچے) دل سے توبہ کر لی اور تیرے راستے پر چلے ان کو

بخش دے اور (انہیں) جہنم کے عذاب سے بچا لے۔ اے ہمارے پانے

والے ان کو سدا بھار باغوں میں جن کا ثونے ان (توبہ کرنے والوں) سے

وعدہ کیا ہے، داخل فرماؤ ران کے باپ دادا اؤں اور ان کی پیویوں اور ان کی

اولاد میں سے جو لوگ نیک ہوں ان کو (مگہی) بخش دے۔ بے شک تو

زبردست حکمت والا ہے۔“ (سورہ مومین، آیت: ۸)

اللہ رب العالمین کی وسعت رحمت کا اندازہ تو فرمائیں جو میرے اور آپ کے آبا اجداد سے

میری اور آپ کی قیامت تک پیدا ہونے والی اولاد تک کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

اگر آج میں توبہ کرلوں:

یعنی اگر آج میں اپنے مالک کے سامنے سچے دل سے توبہ کرلوں اور آیندہ کے لیے تیکی کے

راستے پر چلے کاپکا ارادہ کرلوں تو عرشِ الہی کے گرد اگر دھپیلے ہوئے بے شمار فرشتے آج ہی سے نہ

صرف میری بلکہ میرے آبا اجداد اور میری نسل میں قیامت تک پیدا ہونے والے انسانوں کے

لیے معافی کی سفارش کرنا شروع کر دیں گے۔

## مال کا پیٹ، زمین کا پیٹ:

اس طرح اللہ رب العالمین کی رحمت مجھے ہی تک محدود نہیں رہے گی۔ بلکہ اس کی رحمت زمان و مکان سے ماوراء، میرے بزرگوں اور میری آئینہ نسل کے تمام انسانوں کو اپنے احاطے میں لے لے گی جو جو یہی اختیار کریں یا کم از کم اس کے لیے اپنی ہی کوشش جاری رکھیں۔

اب آپ دیکھیں..... انسان جب مال کے پیٹ میں تھا اور عمل کی صلاحیت سے محروم تھا، اس وقت بھی اللہ رب العالمین کی عطا کردہ عظیم اور نایاب نعمتوں سارے زمین و آسمان سے کھینچ کر اس تک پہنچ رہی تھیں اور جب وہ زمین کے پیٹ میں بے حس و حرکت پڑا ہوتا ہے، اس وقت بھی دنیا جہان سے لاقافی نعمتوں سے کراس تک پہنچ رہی ہوتی ہیں۔

دل چاہتا ہے کہ آپ سے درخواست کروں کہ اب آپ جب بھی "الحمد للہ رب العالمین" کہیں تو اللہ تعالیٰ کی عظیم، لاقافی اور ابدی نعمتوں اور رحمتوں کا جس حد تک بھی تصور کر سکتے ہیں، ضرور کریں اور سجدہ شکر میں جا کر بہت دریک "الحمد للہ رب العالمین" کہتے رہیں۔

## مال ک کتاب مہربان، ہم کتنے ناشکرے:

آپ نے دیکھا کہ مالک ارض و سماء اللہ جل شانہ نے ہم انسانوں اور خصوصاً مسلمین و مونین کو کس قدر نعمتوں سے نوازا ہے۔ ہم جیسے انسان جو اس کائنات کے تناظر اور اس وائرس سائز دنیا میں ایک صفر (۰) سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے، کیا ان عظیم ایشان نعمتوں میں سے کسی ایک کا بھی احتقار رکھتے ہیں، اور کیا ہم اگر اپنی زندگی کی تمام ساعتیں صرف اس کا شکردا کرتے رہیں تو اس کے احسانات کا شکردا کر سکتے ہیں؟

ہم اس کی نعمتوں کا شعور ہی نہیں رکھتے تو شکر کیسے ادا کر سکتے ہیں۔ ہم تو اللہ کی نعمتوں کا شکردا کرنے کے بجائے اکثر و بیشتر انہی نعمتوں کے ذریعے شیطان مردود کی مدد کرتے ہیں۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے کہ میرا دوست مجھے خطرے میں دیکھے اور دشمن سے بچنے کے لیے ایک جدید ترین کلا شکوف مجھے مفت دے دے اور میں اس کے ذریعے اپنی مدافعت کرنے کے بجائے یہ

کلائشکوف اپنے دشمن کے حوالے کر دوں کہ وہ اس سے مجھے اور میرے دوست، دونوں کو حتی الامکان نقصان پہنچائے۔

### ہم بندوں کی وقت ہی کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے ذریعے اسی کی ناشکری کرتے وقت ہم اللہ رب العالمین سے ذرا سا خونزدہ نہیں ہوتے کہ اللہ اگر رحمان و رحیم ہے تو تھارو جبار اور سخت انتقام لینے والا بھی ہے۔ اس کی عظمت کی آگے ہم جیسے بندوں کی وقت ہی کیا ہے۔ ابھیاً و مرسیین اس کی عظمت کے آگے سرگوں اور مقرب بارگاہ فرشتے اس کی بیہت سے لزاں ہیں۔

اللہ وہ ہے جو آدم، شیعث، نوح، ہود، لوط، ذوالکفل، الیاس، شعیب، حضرت، ایوب، داؤد، سلیمان، یعقوب، یوسف، زکریاء، موسیٰ، ہارون، یوشع بن نون، ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، اعلیٰ و آلہ وسلم کا معبد ہے۔

اللہ تو وہ ہے جو سردار ابھیاً، سید المرسلین، خاتم النبیین، رحمت اللہ عالیٰ، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معبد ہے۔

اللہ تو وہ ہے جو عبید خدا، ولی خدا مولاۓ کائنات، امام مسیح، امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کی سجدہ ریزی کا مرکز ہے۔

اللہ تو وہ ہے جو سیدۃ النساء العالیٰ، عابدة، زکیۃ، زائدۃ، بتول بنت رسول، شہزادی گوئیں حضرت فاطمہ زہرا اصولات اللہ علیہا کی عبادتوں اور ریاضتوں کا مقصد ہے۔

اللہ تو وہ ہے کہ علم الہدی، صاحب جود و خلق، کاغذ ضرر وال بلا حضرت ابو محمد امام حسن ابن علی اور سید الشہداء اجگر کو شر رسول، حضرت امام حسین ابن علی نے اس کی راہ میں شدید اذیتیں برداشت کیں اور شہید ہو کر اس وحدہ الاشریک کی گواہی دی۔

جریل، عزرائیل، میکائیل، اسرائیل اور بے شمار مقرب بارگاہ فرشتے اس کی عظمت کے آگے سرگوں۔

اللہ تو ہے جو دنیا کے تمام شہیدوں، عابدوں، زاہدوں، شب زندہ داروں، قطب و ابدال اور  
مومنین و مومنات کا مسجد و مقصود و معبد ہے۔

اس کی عظمت کو سمجھنے کی لیے یہی حقیقت کافی ہے کہ وہ محمدؐ جیسے آقا کا آقا اور علیؐ جیسے مولاؐ کا  
مولا ہے۔

وہ قہار و جبار ہے۔ اس نے انسانوں اور جنوں کی بے شمار بستیوں، آبادیوں، قوموں اور  
گروہوں کو ان کے گناہوں کے سبب نیست و نابود کر دیا۔

اس نے قوم فرعون، اصحاب الرس، قوم ثمود، قوم عاد، قوم فرعون، قوم لوط، اصحاب الائکہ (بن کی  
رسہنے والوں) اور اصحاب الاخذ و دکوبدترین عذاب میں بتلا کر کے دنیا سے نابود و فتا کر دیا۔

اس نے فمرود اور فرعون ایسے خود سرا اور بے پناہ طاقت و اقتدار رکھنے والے بادشاہوں کا غدر  
خاک میں ملا دیا۔

اس نے ایران کے شاہ جیسے عالمی طاقتوں کے ایجنت کی ڈھانی ہزار سالہ بادشاہیت کو صفر ہستی  
سے منادیا۔ اللہ ہی تو ہے جس نے مصر کے نئے فرعون کی شان و شوکت کو خاک میں ملا دیا۔ اللہ ہی  
تو ہے جس نے لیبیا کے مرد آہن کو خاک بہر کر دیا۔

یہ قہار و جبار اللہ اپنے بندوں پر کس قدر مہربان ہے  
اب ذرا غور تو کریں کہ یہ التدرب العالمین، مالک ارض و سماء، مسجد ملائکہ، مقصود انبیاء، معبد  
امم، یہ قہار و جبار، بخت اتفاقاً لینے والا خداۓ وحدہ لا شریک اپنی لازواں عظمت، بے پناہ  
قہاریت، بے مثال قدرت و طاقت کے باوجودہم ایسے گناہ گار بندوں کے لیے کس قدر مہربان،  
کس قدر حیم اور کس قدر شفیق ہے۔ وہ ہمیں پکار پکار کر اپنی رحمت کی جانب متوجہ کرتا ہے۔

”اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر اسراف (ظلم) کیا ہے، اللہ کی

رحمت سے مایوس نہ ہوتا۔ یقیناً اللہ گناہوں کا (مجموعی طور پر) بخشش والا ہے

کیونکہ وہ معاف کرنے والا، حرم کرنے والا ہے۔“ (سورہ زمر: آیت: ۵۳)

ایک اور مقام پر وہ اپنے حسیب سے فرماتا ہے:

”اور (اے رسول) جب میرے بندے آپ سے میرے متعلق سوال

کریں تو (آپ انھیں بتادیں کہ) میں (تو ہر وقت) ان سے قریب ہوتا

ہوں جب (بندہ) مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں۔“

(سورہ: بقرہ آیت: ۱۸۶)

بندے دعا کریں کہ وہ اسے قبول کر لے:

غور فرمائیں، اقویلیت دعا کے لیے شرط صرف اتنی ہے کہ بندے دعا کریں کہ وہ اسے قبول کرے۔

آپ ان لفظوں سے چھکلتی ہوئی اپنا سیست، محبت اور شفقت کو محسوس تو کریں۔ یہ الفاظ مالک

ارض و سماء اللہ جل شانہ کے ہیں جو ساری کائنات کا بلا شرکت غیرے مالک، پانیہار اور ہر شے کو

عدم سے وجود میں لانے والا اور ہر شے کو ایک معلوم وقت کے بعد فنا کرنے والا ہے۔ جس کا حکم ہر

لحے ساری کائنات اور ما درائے کائنات میں جاری ہوتا رہتا ہے۔ سورج، چاند، ستارے، پیڑ

پودے، پہاڑ، کہکشاں میں، زمین، آسمان، ہوا میں، بادل اور بجلیاں، سمندر، دریا اور خشکی و تری پر

موجود ہر شے اس کے آگے سر بر بجود ہے۔

..... اور ان محبت آمیز جملوں کے مخاطب ہم اور آپ ہیں۔ واڑیں، سماں، زندگی کی ناقابل ذکر

متفقی زیرِ ذریعہ مخلوق۔

میرا ایمان کامل ہے کہ یہ آیاتِ رحمت کسی نبی، مرسل، امام، عابد و زادبیدیا کسی شب زندہ دار

بزرگ سے مخصوص نہیں ہیں۔ اللہ رحمان و رحیم کے ان کلمات کے مخاطب شاید مجھا یہے گناہ گار اور

شیطان کے پھنڈوں میں تری پتے پھر کتے لاکھوں، کروڑوں، کھربوں انسان ہیں۔

میرے بندے، میرے بندے:

وہ رب کائنات جو اس بات پر قادر ہے کہ موجودہ انسانوں ہی کوئی اس پوری کائنات کو جنم

زدن میں فاکرڈا لے اور ہم سے بہتر انسان اور اس کائنات سے عظیم تر کائنات پیدا کر دے، وہ ہم

ایسے بے حقیقت، ناقابل ذکر انسانوں کو ”اے گناہ گارو“ نہیں کہتا۔ وہ ہمیں ”اے میرے بندو!“ کہہ کر مخاطب کرتا ہے۔

”جس (اللہ) نے سارے آسمان اور زمین پیدا کیے، کیا وہ اس پر قدرت نہیں رکھتا کہ ان ہی جیسے (دوبارہ) پیدا کر دے۔ ہاں (ضرور قدرت رکھتا ہے) اور وہ پیدا کرنے والا واقف کار ہے۔ (سورہ یس: آیت ۸۲)

زمین و آسمان کے مالک کے لیے کیا مشکل ہے کہ ہم جیسے نافرمان بندوں کو لمحہ بھر میں اس کڑھ ارض سے اٹھا کر کہیں اور کسی اور حالت میں پیدا کر دے۔ لیکن وہ ہم جیسے بے حیثیت انسانوں کو ”میرے بندے“ کہتا ہے۔

”اور ہم اس سے عاجز نہیں کہ تمہارے ایسے اور لوگ بدل ڈالیں اور تم لوگوں کو اس (شکل و صورت یا کسی اور دنیا) میں پیدا کروں جسے تم بالکل نہیں جانتے۔ (سورہ واقعہ: آیات ۶۰-۶۱)



رب العالمين دعا اور لسان

باب: ۷۶

## دستِ دعا اسی کی بارگاہ میں بلند کریں

یہ ایک ناقابل تردید اور ہماری زندگی کی سب سے بڑی حقیقت ہے کہ کوئی دوسری محبت اور اس کی محبت کا مقابلہ نہیں کر سکتی کیوں کہ وہ ودود ہے۔ کوئی دوستی اس کی دوستی سے زیادہ بڑھ کر نہیں کہ وہ رفیق ہے۔ کوئی فائدہ رساں اس سے زیادہ نہیں کہ وہ مفید ہے۔

کسی کی شفقت اس کی شفقت کا مقابلہ نہیں کر سکتی کہ وہ شفیق ہے۔ کوئی رشتہ اس سے زیادہ قریب نہیں کہ وہ قریب ہے۔ ہمارے مسائل کو سنبھالنے والا اس سے بڑھ کر کوئی نہیں کہ وہ سمیع ہے۔ کوئی احسان کرنے والا اس سے بڑھ کر کوئی نہیں کہ وہ منسان ہے۔ کوئی مددگار اس سے زیادہ مدد نہیں کر سکتا کہ وہ ناصر ہے۔ ہمارے کاموں کو اس سے بڑھ کر کوئی نہیں سنوار سکتا کہ وہ مدد بر الامور ہے۔

کوئی خبر رکھنے والا اس سے بڑھ کر ہماری خبر نہیں رکھ سکتا کہ وہ خبیر ہے۔ کوئی رزق دینے والا اس کے علاوہ نہیں کہ وہ رذاق ہے۔ کوئی کفایت کرنے والا اس کے علاوہ نہیں کہ وہ کافی ہے۔ کوئی شفاذینے والا اس کے علاوہ نہیں کہ وہ شافی ہے۔ اس کے علاوہ کوئی ہمارے آنسوؤں پر رحم کھانے والا نہیں کہ وہ راحم العبرات ہے۔

اس کے علاوہ کوئی ہمارے ربوبوں کو بڑھانے والا نہیں کہ وہ رافع الدرجات ہے۔ اس کے علاوہ کوئی ہماری بیانات کو ثانے والا نہیں کہ وہ دافع النقم ہے۔ مومنین کا کوئی مددگار اس سے زیادہ نہیں کہ وہ ولی المؤمنین ہے۔

جب ایسا ہے تو ہمیں ادھرا دھرم بھٹکنے کی کیا ضرورت ہے۔ سارے معاملات کے لیے ہم اسی سے رابطہ کیوں نہ کریں۔ اسی کی بارگاہ میں دستِ دعا کیوں نہ بلند کریں۔

لیکن.....

ہم رب کائنات کو چھوڑ کر اپنی ساری امیدیں اس وائرس سائز دنیا کے اپنے ہی جیسے مخفی زیر، زیر و حیثیت رکھنے والے، بے بس اور تھان انسانوں سے کیوں وابستہ کر لیتے ہیں۔ امام زین العابدینؑ نے فرمایا تھا کہ ایک محتاج بھلا دوسرے محتاج کو دے ہی کیا سکتا ہے؟ لیکن ہم لوگ اپنی حاجت برداری کے لیے انہی محتاجوں سے رجوع کرتے ہیں۔

یعنی محتاج کبھی صدر ہوتا ہے، کبھی وزیر، کبھی کسی ادارے کا سربراہ، کبھی چیف ائیریئون، کبھی کوئی فیجنگ ڈائریکٹر، کبھی جزل فیج کبھی ہمارا باس، کبھی کوئی سرمایہ دار۔ ان میں سے کسی کو بھی آئندہ آنے والی ساعت کا علم نہیں ہوتا۔ اچانک کسی بھی لمحے، کسی بھی دن ان کا زوال شروع ہو جاتا ہے، اچانک ہی ان کے اختیارات چھپ جاتے ہیں۔ ایک دن دولت و اقتدار کے نئے میں سرشار ہوتے ہیں اور دوسرے دن پولیس کی گاڑی میں ذلیل و خوار۔ ایک دن پروٹوکول کی گاڑیوں، ہوڑ اور سائزنوں اور ”ہٹوچجو“ کی آوازوں کے ساتھ اپنے محل کی جانب روائی دواں اور دوسرے دن ایک محرومی SHO کے ہمراہ جیل کی طرف گامزن۔

”جن لوگوں نے خدا کے سواد و سروں کو کار ساز بنا رکھا ہے ان کی مثال اس مکڑی کی ہی ہے جس نے ایک گھر بنایا اور اس میں شکن نہیں کہ تمام گھروں سے کمزور گھر مکڑی کا ہوتا ہے اگر یہ لوگ جانتے ہوں۔“

(النکبوت: آیت ۲۴)

ہماری گزارشات کا مطلب ہر گز نہیں کہ آپ دنیاوی وسائل کو چھوڑ کر ہر وقت تشیع پڑھتے رہیں۔ لیکن ادنیا میں انسان ہی انسان کے کام آتا ہے۔ دوسروں سے مدد ضرور لجھے اور ان کا شکر یہ بھی ادا کیجئے لیکن ہر معاملے میں بھروسہ صرف اللہ کی ذات پر کیجئے۔

چوبیس گھنٹوں میں سے پچھیس منٹ:

رب العالمین کی اپنے بندوں سے محبت شفقت اور اس کے احسان و کرم کا کسی قدر اندازہ

آپ نے گزشتہ صفحات میں لگایا ہوگا..... اب ذرا ہم اور آپ غور کریں کہ ایسے مہربان آقا کے لیے ہمارا روکی کس طرح کا ہوتا ہے!

اللدر حمان و رحیم، رب کائنات چوہیں گھنٹوں میں ہمیں چند منٹوں کے لیے اپنے پاس بلاتا ہے تو ہمیں اکثر یہ آواز سنائی ہی نہیں دیتی اور اگر سنائی دے بھی جائے تو ہمارے پاس بہت سے جواز موجود ہوتے ہیں۔

مثلاً رات دری سے سوئے تھے، کسی چینل پر ”مارد حاڑ“ سے بھر پور ایک بے نتیجہ تاک شو یا کسی ڈرامے کا آخری اور سختی خیز سین پل رہا ہوتا ہے، شادی کی تقریب میں ہوتے ہیں یا جانے والے ہوتے ہیں، گھر کا کوئی ضروری کام ہوتا ہے، مہمان آئے ہوئے ہوتے ہیں، وغیرہ وغیرہ۔

دن کے چوبیں گھنٹوں میں اللہ تعالیٰ ہمیں پانچ مرتبہ تقریباً ساڑھے چھ گھنٹے کے بعد پانچ سے آٹھ منٹ کے لیے نماز پڑھنے کے لیے بلاتا ہے لیکن ہم چوبیں گھنٹوں میں دنیا کے سارے کام کر سکتے ہیں سوائے نماز پڑھنے کے۔ نماز کو ہم تائیتے ہی رہتے ہیں۔

مزے کی بات یہ ہے کہ یہ جو ہمارا مالک ہمیں بلاتا ہے اس میں اسے ہم سے کوئی کام نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ تو ہمیں اس لیے بلاتا ہے کہ وہ ہمارے مشکل ترین کام کر دے جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔

### رحمانی آواز، شیطانی چیز:

اکثر گھروں میں جب ایک بے ہودہ ٹوپی پروگرام کے درمیان ٹوپی سے یا محلے کی مسجد سے اذان ہونا شروع ہوتی ہے تو ناظرین بے زار سے ہو جاتے ہیں۔ شرما حضوری میں ٹوپی وی کی آواز آہستہ کر دی جاتی ہے (اس وقت انہیں یاد آتا ہے کہ شور و غل انسانی اعصاب کے لیے کس قدر نقصان دہ ہے) ٹوپی وی کو بند نہیں کیا جاتا آواز بند یا کم کر دی جاتی ہے۔ اذان ختم ہونے کا انتظار کیا جاتا ہے۔ وقفہ برائے نماز سے فائدہ اٹھاتے ہوئے گھر کے تمام افراد دیگر ”ضروری کاموں“ میں لگ جاتے ہیں۔

بے الفاظ دیگر جب تک شیطان ہمارے گھروں میں اپنی کریہ آواز کے ساتھ چیخ رہا ہوتا ہے، اس وقت تک ہم سب ٹکنگی باندھے اسے دیکھ کر لطف انداز ہوتے رہتے ہیں اور جیسے ہی نشریاتی رابطے پر اللہ جل شانہ کی جانب سے ہمیں پکارا جاتا ہے کہ ”آؤ فلاح کی طرف“ تو ہم دلچسپ ڈرامے، بے نتیجہ تاک شو یا موسیقی کے دلکش پروگرام کے درمیان اس ”مداخلت بے جا“ سے بور ہو جاتے ہیں، ہم خیر اور فلاح کی طرف بلانے والی اس رحمانی آواز کو سننا تک نہیں چاہتے۔

### وقفہ برائے اذان سے فائدہ:

وقفہ برائے اذان سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کوئی جلدی سے با تھر روم سے فارغ ہونے چلا جاتا ہے۔ کسی کو ضروری قوفن کرنا یاد آ جاتا ہے، کوئی اس دوران قربی اسشور سے ڈبل روٹی لینے نکل جاتا ہے۔ ماں کو بچوں کی یونیفارم پر استری، باپ کو فون اور بچوں کو ہوم ورک یاد آ جاتا ہے۔ بعض بزرگ ٹی وی والوں کو برا بھلا کہنے لگتے ہیں کہ صاحب! یہ ٹی وی پروگراموں کے درمیان اذان عشاء کی کیا تیک ہے!

حالانکہ یہی تودہ موقع ہوتا ہے کفر و فجور میں کھوئے ہوئے انسانوں کو جھنگوڑ کر جگایا جائے ان سے کہا جائے کہ ان شیطانی چکروں سے نکل آؤ اور آؤ فلاح کی طرف اور آؤ اس عمل کی طرف جو تمہارے پالنے والے کے نزدیک ہر عمل سے بڑھ کر ہے۔

یہ رحمانی آواز بہت سے گھروں میں دبادی جاتی ہے مگر ملک کے طول و عرض میں بہر حال یہ اپنے اثرات قائم کرتی ہے اور اللہ جنہیں توفیق دیتا ہے وہ اس دعوت خیر العمل سے بھر پور استفادہ کرتے ہیں۔

### باس کے حکم پر وقت سے پہلے، اللہ کے حکم پر وقت کے بعد:

بہت سے لوگ جو نماز پڑھتے ہیں تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کے بلا وے پر فوری لبیک نہیں کہتے اور وقت کو نالیتے ہی رہتے ہیں اور جب آخر وقت میں نماز پڑھنے کھڑے ہوتے ہیں تو جلدی جلدی اس فرض کو نہیں کی کوشش کرتے ہیں۔

دل چپ بات یہ بھی ہے کہ جب ہمارا کوئی مسئلہ ہوتا ہے تو ہم چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس مسئلہ کو بس آج ہی، ابھی فرما حل کر دے یعنی جب اللہ تعالیٰ ہمیں بلا تا ہے تو ہم تال مٹول سے کام لیتے ہیں اور جب ہمارا مسئلہ امکنا ہے تو اللہ کی فوری مدد کے لیے ترپنے لگتے ہیں۔

ہم اپنے باس (فیجر، ڈائریکٹر یا ایم ڈی صاحب) کے حکم پر تو وقت سے پانچ منٹ پہلے بج بن کے، پر نیوم لگا کر چاق و چوبند حالات میں فتنہ پہنچ جاتے ہیں اور اپنے پالنے والے اللہ کے حکم پر وقت پر مسجد تھی کہ گھر کی جانماز تک نہیں پہنچ پاتے حالانکہ ہمارے دنیا اور آخرت کے تمام تر معاملات و مسائل انہی دو جگہوں پر حل ہو سکتے ہیں۔

امیر المؤمنینؑ کا ارشاد ہے۔ ”صیغہ کا ذب سے طلوع آفتاب تک مصلحت پر پہنچ کر اللہ کا ذکر کرنا، رزق کے لیے ساری دنیا کے شہروں شہروں پھر لگانے سے بہتر ہے۔“ (حوالہ: کلماتِ قصار)

ان دونوں جگہوں پر بلاشبہ اللہ کی دعوت پر کجھتے ہیں۔ آپ کا اپنا تجوید ہو گا کہ ہم اور آپ جیسے کم وسائل لوگ بھی اگر میزبان ہوں تو کبھی اپنے ہمہ ان کی کوئی خواہش رد نہیں کرتے۔ اسے حتی الامکان خوش رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

### خرانوں کی کنجیاں تو اللہ کے پاس ہیں:

اللہ تو ایسا میزبان ہے کہ زمین و آسمان کے خزانوں کی کنجیاں بھی اسی کے پاس ہیں اور وہ اپنے بندوں کو عطا کرنے کے بہانے بھی ڈھونڈتا ہے۔ وہ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا، سب عطا کرنے والوں سے بڑھ کر عطا کرنے والا، تمام محبت کرنے والوں سے بڑھ کر محبت کرنے والا اور سب دوستوں سے بڑھ کر دوست ہے اور یہ کہ اس کی حکومت، اس کا اختیار، اس کی سلطنت بھیشہ سے ہے اور بھیشہ رہے گی۔ اس کا اقتدار کبھی رو بڑواں نہیں ہو گا۔ اس کے خزانوں میں کبھی کمی نہیں ہو گی اور اس کی عطا کرنے کی عادت میں بھی کبھی تبدیلی نہیں آئے گی۔

تو آئیے کیوں نہ آج ہی اس مالک حقیقی کے حضور دوست دعا بلند کریں اور دنیا کے محتاجوں سے

امیدیں توڑ کر اپنی تمام مشکلات اور اپنی تمام ضروریات کے لیے قادر مطلق التدرب العالمین سے رابطہ قائم کریں اور اس سے رابطے کا بہترین طریقہ اول وقت میں فرض نماز ادا کرنے کے فوراً بعد دستِ دعا بلند کرتا ہے۔

### اول وقت نماز پڑھنے والے مگر:

اس سے پہلے کہ ہم اوقات نماز پر بات کریں ضروری ہے کہ کچھ ایسے نماز پڑھنے والوں کی بھی نشاندہی کریں جو پابندی وقت کے ساتھ ”نماز“ پڑھتے ہیں لیکن شاید نماز کی بجائے کچھ اور پڑھتے ہیں۔

یہ وہ لوگ ہیں جو نماز کو عادتاً اور بے توجہ کے ساتھ وقت پر پڑھتے ہیں لیکن نماز کے فوراً بعد اسی شیطانی جاں میں پہنچ جاتے ہیں جس سے یہ ذرا دیر کو باہر نکل آئے تھے۔ اس طرح کی نماز کو آپ ظاہر اتو نماز کہہ سکتے ہیں لیکن جو نماز برائیوں سے نہ رکے، وہ اصل نمازوں ہو سکتی۔

مثلاً ایک صاحب سود کا کاروبار کرتے ہیں اور نماز بھی اول وقت پابندی سے پڑھتے ہیں۔ ایک صاحب کے کارندے نشیات کا کام کرتے ہیں لیکن نماز میں ذرا تاخیر نہیں کرتے۔ غیر قانونی اسلخ، انگوبراۓ تادان کی سر پرستی بھی ہو رہی ہے اور نماز، عمرے اور حج بھی جاری ہیں۔ ایسے لوگوں کی نمازان کے منہ پر مار دی جائے گی۔ وہ تاجر، دکاندار، کاروباری حضرات جو نمازوں اول وقت میں پڑھتے ہیں لیکن مسجد میں جانے سے پہلے بھی گاہکوں سے جھوٹ بول رہے تھے اور مارکیٹ میں واپس آنے کے بعد بھی گاہکوں سے جھوٹ بولنا شروع کر دیتے ہیں۔ میرے خیال میں وہ نماز میں اپنا نامہ ہی ضائع کرتے ہیں۔

اسی طرح وہ سرکاری افراں جو دفتر جاتے ہیں اس لیے ہیں کہ وہاں رشوت ان کی منتظر ہوتی ہے۔ ان میں آپ کو بڑے باریش اور ظاہر اور بڑے خوش اخلاق لوگ بھی نظر آئیں گے لیکن ان کی زندگی رشوت کے پیسے سے چلتی ہے۔ ان کی بڑی اکثریت بھی نماز بہر حال پابندی سے پڑھتی ہے۔ اذان ہوئی ساری درازیں بند اور نماز کے لئے حاضر۔

## یہ کون سی نماز ہے؟

نماز تو برائیوں سے روکتی ہے تو پھر آپ یہ کون سی نماز پڑھتے ہیں جو آپ کی زندگی اور شخصیت و کردار میں کوئی تبدیلی ہی بیدار نہیں کر رہی؟ آپ نماز سے پہلے بھی گاہکوں سے فراہُ کر رہے تھے اور نماز کے بعد بھی اسی سودخوری، منافع خوری، ذخیرہ اندازوں اور رشوت خوری میں مصروف ہیں۔ گویا آپ نماز تو پڑھ رہے ہیں لیکن دوسروں کو حوكا دینے کے لیے اور یقیناً خود کو بھی۔

”نماز توں میں کی کرنے والوں کی خرابی (بربادی) ہے جو اوروں سے تو پورا اپورا نماز (کر) لیں اور جب ان کو نماز یا توں کر دیں تو کم دیں۔ کیا یہ لوگ اتنا بھی خیال نہیں کرتے کہ ایک بڑے (سخت) دن میں اٹھائے جائیں گے۔ جس دن تمام انسان سارے جہان کے پروردگار کے سامنے کھڑے ہوں گے۔

سُن رکھو! کہ بدکاروں کے نامہ اعمال صحیح میں ہیں اور تمہیں کیا معلوم کر سمجھیں کیا چیز ہے، یہ ایک لکھا ہوا دفتر ہے جس میں شیاطین کے اعمال درج کیے جاتے ہیں۔“ (سورہ مُطَّفِقُّین: آیات: ۱-۹)

تو اگر کوئی صاحب خدا نخواستہ اسی نمازیں پڑھ رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنا کرم نہ فرمائے تو یقین رہے کہ یہ نمازیں ”معلَّقَتُنَ“ یعنی نیکو کاروں کے اعمال کے دفتر کی بجائے شیطانوں کے اعمال کے دفتر ”تحبین“ میں درج کی جا رہی ہوں گی۔

### ابھی دونوں دفتر کھلے ہیں:

بہر حال ابھی دونوں ہی دفتر کھلے ہوئے ہیں۔ دل، دماغ اور اعضاء جوارح کام کر رہے ہیں۔ ایڈٹ (Edit) اور ڈلیٹ (Delete) کی سہولت میرے اور آپ کے ہاتھ میں ہے۔ ہم اور آپ اپنے اعمال و افعال کا اندرج شیاطین کے اعمال والے رجسٹر میں بھی کر سکتے ہیں اور اللہ کے پاک باز نیکو کار بندوں والے رجسٹر میں بھی۔ فیصلہ آپ کو اور مجھے کرنا ہے۔

اللہ رب کریم نے تو آپ کو دونوں راستے بتا دیے ہیں۔ عقل و شعور بھی عطا کر دیا ہے۔ عقل،  
ہاتھ، پیر، آنکھیں، کان اور دوسرے اعضا و جوارج بھی آپ کو دے دیے گئے ہیں۔ فیصلہ، ارادہ  
اور عمل آپ کو اور مجھے خود کرنا ہے۔ اس مقصد کے لیے کوئی فرشتہ ناصل ہونے والا نہیں ہے۔ اس  
لیے کسی مجرمے کا انتظار نہ فرمائیں۔ فیصلہ کریں، عمل کریں اور اس پر قائم رہیں۔



باب: ۱۸

## دعا کرنے کا سلیقہ جاننا ضروری ہے۔

دعا کرنے یا اپنے رب کو پکارنے کا سلیقہ محمد وآل محمد کے گھرانے کی دین ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد آخر مخصوصین ہی نے دنیا کو دعا کرنے کا ڈھنگ سکھایا۔ خاص طور پر امیر المؤمنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور چوتھے امام حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام کی دعائیں، دعا کرنے والوں کے لیے ایک ”مکتب دعا“ کی حیثیت رکھتی ہیں۔

یوں تو چاروں مخصوصین کی تمام ہی دعائیں ”دعائیہ ادب“ کے عظیم فن پارے ہیں لیکن مولائے کائنات کی ”دعاۓ کامل“ اور امام زین العابدین کی دعاۓ ”ابوحزہ ثمالی“ اپنی سادگی اور اثر آفرینی میں بے مثال ہیں۔

### دعاۓ ابو حزہ ثمالی

دعاۓ کامل کے بارے میں تو آپ یقیناً بہت کچھ جانتے ہیں لیکن دعاۓ ابو حزہ ثمالی ابھی ہمارے یہاں عام نہیں۔ میں اس کے بارے میں لکھنا چاہتا ہوں لیکن اس کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اس دعا کے بارے میں میرالکھنہ ایسا ہی ہے جیسے کسی خاک کے ذڑے سے یہ کہا جائے کہ تم زمین و آسمان کا سفر اختیار کرو، تمام کہکشاویں سے گزو، تمام خلاوں پر نظر ڈالو اور پھر آ کر ان کا احوال بیان کرو۔

یا کسی قطرہ آب سے خواہش کی جائے کہ وہ دنیا بھر کے سمندروں سے گزرے، سمندروں کی تہہ میں موجود تمام سیپیوں کے منہ کھولے اور ان میں موجود سارے موتی جمع کر کے انہیں سمجھ آب پر لے آئے۔

یا کسی معمولی سے کنکر سے یہ موقع کی جائے کہ وہ دنیا بھر کے پہاڑوں کے اندر سے گزرے اور ان میں موجود ہیرے، جواہرات اور سونے چاندی کے تمام خاڑے کو تلاش کرے اور انہیں آپ کے سامنے لا کر پیش کرے۔

### اس دعا کا ہر فقرہ ایک کتاب ہے:

اس دعا کا ہر جملہ ایک مکمل موضوع اور ہر فقرہ ایک مکمل کتاب ہے۔ انسان کی زندگی کے مختلف ادوار، کیفیات، احساسات، ارادے، اعمال، روح میں برپا ہونے والے خیر و شر کے معروکے، شیطان کے حیلے، رحمان کے ویلے، گناہوں کی آلو دگی اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ، دیدہ و نادیدہ نعمتیں، اس کے ہر لمحے جاری احسانات، انسان کی حیثیت، اس کی ندامت، خوف، امید، معدرت، اللہ کی عظمت، معانی، درگزر، پرده پوشی، جو وحشا، اپنے بندوں سے محبت۔

### حباب اٹھنے لگتے ہیں:

معصومین کی دعاؤں میں ان موضوعات کا اس طرح احاطہ کیا گیا ہے کہ دعا کرنے والے سے خود اس کی اپنی زندگی کا کوئی لمحہ چھپا نہیں رہتا۔ ذہن کی پرتنیں ہلتی جاتی ہیں۔ روح کے اوپر پڑے ہوئے حباب اٹھنے لگتے ہیں۔ دماغ کی دھنڈ چھٹنے لگتی ہے۔ وہم و گمان کے ہیوں لے غائب ہونے لگتے ہیں۔ امید کی روشنی پھیلے گئی ہے یقین کا سورج روح میں سما جاتا ہے۔

ان دعاؤں کو پڑھتے پڑھتے یا تو پڑھنے والا ایک انجانی، محفوظ و مقدس فضائیں چلا جاتا ہے یا اس کے اردو گرد کی فضا تمام دنیاوی غلطیوں اور مادی کثافتوں کے باوجود اس دعا مانگنے والے کے لیے تمام کثافتوں سے پاک ہو جاتی ہے اور پڑھنے والا خود کو اپنے پیارے اور بہت محبت کرنے والے پروردگار کے بے حد قریب، اور بہت نزدیک محسوس کرتا ہے۔ پھر اچانک ہی رخساروں پر بہت ہوئے آنسوؤں کے جھالے مردہ زمین کوئی زندگی دینے والی ہابرکت بارش کے مانند مردہ روح کو حیات فوختنے لگتے ہیں۔

## یہ آنسو، حاجات سے بلند تر ہوتے ہیں:

آنسوؤں کا یہ آپ نیساں نہ آگ کے ستونوں میں بند کر دیے جانے کے خوف سے برستا ہے اور نہ ان محلات کے لائق میں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ مانگنے والے کو ان مبارک لمحات میں نہ حور و غمان کی یاد آتی ہے، نہ سونے کے لگنگوں اور یاقوت کے محلات کی۔ یہ آنسو شاید ان حاجات و کیفیات سے بلند تر ہوتے ہیں۔

آنسوؤں کا یہ سیلا ب دراصل روح کے اندر موجود محبت و معرفتِ الہی کے پر جلال چشموں سے پھوٹتا ہے اور انسانی روح میں موجود تمام شیطانی آسودگی کو بہا لے جاتا ہے۔ دعائے ابو حزرة ثمثالیؑ میں اگرچہ کہیں کوئی رحمة و اجتب کی آیت نہیں ہے کہ آپ پر رحمة و اجتب ہو جائے لیکن اس کو پڑھتے ہوئے کئی مقامات پر آپ کا دل چاہے گا کہ آپ بے اختیار رحبدے میں گرجائیں۔

## اگر آپ دعا کا سلیقہ سیکھنا چاہیں:

اگر آپ دعا کرنے کا سلیقہ سیکھنا چاہتے ہیں تو اس مکتب دعا سے استفادہ کریں جو صحیفہ سجادیہ، صحیفہ علویہ اور مفاتیح الجنان جیسی کتابوں میں موجود ہے۔ (صحیفہ کاملہ امام زین العابدین علیہ السلام کی عطا کردہ دعاوں کا مجموعہ ہے لیکن اس مجموعے میں دعائے ابو حزرة ثمثالی موجود نہیں ہے۔ ”دعائے ابو حزرة ثمثالی“، مفاتیح الجنان میں سحری کے اعمال میں موجود ہے اور الگ سے کتابی شکل میں بھی شائع ہو چکی ہے۔ دعائے کمیل مولائے متقیان امیر المؤمنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی تعلیم کردہ ایک معروف دعا ہے۔ یہ دعا صحیفہ علویہ میں بھی شامل ہے اور الگ سے بھی شائع ہوتی رہتی ہے۔ اگر آپ انٹرنیٹ استعمال کرتے ہیں تو گوگل سرچ پر ان میں سے کسی بھی دعا کا نام ثاپ کریں تو ان کی آڈیو اور وڈیو نوں آپ کوٹل جائیں گی۔ بہت اچھی قرأت اور ترجمے کے ساتھ

## دعائے سباصب:

ضدِی دشمنوں، ظالم حکمرانوں اور جو لوگ ان حاکموں کے ماتحت کام کرتے ہیں۔ دہشت

گروں اور ان کے منظم گروہوں، جادوگروں، جادو، آسیب اور برے اثرات سے محفوظ رہنے کے لیے "دعائے سا سب" ایک محرب اور بار بار آزمائی ہوئی دعا ہے۔

یہ دعا وظائف الابرار نامی کتاب میں اسناد کے ساتھ موجود ہے اور الگ سے کتابی شکل میں بھی شائع ہوتی رہتی ہے۔

کسی دن اس جلیل القدر دعا کا صرف ترجمہ پڑھ کر دیکھیں تو آپ کو اس کی طاقت کا اندازہ ہو گا۔ دعا کا ایک حصہ اللہ تعالیٰ سے دشمن کی ہلاکت کی دعا پر مشتمل ہے اور دوسرا حصہ بدعا کے اثرات کی عملی شکل پیش کرتا ہے۔ یعنی جو اللہ سے کہا تھا، وہ عملاً واقع ہو گیا۔

یہ دعا حضرت قائم آل محمد علیہ السلام کی تعلیم کردہ ہے۔ اس میں بہت سے راز بہت سی باتیں ہیں جنہیں لکھا نہیں جاسکتا، ہصرف قابل بھروسہ آدمی سے بیان کیا جاسکتا ہے۔ یہ دعا شائع ہوتی رہتی ہے لیکن اس میں مختلف مقامات پر کیا کرنا ہوتا ہے، یہ کسی کتاب میں لکھا ہو انہیں ملتا۔ یہ دعا سورہ و الحجی پر ختم ہوتی ہے لیکن اس سورے کے بعد بھی ایک سورہ پڑھنا ہوتا ہے۔ یہ باتیں کم ہی لوگوں کو معلوم ہیں، وہ بھی مصلحتہ ہر ایک کو نہیں بتاتے۔

بہرحال یہ دعا پڑھیں تو اس کے اثرات سامنے نظر آ جائیں گے۔ یاد رہے کہ اگر کسی ایسے شخص کی ہلاکت کے لیے یہ دعا پڑھی جو بے قصور ہو، یا اس سے کوئی معمولی غلطی ہو تو اس دعا کے پڑھنے والے کو نقصان بھی ہو سکتا ہے۔

## دعائے عرفہ، جسے کم لوگ جانتے ہیں:

امام حسین علیہ السلام کی یہ دعا عام طور پر عرفے کے دن پڑھی جاتی ہے لیکن اسے کسی بھی دن پڑھنے میں کوئی ہرج نہیں۔ جب دل گھر بھئے، جب آپ روحانی طور پر ان رحمانی مکملز کو محسوس کریں، جنہیں ہم اکثر اوقات محسوس کرتے ہیں (لیکن انہیں نظر انداز کر دیتے ہیں)، جب آپ اپنی روح میں پاکیزگی اور طہارت کا احساس کریں تو امام عالی مقام کی اس دعا کو پڑھنا شروع کر دیں۔ مغرب کی نماز میں ابھی ایک ڈیڑھ گھنٹا باقی ہو تو بہتر ہے۔

دعا کو پڑھتے وقت جو کیفیت محسوس کریں اسے روکنے کی شعوری کوشش نہ کریں۔ بار بار سجدے کرنے کو جی چاہے تو سجدے کرتے جائیں، آنکھیں آنسوؤں سے چھپل رہی ہوں تو آنسوؤں کو بینے دیں۔ دعا کے الفاظ کو چونے کو دل چاہے تو انہیں بے اختیار بوسے دیں۔ امام حسین علیہ السلام کے ذکر پر ان کے مصائب یاد آئیں تو کھڑے ہو کر کہیں ”السلام علیک یا الاعبِ اللہ“، امام حسین علیہ السلام اور ان کے پیاروں اور ان کی آنکھ کے تاروں کو سلام کریں۔ ان کے قاتلوں پر لعنت بھیجیں۔

### جب کبھی یہ کیفیت طاری ہوتی:

دعائے عرفہ پر ہمیں یا کوئی اور دعا لیکن جب ان کیفیات میں ہوں کہ آنسو بے اختیار بہ رہے ہوں تو اپنے لیے اور اپنے سے پہلے اپنے والدین، عزیزوں، دوستوں، پڑو سیوں اور گھر والوں کے لیے دعا کریں۔ اپنے ملک اور دنیا بھر کے انسانوں کے لیے دعا کریں۔

لوگ کیسے کیسے مسائل کا شکار ہیں، بھوک، غربت، افلاؤں، بیماریاں، خون ریزی، دہشت گردی، خوف، بد امنی، مہنگائی ان سب چیزوں نے لوگوں کا ہیندا و بھر کر دیا ہے۔ آپ کسی غریب سے اس کا حال تو پوچھ کر دیکھیں۔ آپ کو اندازہ ہو گا کہ اُنی وی خیالوں اور اخبارات ہمارے اردوگرد موجود پریشان حال لوگوں کی دس فی صد پریشانیاں بھی بیان نہیں کرتے اور جو کرتے ہیں وہ اپنے مطلب کے مطابق بیان کرتے ہیں۔ آپ اگر ان سب کی کوئی مدد نہیں کر سکتے تو ان کے لیے دعا تو کر سکتے ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ جو دعا آپ دوسروں کے لیے کریں گے اس کے اثرات اور اجر و ثواب لوٹ کر آپ ہی کی طرف آئے گا لیکن اس بات کو بھول کر، صرف دوسروں کی مشکلات کا احساس کر کے ان کے لیے دعا کریں۔

### ایسی دعا کس طرح کریں؟

اب کئی دوست کہیں گے کہ یہ تو بہت ساری باتیں ہیں..... کن الفاظ میں دعا کریں.....؟  
بات صحیح ہے۔ ہر شخص کے پاس الفاظ کا ذخیرہ نہیں ہوتا کہ وہ دعا کا مضمون ترتیب دے۔ یہ مسئلہ خاص طور پر اللہ سے دعا ملتگئے وقت اور گھمیر ہو جاتا ہے۔ اس وقت شیطان ہماری دماغی

صلاحیتوں کو دھندا نے اور ہماری توجہ بھنکانے کی سر توڑ کو کشش کر رہا ہوتا ہے۔ انسان اپنے ہی مسائل اللہ تعالیٰ سے پوری طرح بیان نہیں کر پاتا کہ وہ دوسروں کے لیے بھی دعا کرے۔ ایسے میں وہ دوسروں کے لیے کیا دعا کرے؟

لیکن اس مسئلے کا ایک بہت ہی مستند اور محجوب حل موجود ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ”جو شخص رمضان المبارک میں ہر واجب نماز کے بعد یہ دعا پڑھے تو اللہ رب العالمین اس کے قیامت تک کے گناہ معاف کر دے گا۔

وہ دعا یہ ہے۔

اللَّهُمَّ أَذْعُلْ عَلَى أَهْلِ الْقُبُوْرِ السُّرُورَ.

”اے اللہ! قبروں کے اندر فن شدہ لوگوں کو شادمانی عطا فرما۔

اللَّهُمَّ أَغْنِ كُلَّ فَقِيرٍ.

اے اللہ! ہر محتاج کو غنی کر دے۔

اللَّهُمَّ أَشْبِعْ كُلَّ جَائِعٍ.

اے اللہ! ہر بھوکے کو شکمیر کر دے۔

اللَّهُمَّ اكْسِ كُلَّ عَرْيَانٍ.

(۱) اے اللہ! ہر بے لباس کو لباس عطا فرما۔

اللَّهُمَّ افْضِلْ دِيْنَ كُلَّ مَدِينٍ.

اے اللہ! ہر مقرض کا قرض اتار دے۔

اللَّهُمَّ فَرِّجْ عَنْ كُلِّ مَكْرُوبٍ.

اے اللہ! ہر مصیبت زدہ کو آسودگی عطا فرما۔

اللَّهُمَّ رُدْ كُلَّ غَرِيبٍ.

اے اللہ! ہر مسافر کو (خیر و برکت اور سلامتی کے ساتھ) وطن واپس پہنچا دے۔

اللَّهُمَّ فَكَ كُلَّ أَسِيْرٍ.

(۲) اے اللہ! ہر قیدی کو رہائی بخش دے۔

اللَّهُمَّ أَصْلِحْ كُلَّ فَاسِدٍ مِّنْ أُمُورِ الْمُسْلِمِينَ.

اے اللہ! مسلمانوں کے کاموں میں ہر خرابی کی اصلاح کر دے۔

اللَّهُمَّ اشْفِ كُلَّ مَرِيضٍ.

اے اللہ! ہر مریض کو شفا عطا فرمادے۔

اللَّهُمَّ سُدُّ فَقْرَنا بِغَنَاكَ.

اے اللہ! اپنی ثروت مندی (یعنی اپنے خزانوں) کے ذریعے ہم سب کی محتاجی فتح کر دے۔

اللَّهُمَّ غَيْرَ سُوءَ حَالَنَا بِحُسْنِ حَالَكَ.

اے اللہ! ہم سب کی بدحالی کو خوشحالی میں تبدیل کر دے۔

اللَّهُمَّ افْعُلْ عَنَّا الدَّيْنَ وَ اغْنِنَا مِنَ الْفَقْرِ إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ.

اے اللہ! ہم سب کو اپنے قرض ادا کرنے کی توفیق عطا کرو اور ہمیں محتاجی سے محفوظ رکھ۔

بے شک تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

مفاتیخ صفحہ ۳۲۷

(۱) لباس سے مراد صرف ستر پوشی کے کچڑے نہیں بلکہ ان کے ساتھ انسانوں کے سامنے

گناہوں کی ستر پوشی بھی ہے۔

(۲) قیدی وہی نہیں جو حکومت کی جیلوں میں بند ہیں۔ قیدی وہ بھی ہیں جو انواع کیے جاتے

ہیں اور زیر تداون کے بد لے رہا کیے جاتے ہیں۔

نوٹ: یہ دعا ماہ رمضان المبارک ہی سے مخصوص نہیں۔ یہ دعا ہر دن، ہر نماز کے بعد یا کم

از کم جب کسی کی پریشانی سنیں۔ کسی کو مشکلات میں مبتلا کرو یا کسی تو فرض نماز کے بعد بارگاہ و حرمان و

رحیم میں یہ دعا کی جاسکتی ہے اور کرنا چاہیے۔ یہ جو آپ اکثر سنتے ہیں۔ ”التاس دعا“، ”اپنی

دعاؤں میں یاد رکھیے گا“، تو ہم اور آپ فرداً فرداً سب کو کہاں یاد رکھ پاتے ہیں۔ البتہ یہ دعا ایسی

ہے کہ دعا کی درخواست کرنے والے تمام موئین کے مسائل احاطہ کر سکتی ہے۔ شرط ہے توجہ، یعنی

اور دوسروں کی تکلیف کو محسوس کرنا۔

## دعا پڑھنے اور دعا کرنے میں بڑا فرق ہے:

اس بات کی طرف ایک دوست نے مجھے متوجہ کیا۔ اکثر صورتوں میں ہم دعا پڑھتے ہیں، کرتے نہیں۔ دعا پڑھنے کے بھی بے شمار فائدے ہیں لیکن دعا کرنے کے فائدوں کے مقابلے میں بہر حال کم ہیں۔ جو دعا مخفی دیکھ کر سرسری انداز میں پڑھ لی جائے تو یہ دعا کے الفاظ کو پڑھنا ہے لیکن جو دعا الفاظ یا کم از کم جملے کے معنی کو سمجھ کر، کامل یکسوئی، توجہ اور حضوری کی کیفیت میں پڑھی جائے اسے دعا کرنا کہا جائے گا۔ تجربہ یہ بتاتا ہے کہ اگر آپ عربی متن پڑھنے سے پہلے اس کا ترجمہ غور سے پڑھ لیں تو باقی شرائط، یعنی یکسوئی توجہ اور حضوری کی کیفیت خود بہ خوب پیدا ہو جاتی ہے۔

## دعا سیہ ادب پر ہمارے یہاں کام ہی نہیں ہوا:

ہمارے پاس دعاوں کا عظیم الشان خزانہ موجود ہے لیکن اللہ رب العالمین اور بندے کے درمیان رابطہ کے ان لازوال خزانوں سے بہت کم استفادہ کیا جاتا ہے۔ چند دعائیں ہیں جنہیں پڑھنے کے لیے اجتماعات ہوتے ہیں۔ دعائے کمیل، دعائے ندبہ، دعائے مشکول، اور حدیث کسائے اور بس۔ جب کہ صحیفہ علویہ، صحیفہ سجادیہ اور مفاتیح الجنان نامی گروں قدر کتابوں میں علم و عرفان کے بے کنار سمندر موجیں مار رہے ہیں اور سچے موتيوں کو اچھاں رہے ہیں کہ کوئی آئے اور خدا کی معرفت اور انسان سازی کے ان فیضی جواہر سے اپنے دامن کو بھر لے۔ لیکن ہم نے عوام میں ذوقی دعا کو عام ہی نہیں کیا اور شاید اسی لیے اکثر لوگ اللہ تعالیٰ کو مانتے ضرور ہیں لیکن نہ اسے جانتے ہیں نہ اس کی بات مانتے ہیں۔

## آپ اس سے واقف ہی نہیں تو سوال کیسے کریں گے؟

امیر المؤمنین علیہ السلام کا قول ہم نے اس کتاب میں کہیں نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ جانے والے، اُس سے سب سے زیادہ سوال کرنے والے ہیں۔"

آپ کسی سے واقف ہی نہ ہوں، اس کے مزاج ہی کا آپ کو علم نہ ہو، اس کی خوبیوں اور طاقت و اقتدار کے بارے میں آپ کو کسی نے کچھ بتایا ہی نہ ہو تو آپ اس سے کیا سوال کریں

گے۔ اگر ہم اپنے مالک، اپنے معبود، اپنے رب، اپنے پالنے والے، اس کا نات کو عدم سے وجود میں لانے والے، زندگی کے لیے زندگی بھر فتنی عطا کرنے والے، مشکلات سے نکالنے والے، ہماری اپکار پر فوری توجہ دینے والے، مسائل کو حل کرنے والے، بیماریوں سے شفاعة عطا کرنے والے اور اپنے بندوں سے سب سے بڑھ کر محبت کرنے والے کی صفات کا ہم علم ہی نہیں رکھتے تو پھر اس سے دعاء مانگنے کو دل ہی نہیں چاہے گا۔ کسی اجنبی سے آپ کیا سوال کر سکتے ہیں؟

### اللہ کے رسول اور ان کے اہل بیت کی دعائیں:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اہل بیت، ائمہ طاہریٰؑ کی تعلیم کی ہوئی دعائیں اللہ اور بندے کے درمیان پڑے ہوئے دیز جوابات کو انھاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کا مشاہدہ تو ہم کبھی نہیں کر سکیں گے لیکن ان دعاؤں کی مدد سے ہم اور آپ اللہ تعالیٰ کی صفات کا براہ راست مشاہدہ ضرور کر سکتے ہیں اور جب آپ اپنے رب کی صفات کو دیکھ لیں گے تو پھر آپ کسی اور سے سوال ہی نہیں کریں گے۔

آپ جان چکے ہوں گے کہ مسبب حقیقی صرف رب العالمین کی ذات ہے لیکن اس نے جن ہستیوں کو اپنی بارگاہ میں سفارش اور شفاعت کا حق دے رکھا ہے، وہ ہستیاں، اللہ کے بندوں، اپنے مانے اور چاہئے والوں پر حدود رجہ مہربان شفیق اور آپ کی مشکلات و مسائل سے اچھی طرح آگاہ ہیں۔ ان ہستیوں کو اپنے اور اللہ کے درمیان وسیلہ بنائیں۔ ذا ریکٹ ہونے کی کوشش نہ کریں کیونکہ خدا تعالیٰ نے بھی آپ تک ہدایت پہنچانے کے لیے انھی کو وسیلہ بنایا تھا۔

محمد و آل محمدؐ ہماری اور ہماری نیکیوں کی پناہ گاہ ہیں۔ کبھی انسان پر ایسا وقت بھی آتا ہے کہ وہ ہر چیز سے بے زار اور ما یوں ہو جاتا ہے۔ ایسے میں اگر محمدؐ و آل محمدؐ کا ذکر کیا، یا مانا جائے، ان سے تو سل اخیار کیا جائے تو انسان بے اخیار اللہ کی ذات کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ یہ ہستیاں اپنے چاہئے والوں کو سہارا دے کر انہیں دوبارہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی رحمتوں، برکتوں سے مالا مال کر دیتی ہیں۔ یاد رکھیں کہ محمدؐ و آل محمدؐ ہی چاہتے ہیں جو اللہ چاہتا ہے اور اللہ وہی چاہتا ہے جو محمدؐ و آل محمدؐ چاہتے ہیں۔

کسی اور سے سوال نہ کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ آپ پستیج لے کر مسجد میں بیٹھ جائیں۔ دنیا سے قطع تعلق کر لیں۔ بس ہر وقت دعا مانگتے رہیں۔ ایسا نہیں ہے ہر انسان دوسرے انسان کی ضرورت ہے اور انسان ہی انسان کے کام آتے ہیں۔ ہم ایک دوسرے سے مدھجی مانگتے ہیں اور دوسروں کے کام بھی آتے ہیں لیکن توفیق الہی کے سبب۔

اگر کوئی آپ کا سوال پورا کرتا ہے تو اللہ ہی کے حکم و مشیت کی وجہ سے۔ اس لیے دعا کے ساتھ ساتھ کوشش، جدوجہد اور موقع سے فائدہ اٹھانے کی بھرپور کوشش کریں۔ کام ہو جائے تو جیسا موقع ہو، اس کے مطابق پہلے اللہ کے حبدے میں اگر جائیں یا پہلے دل ہی دل میں اللہ کا شکر ادا کریں پھر اس شخص کا شکر یاد کریں، اور پھر اس محسن حقیقی کی بارگاہ میں مسجدہ کریں۔

### دولت مل جائے گی یا اس کی ضرورت نہیں رہے گی:

جن دعاوں کا میں نے مذکور کیا ہے ان کے بارے میں ہرگز نہیں کہہ رہا کہ ان دعاوں کے پڑھنے سے چشم زدن میں آپ کے تمام مسائل ختم ہو جائیں گے لیکن اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ اگر آپ نے ان دعاوں کو توجہ اور ترجیح کے ساتھ پڑھا تو ان کے پڑھنے سے آپ کے اندر ایک انقلاب آفرین تبدیلی کی ابتداء ضرور ہو جائے گی۔ آپ روحانی طور پر ایسا سفر شروع کر دیں گے جس کا اختتام جنت کے باغات و محلات میں ہوتا ہے۔

”امیر المؤمنین حضرت علیؑ نے کسی شخص کو ایک دعا تعلیم فرمائی اور کہا کہ اس دعا کی برکت سے یا تو تمہیں دولت مل جائے گی یا تمہیں اس کی حاجت ہی نہیں رہے گی۔“ یہی معاملہ مذکورہ دعاوں کا ہے۔

### دعاوں کو سمجھنا ضروری ہے:

اگر آپ عربی نہیں پڑھ پاتے تو ان دعاوں یعنی دعائے کمیلؑ یا دعائے ابو حمزہ ثمہی کا صرف اردو ترجمہ پڑھیں لیکن جو لطف ان دعاوں کو عربی میں پڑھنے کا ہے، وہ ایک الگ ہی چیز ہے۔ ہم کوئی سورہ پڑھیں یا کوئی دعا، ضروری ہے کہ اس کے معنی ہمیں معلوم ہوں۔ یہی معاملہ نماز کا

ہے۔ نماز میں ہم جو کچھ پڑھیں اس کا ترجمہ معلوم ہونا چاہیے۔ رب العالمین کی بارگاہ میں ایسی باتیں کرنا غلاف ادب ہے جن باتوں کے معنی خود ہمیں نہ معلوم ہوں۔ یعنی ہمیں خود یہ نہیں معلوم کر، ہم اللہ سے کیا کہہ رہے ہیں! کیا ہم اپنے جیسے کسی انسان سے بھی ایسی باتیں کرتے ہیں جن کا مطلب ہمیں معلوم نہ ہو۔ اللہ تو بادشاہ ہوں کا بادشاہ اور آقاوں کا آقا ہے۔ اس سے اس طرح کی باتیں کرنا کہاں کا انصاف ہے۔

### کوئی دعا آج ہی کیوں نہ پڑھیں:

میری آپ سے ایک درخواست ہے کہ کیوں نہ آج ہی اول وقت فجر یا اول وقت مغرب میں آپ بھی ان مقدس الفاظ کو دہرائیں جو آج سے تقریباً ساڑھے تیرہ سو سال پہلے ایک رات میرے اور آپ کے امام حضرت علی ابن احسین علیہ السلام نے بارگاہ رب العالمین میں پہلی پہلی بارا دیکھتے۔ میری مراد ”دعاۓ ابو حمزہ ثمانی“ سے ہے۔ یہ دعا کافی طویل ہے لیکن اس دعا کا پڑھنا ایک انوکھا اور حسین تجربہ ہے۔ اگر وقت ہے تو آج کی رات آپ بھی ان ایمان افرور مقدس کلمات کو بارگاہ ایزدی میں دہرائیں اور سید الساچیدین کی سنت کوتازہ کریں۔

اگر دعاۓ ابو حمزہ ثمانی دستیاب نہ ہو تو آج کی شب ”دعاۓ کمیل“ ترجمے کے ساتھ پڑھیے۔ چلیں آج رات صرف کسی ایک دعا کا ترجمہ پڑھیں۔ یہ دونوں دعاے میں شجر طیبہ کے روحاں و نورانی ثمرات ہیں اس لیے جس دعا کو بھی آپ ”سمح کر“ پڑھیں گے، وہ دعا آپ کو روحانی بالیدگی، زندگی گزارنے کا سلیقه، شیطان سے مقابلے کے لیے بے پناہ توانائی اور گناہوں سے نفع کرنیکی کی جانب بڑھنے کا ایک تازہ دولہ ضرور عطا کرے گی۔ اب یہ آپ پر منحصر ہے کہ آپ اس ”دولہ تازہ“ سے کتنی جلدی اور کتنی دیر تک فائدہ اٹھاتے ہیں!

### قرآن بولتا ہے:

قرآن مجید ایک ایسی کتاب ہے جو خود اپنے آپ کو پڑھواتی ہے۔ قرآن کی طرف بڑھیے یہ خود بہ خود آپ پر کھلتا جائے گا۔ یہ کتاب جو بظاہر خاموش ہے اگر آپ اس سے رابطے میں رہیں تو

اکثر بولنے لگتی ہے۔ یہ ایک ایسا شیر میں چشمہ ہے کہ بیہاں سے ہر شخص اپنے اپنے برتن (ظرف) نکے مطابق آب حیات حاصل کر لیتا ہے۔

”لوگو! تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے صحبت (کتاب خدا) اور جو (امراض یعنی شرک وغیرہ) دل میں ہیں ان کی دوا اور ایمان داروں کے لیے ہدایت اور رحمت (آجھی) ہے (اے رسول) تم کہہ دو کہ یہ (قرآن) خدا کے فضل اور اسی کی رحمت سے تم کو ملا ہے۔ تو ان لوگوں کو اس پر خوش ہونا چاہیے۔“ (سورہ یونس: آیت ۷۷-۵۸)



باب: ۱۹

## قرآن مجید کوئی عام کتاب نہیں

قرآن مجید قصے کہانیوں کی کتاب نہیں ہے۔ نبی کی شاعری تک بندی ہے۔ یہ اللہ کا وہ کلام ہے جو 23 سال تک لوح محفوظ سے قلب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوتا رہا۔ اس کتاب میں ساری انسانیت کے لیے رہنمائی موجود ہے۔ یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب مبارک پر نازل ہوا یہیں اس کے مخاطب ہر عباد کے انسان ہیں۔ یعنی آج جب میں اسے پڑھتا ہوں تو قرآن مجید کے ذریعے میرا مالک مجھ سے مخاطب ہوتا ہے اور جب آپ اس قرآن کو پڑھنے کا شرف حاصل کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ سے مخاطب ہوتا ہے۔

امیر المؤمنین علیہ السلام کا ایک قول یاد آیا۔ آپ بھی سنیں۔ امیر المؤمنین علیہ السلام فرماتے ہیں۔ ”جب میرا دل چاہتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے با تکیں کروں تو میں نماز پڑھتا ہوں اور جب میرا دل چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے با تین کرے تو میں قرآن پڑھتا ہوں۔“

میرا معاملہ کیا ہے؟ قرآن کو پڑھنے میں پہلے تو نال مثول کرتا ہوں، پڑھتا ہوں تو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتا کہ میرے مہربان مالک نے مجھ سے کہا کیا؟ مالک کے حکم کو سمجھ لیتا ہوں تو اس حکم کو ثالنے کے جواز تلاش کرنے لگتا ہوں۔ اب ایسے کام چور، اندھے بھرے غلام کا مالک کیا کرے؟ اس کے نزدیک میرا کیا مقام ہو سکتا ہے؟

**اللہ تعالیٰ کا خط بندے کے نام:**

لیکن میری اس نا اہلی کے باوجود اس نے مجھ سے اپنی نعمتیں واپس لیں اور نہ اس کے درگز را احسان میں کی آئی۔ اب جب کہ مالک اس قدر احسان کرنے والا ہو تو میری کیا کوشش

ہونا چاہیے؟ میری کوشش ہونا چاہیے کہ میں قرآن کو پڑھنے اور مالک کی بات کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی سرتوڑ کوشش کروں۔

ہمارے گھر جب ڈائیکی کی عزیز یاد دوست کا خط لے کر آتا ہے تو ہم فوراً ہمیں لفاف دکھول کر اسے پڑھنا شروع کر دیتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے جو خط اپنے حبیب کے ذریعے ہمارے نام ارسال کیا ہے ہم اس کا لفاف ہی نہیں کھولتے اور ایک طرف رکھ دیتے ہیں کہ پھر کسی وقت پڑھیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ خط ہر مسلمان گھر میں موجود ہے لیکن اکثر گھروں میں اسے کسی مشکل کے وقت یا پھر رمضان کے رمضان ہی کھولا جاتا ہے۔ رمضان میں بھی اسے پڑھا جاتا ہے، اس کے نفسِ مضمون کو سمجھنے کی کوشش بہت کم لوگ کرتے ہیں۔

ایک دوست نے قرآن کے بارے میں انگریزی میں ایک مسیح مجھے ارسال کیا۔ آپ بھی پڑھیں۔

#### **Quran is Meant for Yourself, Not for Your Shelf**

یہ میرے اور آپ کے ڈیلی یوز کی کتاب ہے۔ اسے الماری کے اوپر سے اتاریے، اس کی گرد جھاڑیے، اس کے جزدان کو کھولیے، اس کو چوپیے اور اس کا مطالعہ شروع کر دیجئے۔ یہ میرے اور آپ کے مالک، مالک کائنات کا پیغام ہے۔ اسے مرحومین ہی کے لیے نہ پڑھیں، روزانہ اپنے لیے بھی پڑھیں۔ حدیث رسول مقبول ہے۔ ”جن گھروں میں قرآن پڑھا جاتا ہے وہ گھر آسان والوں کو ایسے ہی (چمکتے دیکتے) نظر آتے ہیں جیسے زمین پر رہنے والوں کو آسان پرستارے نظر آتے ہیں۔“ (حوالہ: فتح الفصاحت)

عجب بات ہے کہ دنیا کی سائٹ سالہ زندگی کے لیے تو ہم کس قدر تند ہی سے محنت کرتے ہیں۔ ساری ساری رات جاگ کر پڑھتے ہیں۔ سفر کی مشکلات اور موسویں کی سختیاں برداشت کرتے ہیں لیکن آخوت کی زندگی کے لیے جو کم از کم سائٹ کروڑ سال سے زیادہ ہو گی، کیا ہم روزانہ پندرہ منٹ نکال کر قرآن پڑھنا نہیں سیکھ سکتے۔

## چهاروہ معصومین کی دعا میں دراصل تفسیر قرآن ہیں:

میرے کئی دوست ہیں جو دعائیں پڑھنے کا ذوق رکھتے ہیں۔ ان میں علماء بھی ہیں اور عام افراد بھی۔ ان میں سے ایک دوست نے ایک عجیب بات کہی۔ انہوں نے کہا کہ مفاتیح الجنان (نای کتاب) ہرگز میں ہوتا چاہیے اور ہر شخص کو چاہیے کہ وہ ان دعاوں کو پڑھے اس لیے کہ چهاروہ معصومین کی تعلیم کردہ دعا میں دراصل قرآن مجید کی تفسیر ہیں لیکن عام تفاسیر سے مختلف۔ میں نے کہا۔ ”سبحان اللہ! واقعی ایسا ہی ہے لیکن اس بات کو وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جنہوں نے کسی دعا کو ترجیح اور توجیہ کے ساتھ پڑھا ہو۔“

اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ دعا میں تفسیر قرآن ہی نہیں، تفسیر اہل بیت بھی ہیں۔ ان دعاوں کو پڑھنے کے بعد ہم اور آپ جان سکتے ہیں کہ اہل بیت کرام اور آئندہ طاہرین کی سوچ، علم، ارادہ، ان کے افعال، ان کی زندگی کا محروم رکذ اور ان کا مقصود زندگی کیا تھا اور کیا ہے!

## majlis ka mawsoo' :

کیا ہی اچھا ہو کہ محرم کی مجالس یا رمضان المبارک میں علماء ان دعاوں کی تفسیر کو اپنے عشروں اور مخالفین کا موضوع بنا کیں تاکہ بندے اپنے مالک کے بارے میں جان سکیں کہ وہ ان پر کس قدر ہے اور مخالفین کا کام جن قلوب میں جذب ہوا، دعاوں کے لافقی سر جھشے بھی انہی قلوب سے مہربان ہے۔ اللہ کا یہ کلام جن قلوب میں جذب ہوا، دعاوں کے لافقی سر جھشے بھی انہی قلوب سے پھوٹے ہیں۔ یہ دعا کیسی انہی مبارک ہستیوں نے تعلیم فرمائی ہیں جنہوں نے ہمیں بتایا تھا کہ ابتداء اللہ کے نام سے جو بڑا رحمان و رحیم ہے۔ کوکہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بڑا بے نیاز ہے۔ ندوہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا۔ اس کا کوئی ہمسرنیں۔ (سورہ اخلاص)

## ہدایت کے راستے:

انہی ہستیوں کی وجہ سے تو ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں۔ انہی پر بھروسہ کر کے تو ہم نے قرآن کو اللہ کی کتاب مانا ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتا تو ساری انسانیت کو بغیر کسی نبی اور بغیر کسی کتاب کے بھی

مسلمان بناء کرتا تھا۔ لیکن اس نے ہدایت کے راستوں کو واضح کرنے کے لیے انہیاں کو دنیا میں بھیجا، اپنی کتابیں نازل کیں اور اولیائے خدا کو انسانوں کی رہنمائی کے لیے وسیلہ بنایا تو ہمیں بھی چاہیے کہ خود اللہ تعالیٰ سے ڈائریکٹ ہونے کی کوشش نہ کریں بلکہ جن وسیلوں سے اللہ تعالیٰ نے ہم سے رابطہ کیا ہے ہم بھی انھی وسیلوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے رابطہ کریں۔ اب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح کسی کو کسی جهاڑی یاد رخت سے آواز نہیں آئے گی کہ اس پر ثابت ہو جائے کہ اللہ ہے۔ اب قیامت تک محمد و آل محمد ہی مظہر ذات و صفات الہی ہیں۔ ہمیں احکام بھی انہی کے ذریعے ملتے ہیں اور ہمارے بھی اعمال انہی کے وسیلے سے قبول ہوتے ہیں۔

### آداب ڈعا کا خیال رکھیں:

اللہ رب العالمین جو بادشاہوں کا بادشاہ، حاکموں کا حاکم اور آقاوں کا آقا ہے، اس نے اپنے دربار میں حاضری کے لیے کوئی کڑی شرطیں نہیں رکھیں۔ جس بندے کا جب جی چاہے وہ اللہ کو پکار سکتا ہے۔ اس کا دربار ہر وقت کھلارہتا ہے۔ وہ ہر وقت بندے کی دعا کو پوری جزئیات کے ساتھ منتا ہے لیکن بندوں پر بہر حال یہ اخلاقی فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ خوب بعض باقوں کا خیال رکھیں اور اس کے دربار میں حاضر ہونے کے لیے کم از کم اتنا تو اہتمام کریں جو وہ اپنے دنیاوی حاکموں کے پاس جاتے وقت کرتے ہیں اور اللہ کی ذات پر اتنا تو بھروسہ سا کر لیں، جتنا بھروسہ اپنے دنیاوی حاکموں پر کرتے ہیں۔

### دنیا کے حاکموں سے ہماری امیدیں اور روئیے:

ہم اپنے دنیاوی حاکموں کی ہمدردیاں اور ان سے فائدے حاصل کرنے کے لیے درخواست دینے کے بعد اپنی کارکردگی اور صحن عمل کے ذریعے انہیں خوش رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہمیں اپنا مقصد تو بہت عرصے سے بعد ملتا ہے۔ ملتا بھی ہے یا نہیں لیکن اس دوران ہم کبھی ان سے امید منقطع نہیں کرتے اور اگر ہزار امطلب حاصل ہو جاتا ہے تو ہم دل سے ان کا احсан مانتے ہیں۔

اس دوران ہم جب بھی ان کے پاس جاتے ہیں اپنی حیثیت کے مطابق اچھے اور صاف

ستھرے لباس میں جاتے ہیں۔ خود کو صاف ستھرا رکھتے ہیں، پروفیوم استعمال کرتے ہیں تاکہ ہمارے پسینے کی بوان کی طبع نازک پر گراں نہ گز رے۔ دانتوں کو برش کرتے ہیں تاکہ سگریٹ کی بو اور پان کے دھبے بآس کو ناگوار نہ گزریں۔ ان سے اپنا مسئلہ بیان کرتے ہیں تو بہت واضح اور مناسب الفاظ میں گفتگو کرتے ہیں۔ جو بات ان سے کہتے ہیں اس کے معنی و مفہوم سے پوری طرح واقع ہوتے ہیں کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں۔

**کیا ہم اللہ کے دربار میں حاضر ہوتے ہیں تو ان باتوں کا خیال رکھتے ہیں؟**

نماز کے لیے نیت کرتے وقت ہم کہتے ہیں نماز پڑھتا ہوں..... قربتہ الی اللہ (اللہ سے قریب ہونے کے لیے) تو کیا اس ارادے کا شعور ہمیں ہوتا ہے کہ ایک سیندھ میں ہم نے کیا کہا؟ نیت کرتے وقت کیا ہم اللہ سے قریب ہونے کا تصور اور کوشش بھی کرتے ہیں! ( واضح رہے کہ اللہ سے قریب ہونے کا مطلب اس کی مرضی سے قریب ہونا ہے )

**درود و سلام، اُمّت مسلمہ کا ”پاس ورڈ“ ہے۔**

ہم نے ابتدا میں عرض کیا تھا کہ دعا، بندے اور رب العالمین کے درمیان ہر لمحہ موجود ایک جدید ترین ”ہاث لائے“ ہے لیکن اس ہاث لائے کو استعمال کرنے کے لیے ضروری ہے کہ آپ اس مخصوص کوڈ (CODE) سے واقع ہوں جو اللہ سے کیونی کیش کی اس میں الگ انعامی ہاث لائے کو زیادہ LIVE اور نتیجہ خیز بنائے۔ یہ کوڈ دعا کی ابتدا اور اختتام، دونوں پر ”ڈائل“ کرنا پڑتا ہے کیونکہ یہ ”کوڈ“ اللہ اور اس کے تمام فرشتوں کو بے حد پسند ہے۔

”اس میں شک نہیں کہ اللہ اور اس کے فرشتے پیغمبر (نبی اکرم اور ان کی

آل) پر درود پھیجتے ہیں تو اے ایمان والو! تم بھی (ان پر) ذرود پھیجتے اور

برابر سلام کرتے رہو۔“ (سورہ احزاب: آیت: ۵۶)

صرف اس کوڈ ہی کوڈ اکل کرنے کا ثواب اتنا ہے کہ اگر بندہ اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لے تو باقی سب کچھ مانگنا بھول جائے اور وہ کوڈ یہ ہے۔

”اللهم صل على محمد وآل محمد و عجل فرجهم“  
”يَا اللَّهُ رَحْمَةُ نَازِلٍ فَرِمَّا حَضْرَتُ مُحَمَّدًا وَآلَ مُحَمَّدٍ بِرَادَانَ كَيْ خُوشِيْ مِنْ تَعْبِيلٍ فَرَمَ“

یہ ”کوڑ“ اول و آخر کم از کم تین مرتبہ ”ڈائل کچھے“ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا ارشاد ہے۔ ”اللہ تعالیٰ اس سے بلند تر ہے کہ اس سے دو حاجتیں طلب کی جائیں اور وہ ایک پوری کردے اور ایک کروک لے۔“ یعنی ہمارا درود وسلام تو اپنے حبیب تک پہنچا دے اور ہماری دعا کو رد کر دے۔

آپ کوئی دیب سائٹ دیکھنا چاہتے ہیں تو اس کے لیے آپ کو پہلے اپنے پاس ورڈ کو لکھنا ہوتا ہے۔ اس پاس ورڈ کے بغیر آپ دیب سائٹ نہیں دیکھ سکتیں گے۔ اللہ کے نبی اور ان کی آنکہ پر درود پڑھنا امت مسلمہ کا پاس ورڈ ہے۔ اس پاس ورڈ ہی کے ذریعے آپ کو یہیں الکائناتی نیٹ ورک پر سائی حاصل ہوتی ہے۔

ورو درود پڑھنا شکرِ نعمت کی طرح ہے:

اگر کوئی شخص یہ کوڑ ڈائل نہ کرے تب بھی اللہ کی مشیت ہوگی تو اس کی دعا قبول ہو جائے گی۔ دوسرے مذاہب کے لوگوں کی دعا میں بھی تو بارگاہ ایزدی میں قبول ہوتی ہیں لیکن مسلمان ہونے کی حیثیت سے درود پڑھنا ہماری اخلاقی ذمے داری ہے اور بارگاہ ایزدی میں شکرِ نعمت کی طرح ہے۔

### کنڈا سم

آپ اپنے گھر میں قانونی بجلی بھی استعمال کر سکتے ہیں اور ”کنڈا سم“ کے ذریعے بھی اپنے گھر کو روشن کر سکتے ہیں لیکن کنڈا سم بہر حال غیر قانونی بھی ہے اور ناقابل اعتبار بھی۔ اس میں اکثر زیادہ کرنٹ آجائے سے گھر کے قیمتی آلات جل بھی جاتے ہیں۔

کنڈا سم کا مطلب یہ ہے کہ آپ غیر قانونی بجلی استعمال کر رہے ہیں اور کسی بھی دن پکڑے جاسکتے ہیں۔



باب: ۲۰

## قبولیتِ دعا کے لیے چند خاص نکات۔

اس موضوع پر موجود کتابوں میں آدابِ دعا کے بارے میں بہت سی باتیں تحریر کی گئی ہیں یہ سب باتیں وہی ہوتی ہیں جو اس سے پہلے والی کتابوں سے لے کر انہی الفاظ میں نئی کتابوں میں شامل کر لی جاتی ہیں۔ ان باتوں کو آپ جانتے ہیں اس لیے میں ان کے علاوہ کچھ باتوں کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرنا چاہتا ہوں۔ اس سلسلے میں چند نکات بہت اہم ہیں۔

انہماز کے بعد جب ہم اپنی مادری زبان میں اللہ سے دعا کر رہے ہوئے ہیں تو اکثر اوقات ہمارا ذہن منتشر، الفاظ بے ربط، ہمارے جملے توئے پھوٹے، غیر واضح اور بعض اوقات بے معنی ہوتے ہیں۔ اگر ان جملوں کو کسی بہت حساس مائیکروفون کے ذریعے روکارڈ کر کے سناجائے تو شاید ہمیں خود ان کی بے ربطی اور ابہام پر بھی آجائے۔ کیا یادشاہوں کے یادشاہ، اللہ رب العالمین سے اس طرح گفتگو کرنا ہمیں زیر دینا ہے؟

امیر المؤمنین کے ایک ارشاد کا مفہوم ہے کہ بہت سے لوگ اللہ سے اس طرح دعا کرتے ہیں کہ اس طرح تو پروسیوں تک سے گفتگو نہیں کی جاتی۔

**دعاماً نگتے وقت الرث رہنا چاہیے:**

جب ہم اللہ سے دعا کرنا شروع کرتے ہیں تو اس وقت شیطان ہم پر سستی اور اوگھ طاری کر دیتا ہے۔ بقول حضرت امام زین العابدین علیہ السلام، ہمیں اس سستی اور اوگھ سے لڑنا چاہیے اور اس نادر و نایاب موقع پر انتہائی چستی کا ثبوت دینا چاہیے۔ دعا مانگتے وقت انتہائی چاق و چوبند اور الرث رہیں۔ اپنے ذہن کو جاگتر کر کیے کہ اس وقت ہمارا ایک ایک لفظ اپنے تمام تراحساسات اور

اپنے تمام معنی کے تمام تر زاویوں کے ساتھ رب العالمین کے دربار میں سماعت کیا جا رہا ہوتا ہے۔

### ایک مثال سے سمجھیں:

اس بات کو ایک مثال سے سمجھیں۔ مثلاً میں کسی مشکل میں گرفتار ہوں اور کوئی مدد کرنے والا نظر نہیں آتا۔ ایسے میں دنیا کے حاکموں میں سے کوئی بڑا حاکم مجھ سے رابطہ کرے تو میری خوشی قابل دید ہو گی۔ میں اس کے دربار میں پہنچتا ہوں۔ وہ بڑی اپنا سیاست سے کہتا ہے۔ ” بتائیں کیا مسئلہ ہے؟“ میں ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں بے ربط جملے بولنا شروع کرتا ہوں۔ میری توجہ اس حاکم کی طرف نہیں ہے بلکہ بولتے بولتے میں کمرے کی کھڑکی سے باہر جھانکنے لگتا ہوں۔ کبھی میرا ہاتھ کرتے کے دامن کو پکڑتا ہے، کبھی میں اپنے بال ٹھیک کرنے لگتا ہوں، کبھی پیٹ کھجانے لگتا ہوں۔ کبھی کرسی کے ہتھوں پر ہاتھ رکھتا ہوں کہ جیسے کسی ضروری کام سے کہیں اور جانا ہے۔ میں کچھ کہہ تو رہا ہوں لیکن مجھے خود نہیں معلوم کہ کیا کہہ رہا ہوں۔ شاید اسی لیے میری جسمانی حرکات (Body Language) بھی صورت حال سے مطابقت نہیں رکھتیں۔ نہ میں اس حکمران کی طرف اس طرح متوجہ ہوتا ہوں جس طرح سے ہونا چاہیے۔

اب آپ بتائیے، وہ حاکم میرے بارے کیا تاثر قائم کرے گا؟ دو دل میں کہے گا ”یہ عجیب آدمی ہے۔ اپنے مسئلے کے لیے کس قدر پریشان تھا اور اب میرے پاس آیا ہے، میں اس کا مسئلہ حل بھی کر سکتا ہوں لیکن یہ نہ میری طرف متوجہ ہے، نہ اپنا مسئلہ بیان کر رہا ہے۔ اس کے بجائے یہ کبھی کھڑکی میں سے باہر جھانکتا ہے، کبھی قمیض انداز کر پیٹ کھجرا رہا ہے۔ کبھی کرسی کے ہتھوں پر ہاتھ رکھتا ہے جیسے اسے کسی ضروری کام سے کہیں جانا ہو۔

اب اگر وہ نرم دل حاکم ہوا تو اس کا کم سے کم رد عمل یہ ہو گا کہ بھائی! آپ تشریف لے جائیں۔ کوئی سخت فوجی قسم کا حاکم ہوا تو وہ اپنے گارڈ کو بلائے گا اور اس سے کہے گا۔ ”اس پاگل کو بیہاں سے لے جاؤ۔“

یہ دنیا کے حاکم کا رد عمل ہو گا۔ اگر اسی طرح کارویہ ہم رب کائنات اللہ جل جلالہ شانہ کے دربار

میں اختیار کریں تو.....

یہ تصور تو کر سکتے ہیں.....

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعائیں لگتے وقت ہمارا عام طور پر اسی طرح کاروچیہ ہوتا ہے۔ میں اپنے روزیے کی اصلاح کرنا چاہیے۔ اس لیے نماز توجہ کے ساتھ پڑھیں۔ چلیں اللہ کے دربار کا تصور مشکل ہے تو یہ تصور تو کیا جاسکتا ہے کہ میں حجر اسود کے سامنے کھڑا ہوں۔ خانہ کعبہ کے پاس میزاب رحمت (خانہ کعبہ کے پرانے) کے نیچے نماز کی نیت باندھے کھڑا ہوں۔ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک کی جالیوں کے کے سامنے نماز پڑھ رہا ہوں۔ میں حرم امیر المؤمنین کے صحن میں موجود ہوں۔ میں امام حسین علیہ السلام کی ضریع مبارک کے قریب موجود ہوں، میں جنتِ حقیقی کی دیوار کے ساتھ بیٹھا ہوں۔

ہم میں سے بہت سارے مردوں خواتین حج اور زیارات سے مشرف ہو چکے ہیں۔ جو نہیں جاسکے، وہ اُنی پروگراموں اور سی ڈیزائنیں پر ان مقدس مقامات کی زیارت کرتے رہتے ہیں جہاں دعا میں قبول ہوتی ہیں۔ تو اس میں کوئی ”شک“ نہیں کہ آپ خود کو ان مقامات پر نماز پڑھتے ہوئے تصور کریں۔ مرزا غالب کا شعر یاد آیا۔

علیؑ کے سامنے سجدہ خدا کا کرتا ہوں  
اب اور مجھ سے زمانے کی آرزو کیا ہے!



رب العالمين دعا اور انسان

باب: ۲۰

## تبیح فاطمہ اسم اعظم ہے

نماز کے بعد تبیح فاطمہ پڑھنا ایک عام آدمی کے لیے واجب نہیں لیکن بخوبیوں میں گھرے ہوئے ہر مومن و موناہ کو ہر فرض نماز کے بعد یہ تبیح پڑھنا اپنے لیے "واجب سمجھنا" چاہیے کہ یہ ان کے لیے ایک اسم اعظم اور نسبتی کیمیا ہے۔ تبیح فاطمہ بھی توجہ چاہتی ہے۔ اہم نماز کے بعد تبیح اٹھاتے ہیں اور تیزی کے ساتھ اللہ اکبر، الحمد للہ اور سبحان اللہ پڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔ ہمارے منہ سے جو الفاظ نکلتے ہیں وہ اس طرح ہوتے ہیں، اللہ اکبر، الحمد للہ، سبحان اللہ۔ (نقل کفر کفر نہ باشد)

اگر میں آپ کے نام کو بگاڑ کر ادا کروں تو آپ کتنی مرتبہ درگزر سے کام لیں گے؟ اسی طرح اپنے مہربان مالک کے بارے میں سوچیں کہ اگر وہ درگزر سے کام نہ لے تو اس کے نام کو بگاڑ کر پکارنے کے کیا نتائج برآمد ہوں گے۔ جو لوگ سیدھے سادھے، غیر تعلیم یافتہ لیکن اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت کرتے ہیں، ان کا معاملہ الگ ہے، وہ دل میں خلوص رکھتے ہیں وہ کسی بھی طرح مالک کو پکاریں، مالک ان کے خلوص کو دیکھتا ہے لیکن تعلیم یافتہ لوگ اگر اللہ کے نام کو اس طرح بگاڑیں تو معاملہ مختلف ہے۔

تبیح فاطمہ خود ایک عظیم الشان عمل ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے تبیح فاطمہ پڑھنے کو ہزار نمازوں میں پڑھنے سے افضل قرار دیا ہے۔ (اس قول کی سند اس وقت مجھے یاد نہیں لیکن اگر آپ دینی کتابیں پڑھتے ہیں تو اس کی سند ضرور آپ کی نظر سے گزرنی ہوگی یا کسی دن کہیں نظر آجائے گی)

## عربی تلفظ کے مسائل:

تیز رفتاری سے ذکر کرنا اور اس کے نتیجے میں الفاظ کی شکل بدلتا، اگر نماز، تلاوت یادِ دعا کے درمیان ہو تو اکثر الفاظ کے معنی کچھ سے کچھ ہو جاتے ہیں اور اس کے نتیجے میں اس کے اثرات بھی۔ نماز، تلاوت یا کسی دعا کے پڑھنے میں اس طرح کی غلطیاں زیادہ ہوتی ہیں اور ہم جیسے لوگوں سے زیادہ ہوتی ہیں جنہوں نے عربی زبان یا قرآن کی استادیاں مرے سے باقاعدہ طور پر نہیں پڑھا۔ اس طرح کی غلطیاں میں بھی بہت کرتا رہا ہوں اور میں نے اندازہ لگایا کہ اگر آدمی اپنے معاملے میں خود ہی سمجھیدہ نہ ہو تو ایسا ہی ہوتا ہے۔ شاید میں بھی سمجھیدہ نہیں تھا۔ اب میں آپ کو بتاؤں کہ میں کیا غلطیاں کیا کرتا تھا۔ باتِ اسم اللہ ہی سے شروع کرتے ہیں۔

### رحمٰن یا رَحْمَن:

یہ آیت ہے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ۔ میں اسے پڑھتا تھا۔ ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ“ کئی دوستوں کو فرق پتا ہی نہیں لگا ہوگا۔ ہر حال فرق یہ ہے کہ اسم الہی ”رحمٰن“ کی ”ر“ پر زبر پڑھا جانا چاہیے تھا، میں اسے زیر کے ساتھ پڑھتا تھا لیکن ”رحمٰن“ کے بجائے ”رحمٰن“ اسے کہتے ہیں۔ اسم اللہ ہی غلط ہو گئی!

رحمٰن کو رحمٰن پڑھنا عام ہے۔ اسی طرح رحمت کو رحمت پڑھنا بھی ”زبانِ زدِ عام“ ہے، اور اس سے ہم کئی مقامات پر غلطی کا شکار ہوتے ہیں۔ مثلاً نماز کے آخری سلام میں ہم کہتے ہیں ”السلامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ۔“ اگرچہ کہنا چاہیے۔ ”السلامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ۔“

دیکھئے نماز شروع ہوئی تھی۔ اسم اللہ الرحمٰن الرحيم سے۔ اس میں ہم نے رحمٰن کے بجائے رحمٰن کہا۔ نماز ختم ہوئی سلام پر ”السلامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ“، اس میں ہم نے رحمت کو رحمت ادا کر کے غلطی کی۔

اسی طرح قرآن مجید میں جہاں ”ما“ آیا ہے۔ وَ مَا أَذْرَاكَ مَا لِيَلَّةُ الْقَدْرِ۔ تو جنہوں نے قرآن پڑھنا نہیں سیکھا تو ایسے دوست عام طور پر ”ونما“ کو ”و ما“ پڑھتے ہیں۔ ہمیں خود عربی نہیں آتی اس لیے ہم کوشش کرتے ہیں کہ نماز جماعت ہو تو پیش نماز صاحب کی تلاوت کو غور سے نہیں۔ یہ ایک چھوٹی سی کوشش ہے، قرآن مجید کی تلاوت کے لیے ہمیں اس سے کہیں بڑھ کر کوشش کرنا چاہیے۔ انٹرنیٹ پر جانے کتنی ویب سائٹ ہیں، کتنے پروگرام ہیں جن کے ذریعے ہم قرآن پڑھنا سمجھ سکتے ہیں اور اگر درست طریقے پر پڑھنا نہیں آتا تو ان پروگراموں کے ذریعے اپنی اصلاح بھی کر سکتے ہیں۔ انٹرنیٹ پر ہم سب گھنٹوں اور ہر ادھر مارے پھرتے ہیں کیا روز اسڑا رہا گھنٹا قرآن سمجھنے کے لیے نہیں نکال سکتے!

### تبیح فاطمہ پڑھتے وقت مودب اور متوجہ رہیں:

تبیح فاطمہ کے لیے ایک بزرگ عرفانی شخصیت نے مجھ سے کہا کہ تبیح فاطمہ شروع کرنے سے پہلے بی بی زہرا صلوا اللہ علیہا کی جانب متوجہ ہو کر مودب ہو کر باقاعدہ نیت کرنا چاہیے کہ تبیح فاطمہ پڑھتا / پڑھتی ہوں۔ قریۃ الی اللہ۔ اس کے بعد پہلے کلمہ پڑھیں پھر تین مرتبہ درود۔ اس کے بعد غنہمہ ٹھہر کر واضح الفاظ میں کہیں اللہ اکبر (34 مرتبہ) الحمد لله (33 مرتبہ) سبحان الله (33 مرتبہ) پھر تین بار درود اور کلمہ ..... اس کے بعد جو دعا کریں انشاء اللہ مستحب ہے۔

ایک بات کی طرف متوجہ کرنا چاہوں گا۔ تبیح فاطمہ میں اعداد کا ضرور خیال رکھیں۔ یعنی 33، 33۔ ایسے معاملات میں اعداد کی مثال چاہی کی ہی ہے۔ ہر تالے کی چاہی بہ ظاہر ایک سی ہی نظر آتی ہے لیکن ہر چاہی میں ذرا سافق ہوتا ہے۔ اسی لیے ایک تالے کی چاہی سے دوسرا تالہ نہیں کھل سکتا۔ اسی طرح آپ اللہ اکبر کو 35 مرتبہ پڑھ جائیں تو ”تالہ“ نہیں کھلے گا۔

تبیح فاطمہ پڑھنے کا بہتر طریقہ تو یہ ہے کہ آپ خاک شفاء کی تبیح استعمال کریں۔ پہلے چیک کر لیں کہ اس میں دانوں کی ترتیب درست ہے یا نہیں۔ بہر حال آپ کوئی بھی تبیح استعمال کریں لیکن دانوں کی تعداد ضرور چیک کر لیں۔ ایک بہترین طریقہ یہ ہے کہ یہ تبیح اپنی اٹکیوں کے

پوروں پر پڑھیں۔ اس طرح اس کا اثر آپ کے دورانِ خون میں شامل ہو کر جسم کے ایک ایک خلیے تک پہنچے گا۔ ہمارے اعصابی نظام کے آخری سرے الگیوں کے آخری پوروں پر ٹھیک انہی مقامات پر ہوتے ہیں اور جو محسوس کرتے ہیں اس کی اطلاع دماغ کو دیتے رہتے ہیں۔

دورانِ خون کا ”آخری اشتاب“ بھی الگیوں کی پوریں ہی ہوتی ہیں۔ خون یہاں آ کرو اپس دل میں جانا شروع کرتا ہے۔ دورانِ خون میں بیماریوں کے جراشیم بھی ہوتے ہیں اور ان مہبلک بیماریوں سے تحفظ دینے والے سفید خلیے بھی۔ اس دورانِ خون میں وہ کیمیائی مادے ہے بھی موجود ہوتے ہیں جو نارمل زندگی گزارنے میں ہماری مدد کرتے ہیں۔ ان کیمیائی مادوں میں ذرا سی کمیشی ایک نارمل انسان کو اپستال یا اس سے آگے کی منزل تک پہنچا سکتی ہے۔ ان پر جب بار بار اللہ کا نام لیا جائے گا تو آپ سمجھ کر ہیں کہ اس سے کیا ہو گا۔ اب اگر آپ ان پوروں پر ہم کا سادباڑ ڈال کر ”الحمد للہ“ کہیں تو یہ پیغام اعصابی نظام سے گزر کر سب سے پہلے دماغ کو موصول ہو گا اور وہاں محفوظ ہونے کے ساتھ یہ شکرانہ وہاں جائے گا جہاں سے خود دماغ کو احکامات ملتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی یہ دباؤ دورانِ خون کو بھی محسوس ہوتا رہے گا اور دورانِ خون کے ذریعے آپ کے پورے وجود میں سفر کرتا رہے گا۔

اس سے کیا ہو گا؟ یہ مجھے بھی نہیں معلوم لیکن اتنا تو ہم سمجھہی سکتے ہیں کہ اللہ اکبر، الحمد للہ اور بجان اللہ کی گونج ہمارے پورے وجود میں پھیلتی رہے گی۔ یہ تسبیح صرف ہم ہی نہیں پڑھیں گے بلکہ ہمارے جسم کے سوڑیلیں خلیے بھی اس تسبیح کو پڑھتے رہیں گے۔

### بے اختیار دعا مانگیں:

تو بیلت دعا کا دوسرا نکتہ یہ ہے کہے اختیار دعا مانگیے لیکن مانگتے وقت اللہ تعالیٰ کے گزشتہ احسانات، اللہ کی عظمت، اپنی حیثیت اور اپنے مقصد کو واضح طور پر ذہن میں رکھئے اور سارہ لفظوں میں اپنامدعا بیان کیجئے۔ بہتر ہے کہ جو دعا میں مانگنا ہوں انہیں ایک کاغذ پر لکھ کر اپنے پاس رکھ لیں اور ہر نماز کے بعد اس کا غذی کی مدد سے اپنے سائل ترتیب دار اللہ سے بیان کریں۔ دعا مانگتے وقت

شیطان ہم سے ہمارے الفاظ چھین لیتا ہے۔ یہ اس صورت حال سے نجپے کا بہترین طریقہ ہے۔ اس بات کو اور وضاحت سے عرض کروں۔ ہماری زندگی کے مسائل یا مشکلات ہر روز بدلتی رہتی ہیں۔ جس مسئلے کے لیے ہم آج پریشان ہوتے ہیں، مل کل اس مسئلے کی شدت کم ہو جاتی ہے یا کوئی نیا مسئلہ اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ دماغ کی بدلتی ہوئی کیفیات بھی ہماری دعاؤں پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ جس معاشرے کے لیے ہم ایک دن شدت سے دعا کر رہے ہو تے ہیں اُنگلے دن ہم خود ہی اسے بھول چکے ہوتے ہیں۔ یعنی ہم خود ہی اپنے مسئلے کو حل کرانے میں سیر لیں نہیں ہوتے۔

### دعا کے پاؤ نشیش کا غذ پر لکھ لیں:

بہر حال اس کا اعلان یہ ہے کہ آپ اپنے مسلکوں کو ترجیحات کے حساب سے کاغذ پر لکھ کر جیب یا جانماز میں رکھ لیں۔ نماز اور تسبیح فالتمہ ختم کرنے کے بعد محمد و آل محمد پر درود پڑھیں اور اپنا پرچہ جیب سے نکال کر اپنے مسائل ترتیب اور سلیقے کے ساتھ اپنے مالک سے بیان کریں۔ بعد میں مسلکوں کے بارے میں آپ کی ترجیحات بدل جائیں یا نئے مسئلے سامنے آ جائیں تو کاغذ پر اسی ترتیب سے انہیں لکھ کر رکھ لیں اور نماز کے بعد ان کے حوالے سے دعا کریں۔

### اتنا اہتمام کیوں کریں؟

ممکن ہے بعض قارئین کو یہ اعتراض ہو کہ اللہ تو ہمارے مدعا کو ہم سے زیادہ جانتا ہے پھر دعا مانگنے وقت اس قدر اہتمام کیوں کیا جائے؟

ہاں ایسا واقعی ایک حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے مدد کو بہتر طور پر جانتا ہے لیکن وہ یہ بھی تو دیکھنا چاہتا ہے کہ ہم خود اپنے مسئلے میں کس قدر سمجھیدے ہیں۔ ہم اپنے کام کے لیے یوں تو دنیا بھر کی مشکلات برداشت کر لیتے ہیں۔ کسی دفتر میں گھنٹوں لائن میں کھڑے رہ سکتے ہیں، کسی افسر سے ملنے کے لیے سارا دن انتظار کر سکتے ہیں لیکن جہاں سے اصل میں کام ہونا ہوتا ہے وہاں ہم کا بھی اور سستی کا مظاہرہ کرتے ہیں اور کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ کام نکالنے کے خواہشمند ہوتے ہیں۔ دنیادی وسائل کی اہمیت اپنی جگہ لیکن تھوڑا سا وقت اللہ کو بھی دیجیے۔

امیر المؤمنین علیہ السلام کا ارشاد ہے۔ ”جب نماز سے فارغ ہو جاؤ تو اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کر کے اپنے آپ کو دعا مانگنے کے لیے خوب زحمت میں ڈالو۔“

.....  
دعا تو کرتا ہوں لیکن شاید۔

میرے ایک بزرگ دوست ہیں جو کسی زمانے میں لوگوں کو مسائل کا حل پایا کرتے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ ان کے پاس ایک فون آیا اور ایک صاحب نے ان سے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ وقت طے کر کے وہ صاحب آگئے۔ ان کے چہرے اور لباس سے خوشحالی پھولی پڑتی تھی۔ جس کا رہیں وہ آئے تھے اس کی قیمت پچیس تیس لاکھ سے کم نہیں تھی۔ انہوں نے اپنا تعارف کرایا۔ ”میں آغا خان اسپتال میں ایک بڑی پوسٹ پر کام کر رہا ہوں۔ اپنا ذاتی برس بھی کرتا ہوں لیکن اس وقت ایک ایسے مسئلے سے دوچار ہوں کہ اس کا کوئی حل سمجھ میں نہیں آتا۔ میں نے چار کروڑ روپے کا چاول کویت ایکسپریس کیا تھا لیکن کنسامنٹ وہاں ڈیلور ہونے کے فوراً بعد عراقی اور کویت کے درمیان جنگ چھڑ گئی اور میری ساری رقم وہاں پھنس کر رہ گئی۔ وہ چاول میں نے مارکیٹ سے اٹھایا تھا۔ اب وہ لوگ مجھ سے رقم کا مطالباً کر رہے ہیں۔ رقم کویت میں پھنسی ہوئی ہے۔ اب اگر چہ جنگ کو ختم ہوئے ایک سال گزر گیا لیکن کویت کی حکومت وہ رقم لوٹانے کو تیار نہیں۔“ (یہم نے ان ڈاکٹر صاحب کے بیان کا غالباً صدقہ پیش کیا ہے)

اس کے بعد وہ گویا ہوئے کہ مجھے ان باتوں پر یقین تو نہیں ہے لیکن مجرماً اس راستے کو بھی آزماناً چاہتا ہوں۔

میرے دوست نے ان سے پوچھا۔ ”آپ نماز پابندی سے پڑھتے ہیں؟“ انہوں نے کہا۔ ”جناب میر اتعلق ایک مذہبی گھرانے سے ہے۔ میرے والد القرآن پاک کی خطاطی کے ماہر تھے اور ایک بڑے عالم ہو گزرے ہیں۔ میں بھی الحمد للہ قرآن کی خطاطی کرتا ہوں اور نماز پابندی سے پڑھتا ہووار۔“

”نماز کے بعد آپ دعا کرتے ہیں؟“ میرے دوست نے سوال کیا۔

”بھی بھی.....ہاں۔۔۔ اس مرتبہ ان کا الجہان کی ”ہاں“ کی تصدیق نہیں کر رہا تھا۔

”لکنی دیر دعا کرتے ہیں؟“ میرے دوست نے پوچھا

انہوں نے ادھر ادھر سیکھا پھر بولے۔ ”دعاتو کرتا ہوں.....“

میرے دوست نے کہا۔ ”انداز اور انیت ہتا یے۔“

وہ بولے۔ ”شاید ایک منٹ یا کبھی اس سے کم۔“

اب میرے دوست نے ان سے کہا۔ ”آپ نے کبھی اپنا مسئلہ اپنے پالنے والے کے سامنے بھی اتنی تفصیل سے بیان کیا جس قدر تفصیل سے آپ نے ایک ایسے بے بس انسان کے سامنے بیان کیا ہے جو آپ کے لیے ہی نہیں، خود اپنے لیے بھی کچھ نہیں کر سکتا۔“

”نہیں میں نے اپنا مسئلہ اتنی تفصیل کے ساتھ واقعی کبھی بھی اللہ تعالیٰ کے سامنے بیان نہیں کیا۔ آپ نے تو میری آنکھیں کھول دی ہیں۔ میں نے اس طرح کبھی سوچا ہی نہیں تھا!“

ان صاحب نے سر جھکاتے ہوئے کہا۔ ”آپ مجھے کوئی دعا، کوئی عمل بتا یے۔“

”آپ کو کسی خاص دعا یا عمل کی ضرورت نہیں ہے، لیکن یہ سمجھنے کی ضرورت یقیناً ہے کہ دعا، نماز و عبادت کا نیوکلس یعنی مغز ہے۔ یہ حدیث رسول ہے۔ میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا۔ ہم نماز پڑھتے ہیں لیکن اس کی روح یا اس کے نیوکلس سے غافل رہتے ہیں۔“ پھر میرے دوست نے اپنی سمجھایا۔ ”دیکھیں بھائی! کسی چلے، گئے تو یہی تعریف کی ضرورت نہیں۔ میں آج سے آپ طے کر لیں کہ اول وقت نماز ادا کریں گے اور نماز کے فرائید بعد ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے اپنی مشکلات بیان کریں گے اور ان مسائل سے نجات کی درخواست کریں گے۔ یہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا کم از کم دس منٹ تک ہونا چاہیے اور ہاں دعا سے پہلے اور دعا کے بعد نبی کریمؐ اور ان کے اہل بیٹت پر تین مرتبہ درود ضرور تجویز ہیں۔ پھر دیکھیں مسئلہ کس طرح حل ہوتا ہے۔“

ان صاحب نے اس بات کا وعدہ کیا اور شکریہ ادا کر کے روانہ ہو گئے۔

میرے دوست کہتے ہیں کہ وہ مجھے کوئی پیر فقیر سمجھ کر آئے تھے۔ میں نے انہیں ان کے مالک

کی طرف لوٹا دیا۔ اسی پر میرا بھروساتھا۔ تیسرے دن ان ڈاکٹر صاحب کا فون آیا اور انہوں نے بتایا کہ ان کے دو کروڑ روپے کویت سے ریلیز ہو گئے ہیں اور باقی کا وعدہ ہو گیا ہے۔

### محمد و آل محمدؐ کو وسیلہ بنائیں:

آداب دعا کے سلسلے میں ایک بنیادی نکتہ یہ ہے کہ اپنے اور اللہ کے درمیان محمد وآل محمدؐ کو وسیلہ بنایا جائے اور انہی کے حوالے سے اپنی تمام دعائیں بارگاہ الہی میں پیش کی جائیں اس لیے بھی کہ اگر محمد وآل محمدؐ ہم سے اللہ کا تعارف نہ کرتے تو ہم اللہ کو کب جانتے؟ انہی ہستیوں کے ذریعے ہم نے اپنے اصل مالک کو پہچانا ہے تو اب ہمارا اخلاقی فرض ہوتا ہے کہ جب مالک کے پاس جائیں تو پہلے ان ہستیوں کا ریفارنس ضرور دیں۔

### اس بات کو اس طرح سمجھیں:

اس بات کو اس طرح سمجھیں کہ محلے کا کوئی معزز آدمی آپ کو بے روزگار دیکھ کر آپ سے کہتا ہے کہ میرے ایک جانے والے کے پاس بہت اچھی ملازمت ہے۔ آپ ان کے پاس جا کر میرا حوالہ دیں۔ انشاء اللہ آپ کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ اب ہم ان صاحب کے پاس جائیں جن کے دفتر میں ملازمت ہے اور وہاں جا کر تعارف کرانے والے کا نام ہی نہ لیں تو کیا یہ ایک غیر اخلاقی حرکت نہیں ہوگی اور کیا اس طرح نوکری ہمیں مل جائے گی؟ ریفارنس کے بغیر نوکری تو کیا دفتر میں انتزی بھی نہیں ملے گی!

ہماری کوئی دعا امام زمانہ علیہ السلام کے وسیلے کے بغیر اڑانگیزی نہیں رکھتی اس لیے کہ اللہ نے امام زمانہ علیہ السلام کو اپنے اور ہمارے درمیان وسیلہ قرار دیا ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں پاؤ رنجوائے (Power Enjoy) کرنے کا بھرپور اختیار دے رکھا ہے۔ اسی لیے کائنات سے متصل کسی معاملے میں کوئی شخص، کوئی طاقت، امام وقت کو باکی پاس (By Pass) نہیں کر سکتی۔

”اور ہم نے ہر چیز کو ایک صریح دروش پیشو (امام مین) میں

گھیر دیا ہے۔ (سورہ نہیں: آیت ۱۲)

جب بھی دعائے ملکیں تو پہلے مومنین و مومنات (زندہ یا مردہ) خاص طور پر اپنے والدین، اپنے گھر والوں، اپنے بچوں، رشتہ داروں، دوستوں، پڑوسیوں، علمائے کرام اور عام مسلمانوں کے لیے دعا کریں اس کے بعد اپنے لیے دعائے ملکیں۔

دعائے ملکیں وقت آپ ایسے بادشاہ کے دربار میں کھڑے ہوتے ہیں جو ساری کائنات کا خالق ہے۔ اس کے سوا جو کچھ ہے وہ اس کی مخلوق ہے۔ اللہ کے خزانے لاحدہ دہیں اور وہ عطا کرنے کے بہانے ڈھونڈتا ہے۔ جس دربار میں نعمتیں اور حمتیں اس طرح بث رہی ہوں، وہاں موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے لیے ملکیں وقت اپنے جیسے دوسرے انسانوں اور ضرورت مندوں کے لیے بھی جس حد تک نعمتیں سمیٹ سکتے ہیں سمیٹ لجھے اور انہیں تخفی کی شکل میں پیش کیجھے۔

### دوسروں کے لیے دعا:

اپنے دوستوں، رشتہ داروں اور تمام دوسرے مومنین، مسلمین اور تمام انسانوں کو گھر بیٹھے فائدہ پہنچنے کی یہ مفت اور انوکھی سہولت (Facility) اللہ کے سوا کون آپ کو پیش کر سکتا ہے! مزے کی بات یہ ہے کہ آج دنیا میں اس سہولت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اگر آپ دوسرے کو فائدہ پہنچائیں گے تو کل آپ یہاں ہوں یا الگی دنیا میں بے شمار لوگ اسی سہولت (Facility) کے ذریعے آپ کو طرح طرح کے تھائف ارسال کر رہے ہوں گے۔

خاص بات یہ ہے کہ دوسروں کے لیے دعا کرنے میں آپ کو اپنام عاتو ملے گا ہی اس کے علاوہ جن نعمتوں کو آپ نے دوسروں کے لیے طلب کیا ہے ان پر الگ سے ایک گراں قدر INCENTIVE بھی آپ کے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر ہوتا رہے گا۔

یہ تو ہم بیان کر رہی چکے ہیں کہ شیطانوں اور نیک انسانوں کے اکاؤنٹ الگ الگ کھلے ہوئے ہیں۔ نیکوں کاروں کے اکاؤنٹ کا نام ”علیٰ“ اور شیطانوں کے اکاؤنٹ کو ”تجین“ کہا گیا ہے۔ شیطانوں نے دنیا میں جو برائیاں پھیلایا دی ہیں، جن کو گمراہ کر دیا ہے اور گمراہ کر رہے ہیں تو ان سب کے اکاؤنٹ بڑھتے ہی جا رہے ہیں۔

باب: ۲۲

## دعا قبول ہونے کے اوقات

دعا قبول ہونے کے بہت سے خاص اوقات ہیں۔ مثلاً مریض کی عیادت کے وقت، موسلا دھار باڑ کے دوران۔ ویسے روزانہ چوبیس گھنٹے کے دوران قبولیت دعا کے سب سے بہترین اوقات دن میں پانچ مرتبہ ہمیں نصیب ہوتے ہیں۔ دن بھر میں پانچوں وقت کی نماز کے اول اوقات، دعا قبول ہونے کے سب سے بہتر اوقات ہیں۔ کیونکہ یہ اوقات رب العالمین کے مقرر کیے ہوئے ہیں۔

اللہ نے کائنات کو تخلیق کرتے وقت ہماری زمین کے لیے ایک مخصوص نظام شہی اور نظام الادقات مقرر کیا۔ اس نے یقیناً زمین کے اوقات میں سب سے بہترین اوقات، اپنے دربار میں اپنے بندوں کی حاضری کے لیے منتخب کیے ہوں گے۔

**اگر کوئی بندہ اول وقت میں نماز ادا کرے:**

اب اگر کوئی بندہ اذان ہوتے ہی اول وقت میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کرے اور اس کے بعد دعا کرے یا نماز شب ادا کرے اور آخربش میں اللہ رب العالمین کے حضور اپنی درخواست پیش کرے تو اس کی دعا کس طرح رد ہو سکتی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اسے فوری طور پر معلوم نہ ہو سکے کہ اس کی دعا قبول ہو چکی ہے۔ وہ اللہ سے لکھر، پھر ماگ رہا تھا۔ اللہ نے اسے ہیرے، جواہرات عطا کر دیے ہیں۔ حضرت موسیٰ ابھی حضرت علیہ السلام نہیں ہوئے تھے۔ اپنے بیوی بچوں کے ساتھ ایک سفر پر جا رہے تھے۔ سخت سردی اور اندر ہیرا۔ ایک سمٹ میں انہیں روشنی نظر آئی۔ انہوں نے اپنے بال بچوں سے کہا کہ تم لوگ یہاں بھرو، میں اس آگ میں سے کچھ انگارے لے کر آتا ہوں۔ جب وہ آگ کے قریب پہنچے تو انہیں آواز آئی۔ ”اے موسیٰ! میں تمہارا رب ہوں۔ اپنی

جوتیاں اتارو۔ تم طوی کی مقدس وادی میں ہو۔ میں نے تمہیں پھن لیا ہے۔ اب تم پر وحی کی جاتی ہے اسے غور سے سنو۔ اب آپ غور فرمائیں کہ حضرت موسیٰ صرف اپنی مشکل دور کرنے اور ایک دنیاوی حاجت یعنی آگ اور انگاروں کی خواہش میں وہاں گئے تھے۔ ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ انہیں اولی العزم پیغمبر کا مرتبہ جائے گا۔

خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھیے احوال  
کہ آگ لینے کو جائیں پیغمبری مل جائے  
دیکھا آپ نے حضرت موسیٰ کیا مانگ رہے تھے اور انہیں ملا کیا؟

اذاں کا مطلب ہے اللہ آپ کو اپنے پاس بلایا ہے۔ ان اوقات میں اللہ رب کریم خود ہی تو بندوں کو اپنے پاس بلاتا ہے اور اللہ رب العالمین جیسے بیزان سے بعید ہے کہ وہ اپنے بلاۓ ہوئے مہماں کو انترٹین (Entertain) نہ کرے۔ ہمیں پیغمبری نہ ملے، پیغمبروں کے راستے پر چلنے کی توفیق تو مل ہی سکتی ہے۔

### دعا قبول ہونے کے خاص اوقات:

دعا قبول ہونے کے خاص اوقات کے بارے میں آپ بھی جانتے ہیں۔ مثلاً مریض کی عیادت کے وقت یا مسلا و ہمار بارش کے دوران یا جب خطبہ نکاح پڑھا جا رہا ہو۔ آپ اللہ سے دعا کریں تو اس کے متاثر بہت جلد ظاہر ہوتے ہیں۔

لیکن یہ موقع روز روز کہاں ملتے ہیں۔ نہ روزانہ بارش برستی ہے اور نہ ہر روز کسی مریض کی عیادت کا موقع ملتا ہے۔ نہ ہر دن کوئی نکاح ہوتا ہے اس لیے اللہ رب کریم نے ان خاص اوقات کے علاوہ بھی کچھ خاص اوقات مقرر کیے ہیں اور یہ اوقات دن میں پانچ مرتبہ آپ کو دستیاب ہوتے ہیں۔

### اوقات نماز، قبولیت دعا کے اوقات ہیں:

بھی دیکھئے نا! اللہ نے پانچ وقت کی نمازوں کے لیے مخصوص اوقات مقرر کیے ہیں۔ اس کی

کوئی وجہ تو ضرور ہوگی۔ اگر نمازوں کے پڑھوانے سے اس کا مقصد صرف اپنی عبادت کرانا ہوتا تو شاید وہ اس معاطلے میں انسانوں کو آزاد چھوڑ دیتا کہ چوبیں گھنٹوں میں سترہ رکعت نماز اپنی سہولت کے مطابق کسی وقت بھی پڑھلی جائے۔

نجم، ظہر، عصر، مغرب، اور عشاء کی نمازوں کے الگ الگ اوقات مقرر کرنے کی کیا ضرورت تھی! لیکن اس نے نہ صرف ہر نماز کے لیے الگ الگ اوقات مقرر کیے بلکہ واضح طور پر حکم بھی دیا کہ نماز پابندی وقت کے ساتھ فرض کی گئی ہے۔

بات دراصل یہ ہے کہ ہماری نمازوں کے ذریعے وہ صرف اپنی عبادت ہی نہیں چاہتا۔ ان نمازوں کے ذریعے وہ اپنے بندوں کی جسمانی و روحانی بہتری بھی چاہتا ہے۔ نہ ہماری نمازوں اس کی عظمت میں اضافہ کر سکتی ہیں اور نہ ہماری نافرمانیاں اس کے مقام کو کم کر سکتی ہیں۔ یہ سارے احکامات تو سونی صد ہمارے ہی فائدے کے لیے ہیں۔

### خلائی سائنس بتا سکتی ہے:

مسلمانوں نے خلائی سائنس کے میدان میں ترقی کی ہوتی یا اس میدان میں اپنی ترقی کو برقرار رکھا ہوتا یا اپنے علمائے قرآن کی عزت کی ہوتی تو شاید وہ جان سکتے کہ اللہ نے انسانوں کو اپنے دربار میں بلا نے کے لیے جو پانچ وقت مقرر کیے ہیں، ان اوقات میں ہماری زمین کائنات کے کس حصے میں ہوتی ہے۔ کائنات کے اس حصے میں اس وقت وہاں موجود مختلف ستاروں، سیاروں اور کہکشاووں سے نکلنے والی کوئی شعاعیں، کرنیں اور لہیں اور کوئی ہی اشیز (Cosmic Radiations) زمین پر صافیں باندھ کر نماز پڑھنے والوں کے قیام، رکوع اور سجدوں کی حالت میں ان کے جسم و روح پر کون سے زندگی بخش اثرات مرتب کرتی ہیں۔

روس اور امریکہ کے سائنس دانوں کو کیا پڑھی ہے کہ وہ خلائی اشیز میں بیٹھ کر اس موضوع پر تحقیقات کریں۔ انہیں قدرت اپنی نئی نشانیاں دکھا بھی دیتی ہے لیکن وہ ایسی باتیں دنیا کو کیوں بتائیں جو قرآن کی تعلیمات کی حقانیت ثابت کرتی ہوں۔

## تمہارا رزق آسمان میں ہے:

خلائی سائنس انسانوں کو یہ بھی بتاسکتی ہے یا مستقبل میں بتاسکے گی کہ زمین جو آٹھ سو کلو میٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے بیکار خلاء میں سورج کے گرد پچکر لگا رہی ہے، چوپیس گھنٹوں میں ہر چھ سوا چھ گھنٹوں کے بعد انسانوں کو لاحدہ دو کائنات میں موجود ان مخصوص مقامات یا سورج اور دوسرے ستاروں کے سامنے ان زایوں پر پہنچا رہی ہے جہاں انسانی آنکھ کو نظر تو کچھ نہیں آتا لیکن ان کے جسم و روح اور کہ ارض پر بہترین انداز سے زندگی گزارنے کے لیے جس طرح کے رزق اور توانائی کی ضرورت پڑ سکتی ہے وہ تمام چیزیں کائنات کے ان مقامات پر بہ آسانی دستیاب ہوتی ہیں۔

”تمہارا رزق اور جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے آسمان میں ہے۔“ (سورہ الزاریات: آیت ۲۲)

## اوقات نماز اور زمین و آسمان

کی گردش کے درمیان کوئی رشتہ ضرور ہے:

زمین، سورج کے سامنے اپنے محور پر آٹھ سو کلو میٹر فی گھنٹہ کے حساب سے گھوم رہی ہے اور خلا میں اپنے مدار پر اسی ہزار کلو میٹر کی رفتار سے سورج کے گرد سفر کر رہی ہے۔ لاکھوں کروڑوں سال سے اس کی یہی رفتار ہے اور یہی راستہ۔

آپ اگر اوقات نماز پر غور فرمائیں تو فجر سے ظہریں، پھر مغربیں سے نماز شب کے اوقات میں سماڑھے چھ یا سوا چھ گھنٹے کا وقت ہوتا ہے۔ اس وقت میں زمین اپنے محور پر 5200 متر تباہ سورج کے سامنے گھوم چکی ہوتی ہے اور سورج کے گرد دوڑتے ہوئے بیکار خلاء میں پانچ لاکھیں ہزار (5,20000) کلومیٹر کا فاصلہ طے کر چکی ہوتی ہے۔

اب مجھے اور آپ کو کیا معلوم کہ زمین کے اپنے محور پر پانچ ہزار دو سو مرتبہ گھونٹے سے کیا ہوتا

ہے اور سورج کے گرد ہر سائز ہے جو گھنٹے میں پانچ لاکھ نیں ہزار کلو میٹر کے بعد زمین میکرو اس کائنات میں کن مقامات پر پہنچتی ہے اور وہاں کیا کیا ہوتا ہے؟ اس وقت کون کون سے ستارے، کہکشاں میں اور کہکشاوں کے جھرمٹ اس کے سامنے ہوتے ہیں؟ ان ستاروں اور کہکشاوں سے کون ہی ریڑی الشنز خارج ہو رہی ہوئی ہیں؟ زمین کے اپنے محور پر پانچ ہزار دو سو مرتبہ گھونٹے سے اس مقناطیسی میدان (Magnetic Field) پر کیا اثر ہوتا ہے اور مقناطیسی لہروں میں یہ تبدیلی انسانوں پر کس طرح اثر انداز ہوتی ہے؟

میں کوئی سائنسی ثبوت تو فی الحال پیش نہیں کر سکتا لیکن مجھے یقین کامل ہے کہ اوقات نماز اور زمین و آسمان کی گروہ کے درمیان کوئی رشتہ ضرور ہے اور یہ ایسا ہی رشتہ ہے جیسا سورج کی تو انہی اور زمین پر زندگی کی نشوونما کے درمیان ہے۔

سورج کی روشنی اور تو انہی زمین تک آتی ہے تو ہمیں بے ظاہر کچھ نظر نہیں آتا کہ اس روشنی اور تو انہی سے کیا ہوا؟ لیکن اس روشنی اور تو انہی سے سندروں کا کروڑوں ٹن پانی فضائی منتقل ہو جاتا ہے۔ اس تو انہی سے برف پکھلتی ہے، دریا، ندی، نالے بہتے ہیں، فصلیں آگتی ہیں، پیڑ بوجھتے ہیں، پھول کھلتے ہیں، پھل نمودار ہوتے ہیں، بادل برستے ہیں، موسم بدلتے ہیں۔ ہماری جلد سورج کی تو انہی سے ہمارے لیے وٹامن D بناتی ہے اور سارے جسم کو فراہم کرتی ہے۔ سورج کی پیش اور روشنی کے یہ فائدے تو آج ہم سب کو معلوم ہیں۔ پانچ اوقات میں زمین نہیں کن کن مقامات پر پہنچاتی ہے اور وہاں ہمارے لیے کیا کچھ موجود ہوتا ہے۔ یہ ابھی قطعی طور پر کسی کو معلوم نہیں۔

### اللہ تعالیٰ نے ہر کام کے لیے ایک سُمُّ بنادیا ہے:

اللہ تو ہر جگہ موجود ہے لیکن اس نے ہر کام کے لیے ایک سُمُّ بنادیا ہے۔ پانی کا گلاس کبھی اڑ کر ہمارے ہاتھ میں نہیں آئے گا کیوں کہ اس مقصد کے لیے اللہ نے ہمیں ہاتھ پیر ہی نہیں عقل، ارادہ اور مطلوبہ طاقت بھی فراہم کر دی ہے۔ اب ہم لاکھ دعا میں مانگتے رہیں لیکن جب تک اپنا ہاتھ نہیں بڑھا میں گے اس وقت تک ہماری پیاس نہیں بچھے گی۔ اوقات نماز، زمین کے

سب سے بہترین اوقات ہیں اسی لیے تو اللہ رب العالمین نے ان اوقات کو اپنے بندوں کو اپنے پاس بلانے کے لیے مخصوص کیا ہے۔ یہ پانچ وقت بھی اللہ کے اسی سمسم کا حصہ ہیں جن کے ذریعے بندوں کے مسائل حل ہوتے ہیں۔

### اوقاتِ نماز اور ہم:

اب جس وقت رب العالمین کے حکم کے مطابق انیں کروڑ انہتر لاکھ اکیاون ہزار (196951000) مرلیج میل کا 6600000000000 میٹر کٹ ورنی یہ کراہ ارض گردش کرتا ہوا، ہمیں کائنات کے ان مخصوص حصوں میں پہنچا رہا ہوتا ہے جہاں سے ہم ہر طرح کا رزق اور تو انہی حاصل کر سکتے ہیں، اس وقت اذان کی آوازن کرائھنے اور رزق حاصل کرنے کے لیے دوڑنے کی بجائے کچھ لوگ کروٹ بدلت کر دوبارہ سو جائیں، لیکن وہی پربے مصرف ڈرائے، بنیتیجا تاک شویا ایک احتمانہ مزا جیہ پروگرام کے ختم ہونے کا انتظار کرتے رہیں یا سستی اور کامیابی کا شکار ہو جائیں اور پھر غربت، بیماری، عدم تحفظ، کندڑی اور زندگی کی دوڑ میں دوسروں کے آگے بڑھ جانے کا شکوہ کریں تو اس میں قصور کس کا ہے۔

دیکھیں! اگر آپ سمسم سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں تو پہلے اس سمسم کو فالو کرنا پڑے گا۔ فالو کریں گے تو کام بنے گا۔ نہیں کریں گے تو نہیں بنے گا۔

### بہت ہی خاص اوقات:

ان پانچ اوقات کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ نے روزانہ قبولیت دعا کے ایسے بہترین اوقات بندوں کو عطا کیے ہیں کہ ہر انسان مکمل ذاتی یکسوئی کے ساتھ، بالکل تہائی میں اپنے مالک سے دل کا حال کہہ سکے۔

دن بھر اور رات کے گیارہ بارہ بجے تک تو ہم لوگ دنیا کے چکروں میں مصروف رہتے ہیں۔ اس سارے عرصے میں ہمارے ارد گرد کی نھا میں لی وہی چینلو کی پھیلائی ہوئی نشریاتی آلو دگی عروج پر ہوتی ہے کہ ہر طرف لی وہی کھلے رہتے ہیں اور ان کی مہلک ریڈی اپشنز دماغ کوڈی

ڑیک کرتی رہتی ہیں۔ ایسے ماحول میں ہنی یکسوئی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پھر جیسے جیسے رات ڈھلنے لگتی ہے تو دماغ میں سکون اور ہنی یکسوئی کی کیفیت پیدا ہونے لگتی ہے۔ اللہ نے یہی اوقات نماز شب جیسی عظیم عبادت کے لیے مخصوص کیے ہیں۔

جب کوئی شخص اس نماز کی نیت کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میں نماز شب پڑھتا ہوں اللہ سے قریب ہونے کے لیے تو بلاشبہ سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس نے صرف زبانی طور پر اللہ سے قریب ہونے کی نیت نہیں کی بلکہ وہ واقعی محسوس کرے گا کہ وہ اللہ سے کسی قدر قریب ہو گیا ہے۔ کتنا قریب! اس کی کوئی حد و انداز نہیں ہے۔ اس کیفیت میں ذل کی سچائی اور بار بار کی پریکش کے ذریعے ہر روز اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ اللہ رب العالمین نے رات کے آخری حصے اور صبح کا ذب کے اوقات قربتہ الی اللہ کی اس خاص الخاص کیفیت کو حاصل کرنے کے لیے اپنے بندوں کو عطا کیے ہیں۔

### اول وقت نماز:

اول وقت میں نماز ادا کرنے کی بڑی فضیلت ہے اور دیر سے نماز پڑھنے والوں کی ہمارے موجودہ امام، تاجُّم آلِ محمد علیہ السلام نے سخت نہادت کی ہے امام زمانہ علیہ السلام کا رشارڈ اگر ای ہے: "ملعون ہے، ملعون ہے، وہ شخص جو صبح کی نماز اتنی دیر سے ادا کرے کہ ستارے آسمان سے غائب ہو جائیں اور مغرب کی نماز اتنی دیر سے ادا کرے کہ آسمان پر ستارے چھٹک جائیں۔ یعنی آسمان پر ستارے چھکنے لگیں۔ (حوالہ: اصول کافی)

آپ نے دیکھا کہ تاخیر سے نماز ادا کرنے والوں کو امام وقت نے دوبار ملعون کہہ کر مخاطب کیا ہے۔ ہم انھی امام کے دور میں زندہ ہیں (اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے ظہور کے وقت تک زندہ رکھے) ہمیں چاہئے کہ اذان ہوتے ہی، ہم خود بھی فوراً نماز کے لیے کھڑے ہو جائیں اور اپنے گھر والوں کو بھی اول وقت میں نماز پڑھنے کی تاکید کریں۔ آپ جانتے ہی ہیں کہ ہم نماز پڑھیں تو اس سے امام علیہ السلام کو ہرگز کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اگر آپ اور میں نماز سہ پڑھیں تو بھی اس سے امام علیہ السلام کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ امام علیہ السلام کا یہ فرمان تو ان کی ہم سے محبت کی دلیل

ہے۔ ماں باپ بھی تو اکثر اسی طرح اپنے بچوں کی سرزنش کرتے ہیں۔

دعا قبول ہونے میں دیر کیوں ہوتی ہے؟

اگر آپ نے اپنی شرعی ذمے دار یوں کو کسی حد تک ادا کرتے ہوئے اللہ سے کچھ مانگا ہے اور آپ کو بظاہر نہیں ملا تو یقین سمجھے کہ آپ نے جو مانگا تھا اس سے کہیں زیادہ آپ کو مل چکا ہے لیکن یہ حقیقت ابھی آپ کے علم میں نہیں ہے۔

کبھی کبھی بچے اپنے والدین سے ایسی چیز کے لیے خد کرتے ہیں جو اگر نہیں مل جائے تو ان کے لیے مہلک ثابت ہوگی۔ مثلاً ایک دس سالہ بچہ خد کرے کہ مجھے اسکوڑ دلادی جائے تو سمجھ دار والدین کسی قیمت پر اسے اسکوڑ نہیں دلائیں گے کیونکہ اسکوڑ سے حادثات کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں اور اسے ایک سالہ بچہ چلانے تو خطرے کے امکانات کہیں زیادہ بڑھ جائیں گے۔ اس لیے والدین اپنے بچے سے یہ کہتے ہیں کہ تم ذرا بڑے ہو جاؤ۔ ہم تمہیں اسکوڑ نہیں کار دلادیں گے۔

اب والدین خلوص دل سے ارادہ رکھتے ہیں کہ مناسب وقت پر اپنے بچے کو ایک خوب صورت اور آرام دہ کار دلادیں گے لیکن بچے کو کار کی سہولتوں اور تحفظ کا اندازہ ہی نہیں ہوتا، وہ اسکوڑ ہی کے لیے خد کرتا رہتا ہے۔

”ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرتے ہو۔ حالانکہ وہ تمہارے لیے مفید ہوا اور شاید تم کسی چیز کو پسند کرتے ہو (اور حقیقت میں) وہ تمہارے لیے بُری (نقصان دہ) ہو۔“  
(سورہ بقرہ: آیت ۲۱۶)



باب: ۲۳

## دن میں پانچ مرتبہ ذرکر کی اور سے اپنے مسائل بیان کر کے دیکھیں۔

آپ کا کوئی دوست، رشتہ دار، محبت کرنے والا، اللہ کے سوا ہے؟ جس کے پاس آپ دن میں پانچ مرتبہ جائیں اور ہر مرتبہ اس سے اپنا ایک نیا مسئلہ بیان کریں اور وہ ہر مرتبہ آپ سے ہمدردی اور شفقت کے ساتھ پہنچیں آئے۔ ہر مرتبہ آپ کی بات پوری توجہ سے سے، ہر مرتبہ چلنے چلنے، بہت سے قیمتی تخفیف بھی آپ کے ہاتھوں میں تھامادے۔ ”اچھا نہیں لگتا کہ تم میرے پاس آؤ اور میں تمہیں خالی ہاتھ لوٹا دوں۔“

آپ کا قریب ترین عزیز اور جان شار کرنے والا دوست بھی دو تین دن ہی میں آپ کو تالئے کے بہانے اور جواز تلاش کرنے لگے گا اور اس میں اس کا کوئی قصور بھی نہیں ہو گا اس لیے کہ اس کی صلاحیتیں، اس کے وسائل، اس کی برداشت بس اتنی ہی ہے۔

ایک مہربان ہے:

ہاں! بس ایک دوست اور مہربان ایسا ہی ہے کہ آپ اس کے پاس ہزار مرتبہ بھی جائیں تو وہ آپ کے آنے سے ہر مرتبہ خوش ہو گا اور آپ کو خوش کر دے گا۔ اگر چدہ بے نیاز ہے۔ اسے آپ سے کچھ لینا دینا نہیں۔ آپ سے اسے کوئی فائدہ ملنے والا نہیں۔ وہ تو صرف آپ کو اپنے قریب دیکھنا چاہتا ہے، ہمیشہ آپ کے فائدے کی سوچتا ہے۔

اس کے دربار میں حاضر ہونے کے لیے آپ کو اجازت نہیں صرف نیت کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ پاکیزگی اور طہارت تو بہر حال ضروری ہیں۔ بس اور کوئی شرط نہیں اور ہاں وہ آپ کی

تجھے ضرور چاہتا ہے کہ اس میں آپ کا اپنا فائدہ ہے۔ کوئی ایر جنی ہو تو پاکیزگی اور طہارت بھی لازمی نہیں۔ آپ اسے دل ہی دل میں مدد کے لیے پکار سکتے ہیں۔

آپ کے پروردگار نے آپ کو یہ سہولت عطا کی ہے کہ آپ دن میں پانچ مرتبہ اپنے خالق و مالک کے دربار میں حاضر ہو سکتے ہیں اور اس دوران گزر نے والے اچھے یا بے واقعات، مشکلات و مسائل کے حوالے سے اپنے خالق و مالک سے کھل کر اپنے دل کا حال، اپنی کیفیت، اپنی پریشانی بیان کر سکتے ہیں۔ اس یقین کے ساتھ کہ وہ تمام مسائل، مشکلات، امراض اور دشمنوں کو ایک لمحے میں دور کر سکتا ہے۔

میر انہیں مر جنم صرف شاعر ہی نہیں تھے، وہ صاحب عرفان شخصیت بھی تھے اور دین و مذہب کا حقیقی اور واضح عقیدہ رکھتے تھے۔ جناب خُر کے حال کا ایک مرثیہ "بِخَدَافَارِسْ میدان تھوڑا تھا خُر"، ان کا ایک بے مثال مرثیہ ہے۔ اس مرثیے میں میر انہیں نے جناب خُر کا استغاشہ، ایک فریاد، نظم کی ہے۔ جناب خُر جب فون یونیس سے نکل کر امام عالی مقام کے خیمے کی طرف بڑھتے ہیں تو امام علیہ السلام سے فریاد کرتے ہیں۔ معافی کے طلب گار ہوتے ہیں۔ قدموں میں گرجاتے ہیں۔ جانے کیوں میرا دل چاہ رہا ہے کہ میں میر انہیں کے اس لازوال مرثیے سے چند بند آپ کو بھی سناؤں۔

استغاشہ جو کیا خُرنے یہ بادیدہ نم  
جو ش میں آگیا اللہ کا دریائے کرم  
خود بڑھے ہاتھوں کو پھیلائے شہنشاہِ اُمّ  
خُر کو یہ ہاتھِ نبی نے صدا دی اُس دم

شکر کر سیط رسول اُنقلین آتے ہیں  
لے بہادر ترے لینے کو حسین آتے ہیں

خُنے دیکھا کہ چلے آتے ہیں پیدل شیر  
دوڑ کر چوم لیے پائے سر عرش تری  
شہۂ نے چھاتی سے لگا کر کہا، اے با تو قیر  
میں نے بخشی، میرے اللہ نے بخشی تھیں

میں رضامند ہوں کس واسطے مفطر ہے تو  
مجھ کو عباسِ دلاور کے برابر ہے تو

کس کے کیوں باندھا ہے ہاتھوں کو میں ہوتا ہوں خجل  
سلیں کر دیں اسے، گر اور کوئی ہو مشکل  
بھائی..... آ مجھ سے بغل گیر تو ہو کھوں کے دل  
غافر و راجح و تواب ہے رپٰ عادلی

جرم سبِ حمو کیے حق نے ترے دفتر سے  
آج پیدا ہوا گویا شکم مادر سے  
جنابِ حرامِ عالی مقام کی عنایات کا شکریہ ادا کرتے ہیں تو امام علیہ السلام فرماتے ہیں۔

شہۂ نے فرمایا کہ خالق کی عنایت ہے یہ سب  
دے کسی شخص کو بندے میں یہ مقدور ہے کب  
اُس مسیب کی عنایت کے یہ سارے ہیں سب  
وہی منعم، وہی محسن، وہی رازق، وہی رب

اپنے کیسے سے نہ دام اور درہم دیتے ہیں  
جب وہ خالق ہمیں دیتا ہے تو ہم دیتے ہیں

لاکھ ہاتھ اس کے ہیں دینے کے، وہ ایسا ہے بُواد  
ہم اسے بھولیں تو بھولیں، وہ ہمیں رکھتا ہے بُواد  
رزق وہ حوصلہ حرص سے دیتا ہے زیاد  
شکر کرتے نہیں معبود کا اس پر بھی عباد

وہ غنی ہے کہ ہے محتاج زمانہ اس کا  
کبھی خالی نہیں ہوتا ہے خزانہ اس کا  
میں جب یہ سطریں لکھ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت آپ کی بات سننے کو تیار رہتا ہے، موجود رہتا ہے تو  
اس وقت مجھے میرا نیس کے اس مر ہیے کا درج ذیل یہ بن دیا آیا تھا۔  
جس قدر اس سے طلب کیجیے خوشنود ہے وہ  
صاحب بُود ہے، دنیاب ہے، محمود ہے وہ  
ہاتھ پھیلائیں جو سوبار تو موجود ہے وہ  
بنش دیتا ہے کہ ہم عبد ہیں، معبود ہے وہ

پروش جرم پر بھی صح و مسا ہوتی ہے  
یاں سے ہوتی ہے خطاء، وال سے عطا ہوتی ہے  
میرے ایک دوست جناب گڑ کے اس استغاثے کو اکثر نماز فجر یا عشاء کے بعد پڑھتے  
ہیں۔ گڑ کی جگہ خود کو تصور کرتے ہیں اور میرا نیس کے لفظوں میں امام حسین علیہ السلام سے استغاثہ  
کرتے ہیں۔

جناب گڑ کا مکمل استغاثہ ہم نے بہت خواہش کے باوجود جگد کی کمی کے سبب نقل نہیں کیا



باب: ۲۳

## ہم اللہ سے کیا چاہتے ہیں؟

### اور اس کے بندوں کے ساتھ ہم کیا کرتے ہیں!

اب ذرا بات کریں کہ ہم اللہ تعالیٰ سے، اپنے مہربانِ مالک سے کیا طلب کرتے ہیں اور اگر وہی چیزِ اللہ کا کوئی بندہ ہم سے طلب کرے تو اس وقت، اس بندے کے ساتھ ہمارا رؤیہ کیا ہوتا ہے؟

مثلاً: ہم ربِ کریم سے خواہش کرتے ہیں، دعاء مانگتے ہیں، اس سے درخواست کرتے ہیں کہ "استغفِر اللہ ربِی وَ آتُوبُ إلیه" اے میرے ربِ! میرے گناہوں کو چھپا لے، میں تجھ سے توبہ کرتا ہوں۔"

یہ وہ گناہ ہوتے ہیں جنہیں میں ہی جانتا ہوں کہ اگر ان میں سے کوئی ایک گناہ بھی کسی شخص کو بھی معلوم ہو جائیں تو جلد ہی طشتِ ازبام ہو جائے گا۔ لوگ مجھ سے نفرت کرنے لگیں گے۔ مجھے ہر جگہ سے دھنکار دیا جائے گا۔ آخرت میں جوانجام ہو گا وہ تو اللہ ہی جانتا ہے۔ اسی لیے میں اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتا ہوں کہ میرے گناہوں کو چھپا لے، معاف کر دے، میں توبہ کرتا ہوں۔

رب العالمین، اللہ جلن شانہ کیا کرتا ہے ہمارے ساتھ؟ اگر آپ نے توجہ کے ساتھ معانی چاہی تو مالک اس گناہ کو اسی وقت معاف کر دیتا ہے۔

ایک حدیث مبارکہ ہے کہ اگر کوئی شخص نماز فخر سے پہلے تین مرتبہ یہ کلمات اپنے دل و زبان سے جاری کرے تو اس کے گناہ خواہ سمندروں کے جھاگ کے برابر ہوں یکسر مٹا دیے جاتے ہیں۔ استغفِر اللہ ربِی وَ آتُوبُ إلیه.

## اگر اللہ کا بندہ ہم سے معافی طلب کرے:

ہمارے پاس اگر اللہ کا کوئی بندہ آئے۔ ہمارا ملازم، دوست، رشتہ دار، پڑوی، کوئی دفتر کا ساتھی اگر ہم سے اپنی غلطی کی معافی طلب کرے تو ہمارا روئے کیا ہوتا ہے؟ ہم شاید کبھی بھی اسے معاف نہیں کرتے۔ زبانی معاف بھی کر دیا تو بھی اس کی غلطی کو ہمیشہ یاد رکھتے ہیں۔

یہی نہیں..... ہمیں کسی کے گناہ کے بارے میں معلوم ہو جائے تو یہ خبر ہمیں اس وقت تک بے چین رکھتی ہے جب تک ہم اسے کسی دوسرے شخص سے میان نہ کر لیں۔ اس طرح ہم اپنے اعمال میں غیبت جیسے عظیم گناہ کو شامل کر لیتے ہیں۔ ”ارے یا رب کیا بتاؤں۔ نام نہیں لینا چاہتا، غیبت ہو جائے گی۔۔۔۔۔ قم اسے جانتے ہو، ہاں..... بس اپنے تک رکھنا..... تمہیں پتا چلا.....“

آپ نے سب کچھ کہا بھی دیا اور اپنی دانست میں کچھ بھی نہیں کہا۔ پھر جس شخص سے آپ نے اپنادل ”ہلکا“ کیا، وہ ”بیچارہ“ بھی تو کہیں اپنادل ہلکا کرے گا۔ گویا ہم کسی کا گناہ چھپانے کو تیار نہیں ہوتے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے استغفار کی لمبی لمبی تسبیحیں پڑھتے رہتے ہیں۔ تو جناب اگر ہم معافی چاہتے ہیں تو معاف کرنا یکسیصیں۔ ورنہ ہماری معافی کی طلب بے معنی ہوگی۔

**کوئی شخص اپنی مشکل میں ہمارے پاس آئے:**

ہم مشکل اور تنگ دتی میں بدلنا ہوتے ہیں تو چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ غیب کے خزانوں سے ہماری مدد کرے لیکن اللہ کا بندہ ایسی ہی مشکل میں ہمارے پاس آتا ہے کہ ہم اس کی مشکل دیکھ کر ہی ساری بات تکھجاتے ہیں اور وسائل ہونے کے باوجود مہنگائی بلوں اور اپنے خرچوں کا روتا شروع کر دیتے ہیں تاکہ آنے والا اپنا مسئلہ بیان کرنے کی ہمت ہی نہ کرے۔ بہت سے دوستوں اور رشتہ داروں کو تو ہم نے اپنے روئے سے اس قابل ہی نہیں چھوڑا کر دے کبھی ہم سے اپنی مشکل، اپنامسئلہ بیان کر سکیں۔

**فقیروں اور گداگروں کا معاملہ:**

یہ تو دوستوں اور رشتہ داروں کی بات ہوئی۔ راستے میں کوئی فقیر، سکنل پر کوئی عورت یا بچہ

ہمارے آگے ہاتھ پھیلائے تو اکثر لوگ ان مانگنے والوں کو حقارت سے ڈانتے ہیں۔ میں نے اپنے ایک ایسے ہی دوست سے پوچھا کہ بھائی انہیں نہیں دینا چاہتے تو زمی سے انکار کر دیں۔ اس قدر حقارت سے ڈانتے کی کیا ضرورت تھی؟ انہوں نے کہا۔ ”ارے بھائی! یہ سب پروفیشنل ہیں۔ چرس پیتے ہیں، نشہ کرتے ہیں۔ ان کے گروپ بننے ہوئے ہیں۔ یہ جرام پیش لوگ ہیں۔“ میں نے کہا۔ ”ہم بھی تو اپنے مالک سے دن رات جھوٹ بولتے ہیں۔ بھی بھی ہم اتنے مظلوم ہوتے نہیں جتنا کہ اس کے احسانات اور اپنے جرام کو بھول کر اللہ کے سامنے خود کو مظلوم ظاہر کرتے ہیں۔ لیکن اللہ تو بھی ہمیں اس طرح نہیں جھہڑتا۔ وہ ہمارے جھوٹ کو جانے کے باوجود ہماری مدد کر دیتا ہے۔ پھر وہ جو کچھ نہیں دیتا ہے اس سے ہم اکثر وہ کام کرتے ہیں جو اسے بالکل پسند نہیں۔ بالکل اس طرح چیزیں ان مانگنے والوں کا چرس پینا اور نشہ کرنا پسند نہیں و یہی ہی اللہ تعالیٰ کو ہمارے جھوٹ اور جرام پسند نہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نہ کسی سے کچھ کہتا ہے، نہ ہمیں ڈانت ڈپٹ کرتا ہے، نہ لیل کر کے دیتا ہے۔“

یہ واقعہ بیان کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ آپ غیر مستحق لوگوں میں دولت بائیں لگیں۔ بل گزارش یہ ہے کہ دوسروں کو حقارت کی نظر سے نہ بکھیں۔ مانگنے والے کے ہاتھ پر ممکن ہے تو کچھ نہ کچھ رکھیں۔ امیر المؤمنین علیہ السلام کا قول ہے: ”تمہارے دروازے پر سائل، اللہ کی جانب سے ایک تھنہ ہے۔“

آپ ذاک خرچ (یعنی صدقہ) نہیں لیکن سائل کے ساتھ زمی سے بات کر کے تھنہ توصول کر لیں۔

ایک اور مقام پر آپ نے فرمایا: ”سائل کے ہاتھ پر کچھ نہ کچھ رکھو۔ خواہ وہ جلا ہوا گھر ہی کیوں نہ ہو۔“  
(حوالہ: نبی البلاغ)

بات ذرا لمبی ہو گئی۔ ہم مقابل کر رہے تھے کہ ہم اللہ سے کیا چاہتے ہیں اور اللہ کے بندوں کے ساتھ ہم کیا کرتے ہیں۔

ہم جب کسی سخت مشکل میں ہوں تو چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری فوری مدد فرمائے، کسی طرح

ہمیں اس مشکل سے نکالے۔ لیکن ہم روزانہ اپنے ہی جیسے دوسرے ہزاروں افراد کو سخت مصیبتوں میں بٹلا و دیکھتے ہیں لیکن ان کی مصیبت کو محسوس ہی نہیں کرتے۔ کچھ اور نہیں تو دل سے ان کے لیے دعا تو ہم کرہی سکتے ہیں۔

غیریب رشته دار غریب دوست اور پڑوی مشکل میں ہوتے ہیں مگر ہم ان کی مذکرنے کی پوزیشن میں بھی ہوتے ہوئے بھی ”آنکھ او جھل پہاڑ او جھل“ کے مصدق انہیں بھول جاتے ہیں۔ آپ مالی مدد نہیں کر سکتے تو کم از کم ان کی مزان پُرسی اور خوش دلی کے ساتھ ان سے ملاقات اور اپنی باتوں سے ان کے دل کا بوجھ تو ہلا کر سکتے ہیں۔ ان کے پاس جا کر ان کی تہائی تو دور کر سکتے ہیں۔ چند قدم چل کر کسی سے ان کی سفارش تو کر سکتے ہیں۔

ایک شخص امام حسین علیہ السلام کے پاس آیا اور کہا کہ میرا ایک کام فلاں شخص کے پاس پھنسا ہوا ہے اگر آپ چل کر میری سفارش کر دیں تو مسئلہ حل ہو جائے گا۔ امام حسین علیہ السلام سارے کام چھوڑ کر اس کے ساتھ چل دیے۔

راستے میں اس سے پوچھا: ”تمہارے راستے میں پہلے میرے بھائی حسن کا گھر پڑتا ہے، تم ان کے پاس کیوں نہیں گئے؟“ اس شخص نے کہا۔ ”میں پہلے ویس گیا تھا لیکن وہاں کسی نے مجھے بتایا کہ امام حسن اعکاف میں ہیں۔“

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ ”تم ان تک اپنا پیغام بھجوادیتے۔ اگر انہیں معلوم ہو جاتا تو وہ اعکاف چھوڑ کر تمہارے ساتھ جاتے کیوں کہ کسی بندہ مومن کے کام کے لیے چند قدم چلنے کا ثواب بہت سے اعکافوں سے بڑھ کر ہے۔“

ہمارے ایک مہربان دوست داشدا حسن صاحب نے یہ واقعہ پڑھ کر فی البدیہ ایک شعر کہا۔ آپ بھی شیئے۔

یقین کتنا حسن پر، میرے حسین کو تھا  
یہ بندگی کا ہنر بندہ پوری سے کھلا



باب: ۲۵

## ہماری بعض دعائیں اس طرح کی ہوتی ہیں۔

بعض اوقات ہم اللہ تعالیٰ سے ایسی چیز طلب کرتے ہیں جو نہیں ملتی اس لیے کہ بت کریم ہمارے ہاضی، حال اور مستقبل پر یکساں نظر رکھتا ہے، وہ ہماری انگی ہوئی چیز، خواہش یا صلاحیت کو ہمارے لیے مناسب نہیں سمجھتا۔ اسے علم ہوتا ہے کہ اگر اس وقت یہ چیز اس بندے کو دے دی گئی تو یہ اسے کس طرح، کس وقت اور کس قدر نقصان پہنچائے گی۔ وہ نہیں اس نقصان سے بچانے کے لیے ہماری خواہش کو اتوامیں ڈال دیتا ہے لیکن اس کے بد لے میں ہمارے مستقبل میں ہمارے لیے ایک ایسا انمول اور نایاب دنادر تجذبہ مخصوص کر دیتا ہے جس کی اہمیت و فادیت کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔

مثلاً کیا ماں کے پیٹ میں موجود بچہ آنکھ جیسی نعمت کا تصور کر سکتا ہے کہ بانی کے بلبلے جیسا یہ عضود نیا میں اس کے کس کام آئے گا! یہ تو اسے پیدا ہونے کے بعد معلوم ہوا کہ آنکھ نہ ہوتی تو یہ دنیا اس کے لیے تاریک سرگنگ کی طرح تھی!

ہم سب انسان کسی اور دنیا سے اس دنیا میں پیدا ہوئے اور کچھ عرصے بعد نہیں کسی اور دنیا میں ”پیدا“ ہونا ہے۔ حضرت علی ابی طالبؑ کا ارشاد ہے۔ ”انسان یہاں آزمائے جارہے ہیں۔ یہ دنیا کسی اور دنیا کے لیے پیدا کی گئی ہے۔“

### آخرت میں ہماری ضروریات:

اب وہاں ہماری ضروریات، احتیاجات کیا ہوں گی؟ نہیں معلوم۔ ہماری بظاہر نہ پوری ہونے والی دعاؤں کے بدے میں اللہ تعالیٰ اس وقت کے لیے، بہت نعمتیں ہیں، یہ لیے مخصوص کر دیتا ہے لیکن انسان اس سالہ بچے کی طرح ہے جو اسکوڑھی کے لیے روتا رہتا ہے۔

مولائے کائنات امیر المؤمنین حضرت علیہ اب طالب علیہ السلام کے ایک ارشاد کا مفہوم ہے کہ دنیا میں بندوں کی جو دعائیں پوری نہیں ہوتیں ان کے بدالے میں اللہ آخشد میں انہیں ایسی اشیاء مرحمت فرمائے گا کہ اس وقت انسان خواہش کرے گا کہ کاش دنیا میں اس کی کوئی دعا پوری نہ ہوئی ہوتی۔ (حوالہ: کلماتِ حکمت)

تو جناب ادعا قبول ہونے میں درینہیں ہوتی۔ بس اکثر اوقات ہمیں معلوم نہیں ہوتا کہ ہماری دعا قبول ہوئی ہے۔

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ہم بڑے ذوق شوں اور یقین کے ساتھ کوئی خاص نماز حاجت پڑھتے ہیں، کوئی خاص ذرائع میں سرتے ہیں۔ چہاروہ مخصوصیت سے تو سل کرتے ہیں لیکن مسئلہ فوری طور پر حل نہیں ہوتا۔ ایسے میں کئی لوگ ماہیں ہو کر روحانی طور مزید پستی کی حالت میں چلے جاتے ہیں۔ ”ارے صاحب! کچھ نہیں رکھا ان دعاؤں میں۔ یہ سب قسم کے چکر ہیں.....“ اس طرح وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر ٹوٹی ہوئی کشتی کی طرح حالات کے سندھر میں پھکو۔ لے کھانے لگتے ہیں۔ یہ حالت غیر مستقل مزاجی سے پیدا ہوتی ہے۔ انہیں معلوم ہی نہیں ہوتا کہ اگر وہ اسی توسل، نماز یاد عا کو ایک دن یا چند روز اور جاری رکھتے تو دعا کے اثرات بھی ظاہر ہو جاتے۔

### سونے کی کان:

جنوبی افریقہ میں جیا لو جیکل سروے والوں نے اندازہ لگایا کہ فلاں پہاڑ کے اندر بڑی مقدار میں سونا ہو سکتا ہے۔ یک شخص نے حکومت سے وہاں کی کھدائی کرنے کا معاملہ کر لیا۔ مشینیں آگئیں، کھدائی ہوتی رہی لیکن دو ماہ تک کھدائی کے باوجود سونا نظر نہیں آیا۔ اس شخص نے ماہیں ہو کر کام بند کر دیا۔ کچھ عرصے بعد ایک اور شخص نے اسی جگہ کھدائی شروع کی۔ ابھی پنڈٹ تک ہی کھدائی ہوتی تھی کہ سونہ نظر آ گیا۔ اب آپ سوچیں! اگر پہلے والا شخص ذریعہ اور انتظار کرتا تو کمی نہ سونے کا مالک بن سکتا تھا لیکن اس کی غیر مستقل مزاجی نے اسے اس دولت سے محروم کر دیا۔ دوسرے شخص نے یقین اور مستقل مزاجی کو اپنایا اور سونے کا مالک بن گیا۔

## دعا قبوں ہونے پر ہم اللہ کا شکرا دا کرتے ہیں!

اگر ہم اپنی مانگی ہوئی دعاؤں پر غور کریں تو ہم پر یہ حیران کن انکشاف ہو گا کہ ہماری بے شمار دعائیں اس دنیا میں پوری ہو چکی ہیں لیکن ہمیں اس خوش کن حقیقت کا احساس ہی نہیں ہوا۔ ہماری دعائیں تو پوری ہو گئیں لیکن شیطان نے ہمیں کہیں اور الجھائے رکھتا کہ ہم شکر نے سے غافل رہیں۔ ظاہر یہ بات ناممکن علوم ہے۔ تھی ہے کہ ہماری دعا قبول ہو گئی ہو اور ہمیں خود ہی اس کا احساس نہ ہوا ہو لیکن چھوٹی سی مثال سے اس بات کو سمجھا جاسکتا ہے۔

مثلاً ایک بچہ بیمار ہوتا ہے۔ ماں بارپ اسے محلے کے ڈاکٹر کے پاس لے جاتے ہیں، اس ڈاکٹر کی دوسرے فائدہ نہیں ہوتا۔ آخر وہ ڈاکٹری خطرناک بیماری کا خدشہ ظاہر کرتا ہے اور مریض کو شہر کے مشہور اسپیشلٹ کے پاس لے جانے کا مشورہ دیتا ہے۔ ماں باب یہ کرنا کرڑ پ جاتے ہیں اور دوں کی گھر یوں سے گڑا کر بچے کی صحت لیے دعا کرتے ہیں۔ اسی دوران میں وہ اس چالکڈا اسپیشلٹ سے رابطہ کرتے ہیں جس کی کمی لوگوں نے تعریف کی، تھی ہے کہ وہ ڈاکٹر فیں تو زیادہ لیتا ہے لیکن اس کے ہاتھ میں بہت شفا ہے۔

### مشہور اسپتال اور مہنگی فیں:

بچے کے والدین اس اسپیشلٹ کی شہرت سے متاثر ہوتے ہیں اور اس کی مہنگی فیں، یہ وہ ملک کی ڈگریوں اور ایک بڑے اسپتال سے اس کے قتل کی بنیاد پر اس سے بہت سی امیدیں دا بستہ کر لیتے ہیں کہ اگر اس ڈاکٹر نے بچے کو دیکھ لیا تو بچے کو یقیناً شفا ہو جائے گی۔

زبانی باتوں سے قطع نظر عام طور پر جو ایتھیں چالکڈا اسپیشلٹ سے دا بستہ ہوتا ہے، وہ یقین انکش اوقات اللہ کی ذات پر نہیں ہوتا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ایسے موقعوں پر اللہ نے دعا ضرور کی جانی ہے تاکہ بچے کی صحت کے لیے ادھر سے بھی "سپورٹ" مل جائے لیکن زیادہ امیدیں دنیاوی وسائل سے ہی دا بستہ ہوتی ہیں۔

بہر حال ماں باب مہنگی فیں، قیمتی دواں اور مہنگے نیشوں کے پیے ادا کر کے صحت یابی کے لیے

اپنے یقین میں اضافہ کرتے ہیں۔ اس دوران بچے کی بیماری کی شدت کم ہونے لگتی ہے اور ماں باپ کی توجہ بذریعہ دعا سے ہٹ کر آہستہ آہستہ دوا کی اثر انگیزی کی طرف میذول ہوتی جاتی ہے۔ اب انہیں کیا معلوم کہ ایک رات بچے کی طبیعت جب زیادہ میڈیکنی تھی تو ماں نے ترب کر بی بی فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا سے رجوع کیا تھا اور انہیں وسیلہ بناتے ہوئے اللہ کی بارگاہ میں دعا کی تھی کہ اے اللہ! تیرے پیارے بندے اور تیرے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اہل بیت نے ہمیں تیرا پتا بتایا ہے کہ: ہر شے پر قادر ہے تو ہی ہمارا قام کر سکتا ہے تو بس اب ان پر ڈرود وسلام اور برکتیں نازل فرمائو ان کے صدقے میں میرے بچے کو شفائے کاملہ عطا فرمادے۔

### شیطان نے دعا کو محو کر دیا:

ماں کی دعا اولاد کے حق میں کبھی رد نہیں ہوئی۔ لیکن جب بچے کی صحت بہتر ہونے لگی تو شیطان نے ماں کے ذہن سے اس دعا کو محو کر دیا جا لیکن جس وقت اس نے اللہ سے دعا کی تھی تو اسی وقت بارگاہ احادیث سے اس بچے کی صحت کا نہ کوئی طویل زندگی کا فرمان جاری ہو چکا تھا۔ کارکناں اپنی قضا و قدر نے اسی وقت بچے کے جسم میں موجود مافتنی نظام کو تحرک کر دیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی خون کے خلیوں کو تباہ کرنے والے مہملک دائرہ کی قوت ٹوٹنے لگی تھی۔ اس کے خون میں سرخ اور سفید خلیوں کا کاؤنٹ (Count) ناریل ہونے لگا تھا۔ بچہ تیری سے خفایا بی کی طرف بڑھنے لگا تھا۔

### علاج کی اہمیت اپنی جگہ.....

میں ڈاکٹروں کی اہمیت اور دواؤں کی افادیت کا منکر نہیں ہوں۔ میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ ڈاکٹر کی دستیابی، بیماری کی تشخیص، دواؤں کے انتخاب اور مریض کے جسم میں ان کی قبولیت اور ثابت اثرات، ان سب کے پیچھے دراصل ماں کی دعا اور ماں کی حقیقی کا فرمان قبولیت کام کر رہا تھا۔

لیکن مریض یا اس کے گھر والے اللہ رب العالمین کے اس فرمان قبولیت کا شکر زیادہ سے

زیادہ رسماہی ادا کرتے ہیں، ان کی توجہات اس چال ملڈ اپیشلست کی جانب مبذواں ہو جاتی ہیں جس کے "ہاتھ میں بڑی شفا ہے۔" وہ دوسروں سے اس ذاکر کی تعریف کرتے کرتے نہیں تھکتے لیکن اللہ تعالیٰ کاشکرا ادا کرنا بھول جاتے ہیں۔ یا اکثر یہ بات ان کے ذہن سے نکل جاتی ہے کہ اس پنج کی محنت کے لیے بھی انہوں نے اللہ سے دعا بھی کی تھی۔

"اور آدمی کی (کی) حالت تو یہ ہے جب اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اسی کی طرف رجوع کر کے اپنے پروردگار سے دعا رتا ہے (مگر) پھر خدا ابی طرف سے اسے نعمت عطا فرمادیتا ہے تو جس کام کے لیے پہلے سے اس سے دعا کیا کرتا تھا، اسے حملہ دیتا ہے۔ بلکہ اللہ کا شریک بنانے لگتا ہے تاکہ (اس ذریعے سے اور لوگوں کو مجھی) مگر اہ کر دے۔" (الزمر: آیت ۸)

### اس مثال کو سامنے رکھیں:

اس ایک مثال کو سامنے رکھتے ہوئے اگر ہم اپنی زندگی میں حاصل ہونے والی بیشتر خواہشات کو دیکھیں تو اندازہ ہو گا کہ کبھی "ان خواہشات کا حصول" ہمارے لیے ناممکن تھا اور اس وقت ہم نے ان کے حصول کے لیے اللہ رب العالمین سے بہت خصوصی و خوشی سے دعا کیں تھیں لیکن جب دعا کے اثرات سے دنیا، ای ذرائع متحرک ہوئے اور دھیرے دھیرے، یعنی بعد مگرے یہ خواہشات پوری ہوتی گئیں تو ہم نے اس کامیابی کا سارا کریڈٹ دنیاوی ذرائع اور اپنی یا اپنے جیسے انسانوں کی صلاحیتوں کو دے دیا۔

"وارسان کو جب کوئی نقضان (تکلیف یا مرض) چھو بھی گیا تو اپنے پہلو پر (لینا ہو) یا بخدا ہو یا کھڑا ہو (غرض ہر حالت میں) ہمیں پکارتا ہے پھر جب ہم اس سے ایسی تکلیف کو دور کر دیتے ہیں تو (آہستہ سے) کھک جاتا ہے کہ گوباء اس نے تکلیف کے (دورانے کے) لیے جو اسے پہنچی تھی ہمیں پکارا ہی نہ تھا۔"

## جول جاتا ہے، بے قیمت ہو جاتا ہے:

یوں بھی جو چیز ہمیں حاصل «جاتی ہے اس کی قدر و قیمت کم ہو جاتی ہے۔ ایک خواہش پوری ہوتی ہے تو شی ماں ہمیں دنیا کی دوسری پر کشش چیزوں کی طرف راغب کر دیتا ہے۔ ہم ایک موبائل فون خریدتے ہیں تو چند ماہ بعد ہم اس کی خامیاں ڈھونڈ لیتے ہیں اس عرصے میں دوسری یا تیسری کمپنی نیا پر کشش ماؤں بازار میں لے آتی ہے تو ہمیں اپنا موبائل فون نہ رکنگلاتا ہے۔ یہی حال دوسری خواہشات کا ہے۔ اسی لیے تو حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ ”جسے تمہاری جان بے دو با توں کا خطروہ ہے۔ ایک تمہاری خواہشات کی کثرت، دوسرے تمہاری امیدوں کا پھیلاو۔“ خواہشات کی کثرت ہمیں حاصل ہو جانے والی نعمت کا شکر ادا نہیں کرنے دیتی اور امیدوں کا پھیلاو ہم سے ہماری زندگی کا سکون چین یلتا ہے۔

آج انسانی معاشروں کے بیشتر، ہماری، معافانی، نفیاتی مسائل، پیاریاں اور جرام سب انہی سبے جانو اخوات اور بے پناہ امیدوں کی وکھ سے جنم لیتے ہیں اور اس کام کے لیے شیطان کے پاس مالا اور پر کشش اشتہارات جیسے ہتھیار موجود ہیں جن کے ذریعے اس نے ساری دنیا کے انسانوں کو اپنا غلام بنا رکھا ہے۔

## دعا میں اس طرح کیوں پوری ہوتی ہیں اور ہمیں احساس ہی نہیں ہوتا!

گزشتہ صفحات میں ہم نے عرض کیا تھا کہ ہماری اکثر دعا میں اس طرح یوری ہوتی ہیں کہ ہمیں اس حقیقت کا احساس ہی نہیں ہوتا۔ آپ کے ذہن میں خیال آ سکتا ہے کہ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ دراصل اس میں اللہ کی بہت سی مصلحتیں چھپی ہوئی ہیں۔ آ۔ ہماری دعا میں مجرموں اندماز سے آنفانا پری ہو بایا کرتیں تو کون بد نصیب ہے جو ووقت جائے نماز پر بیٹھ کر دعا میں؛ کرتا رہتا، لوگ مسجدوں ہی تین بیٹھے رہتے۔ شاید کم لوگ ہوتے جو ان محضوں کے باوجود اللہ کو نہ مانتے

لیکن اللہ کا طریقہ کار ایسا نہیں ہے۔ اگر اسے ایسا ہی کرنا ہوتا تو اسے اھمیٰ و ملینیٰ کو بھیجنے اور دنیاوی اسباب پیدا نہیں کیا ضرورت تھی!

اللہ تعالیٰ نے اس عالم اسباب میں ایسا ستم رکھا ہے کہ اس کے بعد نہیں اسے جیران کن مجرموں ہی کے ذریعے نہ مانیں بلکہ اسے بغیر مجرزے کے، اپنے ایمان کی خیال پر بھی مانیں۔ زندگی کی ہر مشکل، ہر پریشانی کو اسی پر بھروسہ کرتے ہوئے برداشت کریں اور اپنے تمام معاملات میں اسی کو اپنا حقیقی کار ساز بھیجیں۔

بندوں کے ثواب میں اضافے کی خاطر بھی وہ دعاوں کے اثرات ظاہر کرنے میں تا خیر کر کے بندے وہی محبت کے اظہار کا موقع عطا کرتا ہے ارکبھی اس کی مطلوبہ شیخ (فویاظور پر) نہ دے کر اسے اللہ پر ایمان ہونے یا نہ ہونے کا ثبوت فراہم کرنے کا موقع فراہم کرتا ہے اور ساتھ ہی اسے کسی بڑے نقسان سے بھی بچالیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا اپنا ایک نظام حکومت ہے اور اس میں کسی تبدیلی نہیں آتی۔ ایسا نہیں کہ ہم میں سے ہر آدمی کے لیے اللہ اپنا ستم بدلتا رہے۔ ہمیں اس کے ستم سے ہم آنکھ ہونے کے لیے خود کو بدلا ہو گا۔ خود کو اس کا عادی کرنا ہو گا۔

### کیا مل گیا؟ کیا نہیں ملا؟

آئیے آج ہم اپنے اردو موجو دن نعمتوں کا جائزہ لیں جن کا حصول بھی ہمارے لیے ناممکن تھا اور آنے اللہ کے فضل سے ہمارے ماں باپ یا ہماری دعاوں کے طفیل و نعمتیں ہماری ملکیت ہیں یا ہم ان سے کسی نہ کسی طرح فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ (وہ نعمتیں جو ہم سب ہی کو اس عرصے میں مفت دستیاب رہی ہیں، وہ الگ ہیں۔ مثلاً ہوا، روشنی، پانی، غذا اور ان کو حاصل واستعمال کرنے کے ذرائع)۔

اپنی ذاتی نعمتوں کا ادراک کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی رات تھائی میں بیٹھ کر اپنے ماہنی کے دنوں میں لوٹ جائیں۔ کاغذ قلم اپنے ساتھ رہیں اور اپنے حافظے پر زور ڈال کر یہ

یاد کرنے کی کوشش کریں کہ آج سے دل پندرہ سال پہلے آپ اللہ سے کیا دعا میں کیا کرتے تھے۔

### دعاوں کی چیک لسٹ:

ان دنوں میں آپ کی زیادہ تر دعاوں میں کن اشیاء، صلاحیتوں اور وسائل کے حصول کی خواہش ہوا کرتی تھی۔ کن مسائل و مشکلات نے آپ کو ان دنوں پر بیان کر رکھا تھا جن کے دور ہونے کے لیے آپ اپنے مالک سے درخواست کیا کرتے تھے۔ کون ہی سخت مشکل تھی جو آپ کے سامنے کھڑی تھی مگر آپ محظوظ رہے۔ کون سامنے تھا جو پہاڑ کی طرح نظر آتا تھا لیکن پھر پکی سڑک پر ریت کی بلکل ہی چادر کی طرح ہوا میں کہیں تحمل ہو گیا ہے۔

کاغذ اور قلم کے ذریعے آپ ان تمام اشیاء، صلاحیتوں، وسائل، مشکلات اور مسائل کی ایک چیک لسٹ بنالیں اور پھر اپنے آج کے حالات کا اک فہرست سے موازنہ کریں۔ مجھے یقین ہے کہ یہ موازنہ کر کے آپ کی آنکھوں میں آنسو آ جائیں گے اور آپ بے اختیار سجدہ شکر میں گر پڑیں گے۔

اگر اللہ تعالیٰ آپ کو یہ کیفیت عطا کرے تو اس سجدہ شکر میں مالک سے اپنے اروگ و تمام ہی لوگوں کے لیے سفارش کیجھے گا۔ خلقِ خدا ان دنوں سخت مصیبتوں میں گھری ہوئی ہے۔ ہر طرف ظلم اور نافضی کا بازار گرم ہے۔ دنیا کی ساری دولت اور طاقت سست کر شیاطین کے ہاتھ آگئی ہے اور وہ خدا کے بندوں کو اپنے ظلم کی چیزیں میں بس رہے ہیں۔

اس کا لبس اب ایک ہی حل ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ہر نماز کے بعد دعا کریں کہ وہ ہماری غلطیوں، معاف کرے اور اپنی آخری جنت کو اذن نبہور عطا فرمائے تاکہ ظالموں کا انعام ہم اس دنیا کی زندگی میں بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں۔



## اللہ رحمان و رحیم ہے تو بندے مشکلات میں کیوں گرفتار ہیں؟

یہ سوال اکثر لوگ کرتے ہیں کہ صاحب، اللہ رحمان و رحیم ہے تو اس کے بندے مشکلات میں کیوں بیٹھا رہتے ہیں؟

آپ جانتے ہیں کہ اگر ہم دنیا میں کوئی مقام حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں اس کے لیے تربانی دینا پڑتی ہے۔ جتنا بڑا مقصد ہو گا اتنی ہی زیادہ قربانیاں درکار ہوتی ہیں۔ شدید سردیوں کے موسم میں جب مائیں اپنے چھوٹے بچوں کو کچی نیند سے اٹھا کر سختنے پانی سے اس کا باتھ منہ دھلا کر انہیں بسا اوقات زبردستی اس سول بھیتی ہیں تو اس وقت ماوس کے دل پر کیا گزرتی ہے کیا آپ کو اس کا اندازہ ہے؟ ایسا کا اندازہ صرف ماں میں ہی کرسکتی ہیں۔

ISSB کے کورس میں داخلہ لے کر فوجی ٹریننگ حاصل کرنے والے بچوں کے ماں باب اپنے بلوں کو مٹھی میں بھینچ کر اپنے بچوں کو سخت ترین مشکلات سے گزرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ فوجی ٹریننگ کے دوران ایسے بچوں کو اپنی جاہ خطرات میں ڈالنا پڑتی ہے۔

صحیح سوریرے اندر ہرے میں اٹھنا، بے حد وزنی فوجی ساز و سامان کے ساتھ میلوں پیدل چلانا، بھوک و پیاس کو آفری درجے تک برداشت کرنا، بیکڑوں فٹ اوچنچ پہاڑوں کے درمیان بندھے ہوئے رسول کی مدد سے کھائیوں کو عبور کرنا۔ سخت ترین ڈپلن کے مطابق شب و روز بزر کرنا اور ڈپلن کی ذرا سی خلاف ورزی کرنے پر سخت سزا میں برداشت کرنا، ان بچوں کے روزمرہ میں شامل ہوتا ہے۔

## پھولوں کے نجع:

اپنے بچوں کو ان "مشکلات" میں گھر ادکیہ کرنے بچوں کی ماڈل کے دلوں پر کیا گزرتی ہو گی؟ کیا آپ اس کا اندازہ لگاسکتے ہیں۔ لیکن سمجھدار ماں میں اپنے بچوں کو اپنے آنسوؤں تک سے واقف نہیں ہونے دیتیں کہ اس طرح بچوں کے ارادے کمزور ہو جاتے ہیں۔

سمجھدار ماں میں جانی ہیں کہ بھی کی شدید آگ کو برداشت کرنے والا سونا ہی کندن بتا ہے۔ ان مشکلات سے گزر کر دنیا میں اعلیٰ مقام حاصل کیا جاسکتا ہے۔ پھولوں کے بیجوں کو آپ ایک کنٹرینڈ کرے میں سونے کی پلیٹ میں رکھے رہیں تو ان میں زندگی کے امکانات پیدا نہیں ہوں گے۔ نجع جب منی میں ڈالے جائیں گے، موسموں کی سختیاں برداشت کریں گے تو پھولوں، بچلوں اور بیجوں کے انبار میں تبدیل ہو جائیں گے۔

"نشان حیدر" کا تغذہ سردیوں کی صبح میں نیند کے سرو اور لحاف کی گرمی سے لطف اندوڑ ہونے والوں کو نہیں ملا کرتا۔ اس اعزاز کو حاصل کرنے کی سب سے پہلی اور کم از کم شرط صحیح نادب کے وقت سے اپنے دن کا آغاز کرتا ہے۔

## اللہ تعالیٰ زندگی کا ہنسر سکھاتا ہے:

اللہ رب العالمین اپنے بندوں کے لیے ایک ماں سے ستر گناہ یادہ مہربان او محبت کرنے والا ہے۔ وہ اپنے بندوں کو ان دنیاوی مشکلات میں گھر ادکیہ کر خوش نہیں ہوتا۔ وہ ان مشکلات کے ذریعے دراصل اپنے بندوں کا امتحان لیتا ہے اور انہیں زندگی گزارنے کا ہنسر سکھاتا ہے۔

"اور ہم تمہیں مصیبت اور راحت میں امتحان کی غرض سے آزماتے ہیں اور

آخر میں ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے۔" (سورہ الابیاء: آیت ۳۵)

زندگی گزارنے کا یہ ہمدردیا میں نہ صرف زیر آزمائش بندے بلکہ دوسروں کے بھی کام آتا ہے۔ ابلا و آزمائش کی سختیاں، اللہ کی مرضی پر راضی رہتے ہوئے برداشت کرنے، اے ہی اللہ کی بارگاہ سے عظیم اعزازات، انعامات اور تمغوں کے سحق قرار پاتے ہیں۔

## آخرت کا نشان حیدرؒ :

اس بات کو اس طرح سمجھئے، حکومت جب کسی عظیم کا نامے پر کسی فوجی کو نشان بہڑ کا اعزاز عطا کرتی ہے تو وہ عام سافوجی پوری ترمکا ہیر و بن جاتا ہے۔ نشان حیدرؒ کے ساتھ ساتھ اس کے گھر والوں کو بہت سی زمین اور دیگر مراعات بھی حاصل ہو جاتی ہیں اور رہنی دنیا تک اس کا تذکرہ باقی رہتا ہے۔ اللہ رب العالمین بھی ہمیں سخت ترینگ سے گزارہ دنبا میں شیطان کے لشکر کے مقابل صرف بستہ دیکھنا چاہتا ہے۔ جو لوگ اس میدان جنگ کی اذتوں کو برداشت کر کے شیطان کے لشکر سے نبرد آزم رہتے ہیں، انہیں رب کائنات، بادشاہوں کا بادشاہ ذاتی طور پر ”نشان حیدرؒ“ عطا کرتا ہے اور یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ اللہ کے عطا کردہ نشان حیدرؒ کے آگے دنیا کے سارے خزانے، تمام اعزازات، سارے مرتبے اور تمام تمنے را کھا ڈھیر ہیں۔

### یہ نشان حیدرؒ کیا ہے؟

یہ نشان حیدرؒ اللہ کی خوشنودی ہے۔ اس کے ساتھ جو دوسرے اعزازات و مراعات حاصل ہوتی ہیں وہ ہیز، محمد و آل محمد کی شفاعت اور جنت کے ہمیشہ ہنئے والے باغات اور محلات۔ ان نشان حیدرؒ حاصل کرنے والوں کا سب سے بڑا اعزاز یہ ہوتا ہے کہ وہ جنت میں ہمیشہ محمد و آل محمد کے قریب رہتے ہیں۔ اللہ کا نشان حیدرؒ حاصل کرنے والا اپنی قوم کا ہیر، بنے یا نہ بنے جنت کے رہنے والوں کا ہیر و ضرور برا جانا ہے۔

”اور (یہ) وہ لوگ ہیں جو اپنے پروردگار کی خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے جو مصیبت آن پڑی اسے جھیل گئے اور پابندی سے نماز ادا کی اور جو کچھ ہم نے انہیں روزی دی تھی اس میں سے چھپا کر اور دکھلا کر خرچ کیا اور یہ لوگ بُرائی کو بھی بھلائی سے دفعہ کرتے ہیں۔

ہمیں لوگ ہیں جن کے لیے آخرت کی خوبی (نعمت) مخصوص ہے (یعنی) ہمیشہ رہنے کے باعث جن میں وہ آپ جائیں گے اور ان کے باپ دادوں

اور ان کی بیویاں اور ان کی اولاد میں سے جو نیکوکار ہیں (وہ سب بھی) اور فرشتے (نہشٹ کے ہر) دو رازے سے ان کے پاس آئیں گے اور السلام علیکم (کے بعد کہیں گے) کہ تم نے (دنیا میں) صبر کیا (یہ اسی کا صلہ ہے۔ دیکھو) تو آخرت کا گھر کیسا اچھا ہے۔“

(سورہ الرعد: آیت ۲۲۶)

یاد رہے کہ شان حیدر کا اعزاز حاصل کرنے کی سب سے پہلی اور کم سے کم شرط رات کے آخری پھر سے اپنے دن کا آغاز رتا ہے۔ یہ تغفہ سر دیوں کی صبح میں نیند کے سر در اور حاف کی گری سے لطف اندوڑ ہونے والوں کو نہیں ملا کرتا۔

ماں محبت کرتی ہے لیکن اس کے بس میں کچھ نہیں:

جس طرح ہر ماں چاہتی ہے کہ اس کا پچ دنیا میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام حاصل کرے، اس سے کہیں زیادہ اللہ رب العالمین چاہتا ہے کہ اس کا ہر بندہ اس کی بارگاہ سے زیادہ سے زیادہ اعزازات حاصل کرے۔ ماں چاہتی ضرور ہے مگر خود نہیں وسے سکتی۔ اللہ رب العالمین چاہتا بھی ہے اور خود ہی عطا کرنے کا سب سے زیادہ اختیار بھی رکھتا ہے۔

دعا اور کوشش کریں کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ ہم سب کو ”شان حیدر“ کے اعزاز سے سرفراز کرے کہ اسی تغفہ کے ذریعے ہم قبامت کی ہونانا کیوں سے پہا۔ اسی گزر سکیں گے۔ اسی تغفہ کی وجہ سے فرشتے ہم پر میریاں ہوں گے، اسی تغفہ کی بنیاد پر جنم کی آگ ہم سے فاصلے پر ہے گی اور یہی تغفہ دیکھ کر فرشتے ہمیں جنت میں خوش آمدیدیں گے۔

”اور انہیں قیامت کا بڑے سے بڑا خوف بھی دہشت میں نہ لائے گا اور فرشتے ان سے (خوشی خوش) ملاقات کریں گے اور (یہ خوش خبری) یہیں گے کہ (یہی وہ تمہارا (خوشی کا) دن ہے جس کا (دنیا میں) تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔“

(سورہ الانبیاء: آیت ۱۰۳)

باب: ۲۷

## اللہ نے ہمیں کن گناہوں کی سزا دی ہے؟

اکثر لوگ جب کسی شخص سے دوچار ہوتے ہیں تو حیرت و افسوس کے ساتھ سوال کرتے ہیں کہ آخوند نے ہمیں کن گناہوں کی سزا دی ہے؟

ایسے لوگوں کو اللہ عطا کرنے والا ہے کہ یہ جملہ بعض دوست انتہائی پریشانی اور کم علمی کی بنا پر کہتے ہیں۔ اگر ہم ”کن گناہوں“ پر غور کریں تو سیکھوں گناہ تھا مارے روزمرہ میں شامیں ہیں لیکن ہم انہیں گناہ ہی نہیں سمجھتے۔ سمجھتے بھی ہیں تو بہ معنوں نوعیت کا۔

”اور کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو (زبان سے تو) اکہد دیتے ہیں کہ تم خدا پر ایمان لائے۔ پھر جب انہیں خدا کے بارے میں (خدا کو ماننے کے حوالے سے) کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ لوگوں کی زیادتی کو عذاب (الہی) کے برابر تھہراتے ہیں۔“ (سورہ عنكبوت: آیت ۱۰)

### سب سے بھاری گناہ:

حضرت امیر المؤمنین کا ارشاد ہے۔ ”سب سے بھاری گناہ وہ ہے جس کا ارتکاب کرنے والا اسے بلکا سمجھے۔“

مثلاً غیبت کرنا، جھوٹ بولنا، رقص و موسيقی سے لطف اندوڑ ہونا (یہ سہولت تواب اننزیٹ، اُنیں جیتلے اور موبائل فونز کے ذریعے ہر گھر اور گھر کے ہر کمرے میں موجود ہے)، دوسروں کی دل آزاری، حق تلفی، غرور تکبر، ماں باپ سے بلند آواز سے بات کرنا، ان کا کہنا نہ مانا، غص اور زکوٰۃ کی چوری، نماز نہ پڑھنا، دھوکا دہی..... کیا یہ سب معنوی گناہ ہیں؟

جتاب ایسا یے گناہ ہیں جن سے پورے معاشرے میں فساد اور بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ ایسے کام جو لاکھوں انسانوں کو نقصان پہنچا میں ان کی سزا آپ کے خیال میں کیا ہونا چاہیے؟ ان کی سزا بے حد نت اور اذیت ناک ہے لیکن اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ کے انتظار میں اس سزا کو ناتھی رہتا ہے کہ اس کا عذاب بہت سخت ہے۔

ہم نے اللہ تعالیٰ کی سزا دیکھی نہیں۔ ہے..... ورنہ ہمیں بھول کر بھی یہ جملہ نہ کہتے کہ اللہ نے ہمیں کن کننا ہوں کی سزادی ہے! کسی دن سوات کے زوالے، سندھ کے سیلاں اور جاپان کے سونامی کی ویڈیو زیاد کیھتے تو آپ کو اندازہ ہو گا ر اللہ کی سزا کیا ہوتی ہے؟

”اور جس طرح لوگ اپنی بھائی کے لیے جلدی کر بیٹھتے ہیں اسی طرح اگر اللہ ان کی برا کی کی سزا میں جلدی کر بیٹھتا تو ان کی موت ان کے پاس کب کی آپکی ہوتی مگر ہم تو ان لوگوں کو جنمیں (مرنے کے بعد) ہماری حضوری کا کھلکھلانہیں، حالاچھوڑ دیتے ہیں کہ وہ اپنی سرکشی میں آپ سرگردان رہیں۔“ (سوہیوں: آیت ۱۱)

دعا کرنے سے کیا فائدہ؟  
قدریہ تکھی ہوئی ہے!

اس کتاب کے پہلے ایڈیشن کے شائع ہونے کے، ایک صاحب نے مجھے خط تحریر کیا۔ انہوں نے لکھا کہ جتاب انسانوں کی قدریہ تو لوح محفوظ میں الہادی گئی ہے۔ اب دعا کرنے سے کیا حاصل۔ ہم لاکھ دعائیں کرتے رہیں قدریہ کا لکھا ہرگز نہیں سُت سکتا۔ ہمیں اسی طرح زندگی گزارنا ہوگی جس طرح قدریہ میں لکھا ہے۔

قدریہ کے متعلق اس طرح کے سوالات و اقليٰ اکثر دوستوں و انجمن اور مایوسی میں بتلا کر دیتے ہیں لیکن اس طرح کے حیالات کا حقیقت حال سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ یہ حیالات ہماری کم علمی اور قرآن کریم سے دوری کے سبب پیدا ہوتے ہیں۔ اگر ہم رب العالمین کی عطا کردہ اس

کتاب کی تلاوت کے ساتھ ساتھ اکثر اس کا "مطالعہ" بھی کریں تو ہمارے ذہن میں پیدا ہونے والے سوالات کے جواب ہمیں قرآن کریم سے بدآسانی مل جاتے ہیں۔ مثلاً:

سورہ الحس کی آیات اسی قسم کے سوالوں کے حواب فراہم کرتی ہیں۔ ان آیات میں رب العالمین نے فرمایا۔

"اوْ نَفْسٌ (انسانی کی قسم) اور (اس ذات کی قسم) جس نے اسے (یعنی نفس انسانی کو) درست کیا۔ پھر (انسان کو) اس (کے نفس میں موجود) بدکاری (شر) اور پرہیزگاری (یعنی خیر کی صلاحیتوں کے بارے میں) شعور عطا کیا۔ (اپنے اندر خیر و شر کی ان صلاحیتوں کو بخھنے کے بعد) جس نے اس نفس کو پاک رکھا (یعنی جس نے اپنے اندر موجود عمل خیر کی صلاحیتوں واجاگر کیا) وہ کامیاب ہوا اور جس نے شر کی راہ اختیار کی اور گناہ (کا راستہ اختیار) کر کے اس (یعنی اپنے نفس) کو بادیا وہ نامرد ہا۔"

ان آیات مبارکہ سے یہ بات واضح ہو گئی کہ اللہ نے انسان کو خیر و شر دونوں کے شعور عطا کیا ہے۔ اس نے انسان کو یہ دونوں راستے و ران کی اچھائیاں برائیاں بتادیں اور عمل کر کے کے لیے اسے آزادی عطا کر دی۔ اب وہ نیکی کی جانب بڑھے یا گناہ کے راستے کو اختیار کرے یہ فیصلہ کرنا انسان کا کام ہے اور یہ اس کا امتحان ہے۔ جس کا رزلت آخرت میں آؤٹ کیا جائے گا۔

ایک راستہ اس کے مالک کا پسندیدہ ہے۔ مالک چاہتا ہے کہ اس کا ہر بندہ اسی صراط مستقیم کو تیار کرے۔ دوسرا راستہ وہ ہے جو مالک کو پسند نہیں۔ مالک چاہتا ہے کہ اس کا کوئی بندہ اس راستے کی طرف جائے کیونکہ یہ راستہ بندے کو براہ راست جہنم کے بدترین عذاب تک پہنچادیتا ہے۔

### دونوں کے راستے کھلے ہیں:

"دین میں کسی طرح (۱) زبردستی نہیں (کیونکہ) ہدایت گمراہی سے (الگ) ظاہر ہو چکی۔ (اب) جس شخص نے جھوٹے خداوں سے انکار کیا

اور اللہ ہی پر ایمان لا یا تو اس نے وہ مضبوط رہی پڑھ لی جو ثبوت ہی نہیں سکتی  
اور اللہ (سب کچھ) جانتا ہے۔

اللہ ان لوگوں کا سرپرست ہے جو ایمان لا پچے ہیں کہ انہیں (گمراہی  
کی) تاریکیوں سے نکال کا (ہدایت کی) روشنی میں لاتا ہے۔

اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ان کے سرپرست شیطان ہیں کہ (وہ  
انہیں (ایمان کی) روشنی سے نکال کر (کفر کی) تاریکیوں میں ڈال دیتے  
ہیں۔ یہی لوگ تو جہنمی ہیں اور یہی اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

(سورہ بقرہ: آیت ۲۵۶ - ۲۵۷)

ان آیات سے بھی یہی نتیجہ اکھتا ہے کہ انسان مجبورِ محض نہیں ہے اور دوسرا طرف یہ بھی حقیقت  
ہے کہ انسان مکمل طور پر خود مختار بھی نہیں ہے۔ عمل کرنے کی بہر حال اسے مکمل آزادی ہے کہ وہ  
اچھا عمل کرے یا نہ۔ مثلاً ایک چھری کسی کے پاس ہو۔ اب اسے یہ آزادی حاصل ہے کہ وہ اس  
سے کسی کمزور کا سرکاٹے یا خربوزہ۔

انسان، انسان ہے، روبوت نہیں:

اس سلسلے میں دوسرا دلیل تو ہے، ہی سادہ ہے وہ یہ کہ اگر انسان تقدیر کے ہاتھوں جبکہ رہوتا تو  
عذاب و ثواب اور جنت و جہنم کے تمام وعدے بے معنی ہو جاتے۔ مثلاً کوئی شخص اگر کسی دوسرے  
شخص کو قتل کر دیتا ہے تو اللہ اسے سزا کیوں دے گا کیونکہ اس شخص نے تو وہی عمل انجام دیا جو اللہ نے  
اس کی تقدیر میں پہلے سے لکھ رکھا تھا۔ اس شخص نے پہلے سے طے شدہ پروگرام پر عمل کیا۔ وہ اس  
کے بر عکس عمل کر ہی نہیں سکتا تھا۔ عذرِ الہمی کے مطابق اسے جہنم میں نہیں ڈالا جا سکتا۔

اسی طرح جو شخص ساری زندگی عبادت و ریاضت میں مصروف رہا تو اس کے عمل کی جزا  
کیسی؟ اس نے تو اللہ کے دینے ہوئے پر وہ ام (تقدیر) کے مطابق عمل کیا۔ وہ گناہ کرنے کی  
طاوف ہی نہیں رکھتا تھا! تو ایسے شخص کو عبادت و ریاضت کا صلحہ کیوں دیا جائے گا۔ اس عمل میں اس

کی ذاتی کوشش کا داخل ہی نہیں تھا۔ وہ تو تقدیر کے ہاتھوں مجبور تھا۔

آپ خود انصاف کریں۔ کیا آپ کسی روبوت کو کام کرنے کی جریانی سازادے سکتے ہیں۔ روبوت بے چارہ تو اسی پروگرام کے مطابق عمل کرے گا جو اس میں ڈالی گئی ہارڈ ڈسک میں موجود ہے۔ اگر تقدیر کے معاملات کو ویسا ہی سمجھا جائے جیسا کہ بعض دوستوں کا خیال ہے تو انسان کی حیثیت ایک روبوت سے زیادہ نہیں ہوگی۔ جب کہ انسان، انسان ہے روبوت نہیں۔

### تقدیر بدل سکتی ہے:

قرآن کریم کا مطابع سمجھئے۔ بنی کریم کے ارشادات سے استفادہ سمجھئے۔ آخر مஹومین کے اقوال پر غور سمجھئے تو ہر مقام پقص کی برائیوں سے بچنے، شیطان کی مکاریوں سے ہوشیار رہنے، اللہ کی ناپسندیدہ چیزوں سے گریز کرنے اور اللہ کے پسندیدہ اعمال بجالانے کی تلقین موجود ہے۔ ہر جگہ گناہوں کے بد لے عذاب اور نیکیوں کے بد لے ثواب کا ذکر موجود ہے۔ قرآن کی آیات میں جگہ جگہ نیکوکاروں کے لیے جنت اور بدکاروں کے لیے جہنم کی خبر دیتی نظر آتی ہیں۔

اگر انسان روبوت ہوتا تو اللہ رب العالمین بار بار ثواب و عذاب کا تذکرہ نہ کرتا۔ اگر انسان تقدیر کے ہاتھوں مجبور ہوتا تو اللہ رب العالمین جنت و دوزخ کو خلق ہی نفرماتا۔ جنت و دوزخ کا وجود ہی اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ نے انسان کو روبوت نہیں بنایا۔ انسان کی آخری قیام گاہ انہی دونوں میں سے کسی ایک جگہ ہوگی۔ البتہ جگہ کا انتخاب انسان کو خود اپنے اعمال کے ذریعے کرتا ہے۔

### صدقہ موت کوٹال دیتا ہے:

بنی کریم کی ایک حدیث ہے کہ صدقہ رہ بلا ہے۔ اسی طرح ایک اور حدیث مبارکہ میں آیا ہے کہ صدقہ موت تک کوٹال دیتا ہے۔ آپؐ کے ایک اور ارشاد کا مفہوم ہے کہ والدین کی خدمت کرنے والوں کی عمر دراز ہوتی ہے۔ اسی طرح آپؐ نے فرمایا: ”صلہ رحمی کرنے والوں کی عمر دراز ہوتی ہے۔ قطع رحمی کرنے والوں کی عمر کم ہو جاتی ہے۔“ اگر تقدیر کا لکھا اُنہیں ہوتا تو صادق القول

نبی حبیب رب العالمین کی زبان مبارک سے یہ کلمات ہرگز ادا نہ ہوتے۔  
 قرآن کریم کی متعدد سورتوں میں اعلیٰ و مرسلین کی دعا میں بھی اس بات کی واضح دلیل ہیں  
 کہ تقدیر کے سارے معاملات اٹل نہیں ہیں اور لوح تحفظ کی تحریر یہیں بندے کی دعا، جدوجہد اور  
 اللہ رب العالمین کے فضل و کرم سے تبدیل بھی ہوتی رہتی ہیں۔

تقدیر کا کچھ حصہ ضرور ایسا ہے جس میں واقعی کسی قسم کی ترمیم و تنقیح ممکن نہیں لیکن یقین کریں کہ  
 اللہ رب العالمین نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اہل بیت کی سفارش اور بندے کی  
 دعائیں یہ طاقت بھی پیدا کی ہے کہ تقدیر کے ناقابل ترمیم حصول میں بھی تبدیلی ہو جائے۔

### آخرت میں شفاعت، دنیا میں سفارش:

اس بات پر تو ہم سب کایمان ہے کہ قیامت کے دن نبی کریم اور ان کی پاک و پاکیزہ اولاد  
 ہماری شفاعت کرے گی۔ جو لوگ جہنم میں جانے والے ہوں گے اگر نبی کریم ان کی سفارش  
 کر دیں تو وہ جنت میں بھیج دیئے جائیں گے۔

اللہ کے رسول آخرت میں (جہاں کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا) ہماری سفارش کر سکتے  
 ہیں، تو کیا اس دنیا میں انہوں نے ہمیں اکیلا چھوڑ رکھا ہے؟ نہیں۔ وہ دنیا میں بھی ہمارے مگر ان  
 اور ہماری سفارش کرنے والے ہیں۔ اللہ کے نبی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آج بھی زندہ  
 ہیں۔ اگر معاملہ اس کے برعکس سمجھا جائے تو ہر نماز میں ہم انھیں السلام علیکم ایہا النبی و رحمت اللہ  
 برکات نہ کہتے۔ انہی کے دلیل سے ہماری دعائیں پوری ہوتی ہیں۔ قسمت میں بیماری لکھی ہوتی  
 ہے مگر صحت مل جاتی ہے۔ تقدیر میں ذلت کی زندگی لکھی ہوتی ہے کہ نبی کریم کی سفارش سے عزت  
 کی زندگی حاصل ہو جاتی ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: ”تمہارے اعمال (آج بھی) ہر جعرات کو عصر کے وقت  
 اللہ کے رسول کی خدمت میں پیش کیے جاتے ہیں۔ اسی لیے اس بات سے حیا کرو کہ تمہارے  
 بُرے اعمال حضرت رسول خدا کے سامنے پیش ہوں“۔

## حضرت یونس کا واقعہ:

قرآن کریم میں حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ پڑھ کر دیکھئے کہ تقدیر کے اٹل فیصلے دعا کے ذریعے کس طرح تبدیل ہوتے ہیں۔ سورہ صافات میں جناب یونسؑ کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد خداوندی ہے۔

”پھر اگر یونس (اللذک) تشیع نہ کرتے تو روز قیامت تک مجھلی کے پیٹ

(سورہ صافات: آیت ۱۳۲-۱۳۳) میں رہتے۔

یعنی اللہ تعالیٰ حضرت یونس علیہ السلام کے بارے میں یہ طے کرنا تھا کہ اب وہ قیامت تک مجھلی کے پیٹ میں رہیں گے۔ یہ تقدیر کا ایک اٹل فیصلہ تھا لیکن جب حضرت یونس علیہ السلام مجھلی کے پیٹ میں پہنچے تو گہری تاریکی میں ان کا ذم گھٹنے لگا۔ تب انہوں نے گھبرا کر بے اختیار اپنے پرو رُوگار کو پکارا کہ اے اللہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو ہر عیب سے پاک و پاکیزہ ہے اور بے شک میں ظالموں میں سے ہوں (یعنی غلطی کرنے والوں میں سے ہوں)۔

ان کی تشیع کے جواب میں اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے:

”تو ہم نے ان کی دعا قبول کی اور انہیں رنج (وتکلیف) سے نجات عطا

فرمائی اور ہم ایمان داروں کو اسی طرح نجات دیا کرتے ہیں۔“

(سورہ انبیاء: آیت: ۸۸)

## دعا کرنا سنتِ انبیاء ہے:

اگر تقدیر کا لکھا اٹل ہوتا تو حضرت یونسؑ کس امید پر دعا کرتے اور جب وہ دعا ہی نہ کرتے تو تقدیر کا فیصلہ نافذ ہو کر رہتا اور وہ قیامت کے دن تک مجھلی کے پیٹ میں رہتے۔ دعا کرنا سنت انبیاء ہے۔ سورہ حفییاء میں کئی پیغمبروں کی دعاؤں کا ذکر موجود ہے۔

۱۔ ”(اے رسول لوط سے بھی) پہلے (ہم نے) نوح (کو نبوت پر فائز

کیا) جب انہوں نے ہمیں پکارا تو ہم نے ان کی (دعائی)۔ پھر انہیں اور

ان کے ساتھیوں کو (طوفان کی) بڑی سخت مصیبت سے نجات عطا کی۔“

(۲) ”(اے رسول) ایوب (کا قصہ یاد کرو) جب انہوں نے اپنے پروردگار سے دعا کی کہ (اے اللہ یہ) یہاڑی تو میرے (پیچھے ہی) لگ گئی ہے اور تو سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے تو ہم نے ان کی دعا قبول کی اور ان کا جو کچھ دکھ درد تھا اسے دور کر دیا اور انھیں ان کے اہل و عیال عطا کیے اور انی رحمت سے ان کے ساتھ مزید (کرم بھی کیا) جو عِمادت کرنے والوں کے لیے ایک نصیحت ہے۔“

(۳) ”اور زکریا (کو یاد کرو) جب انہوں نے (ماہی کی حالت میں) اپنے پروردگار سے دعا کی: اے پالنے والے تو مجھے تہبا (بے اولاد) نہ چھوڑ اور تو سب وارثوں سے بڑھ کر ہے۔

تو ہم نے ان کی دعا سن لی اور انہیں بھی جیسا بیٹا عطا کیا اور ہم نے ان کے لیے ان کی زوجہ کو بھی اچھا بنا دیا (یعنی ان کے بانجھ پن کو دور کر دیا) اس میں شک نہیں کہ (یہ) لوگ نیک کاموں کے سر انجام دینے) میں جلدی (کیا) کرتے تھے اور ہم کو بڑی رغبت اور خوف کے ساتھ پکارا کرتے تھے اور ہمارے آگے گڑ گڑایا کرتے تھے۔“

(آیت ۸۹-۹۰)

### آخری اور حتمی دلیل:

اس موضوع یعنی تقدیر میں تبدیلی کے حوالے سے ہم آخری اور حتمی دلیل بھی اللہ رب العالمین کے کلام ہی سے پیش کر رہے ہیں۔ کیا قرآن کی تلاوت کرنے والوں نے سورہ عذر کیا یا آیات نہیں پڑھیں۔  
”ہر وقت (یعنی ہر لمحہ جو گزرے گا) کے لیے ایک تحریر (پہلے سے موجود)  
ہے۔ پھر اللہ (اس میں سے) جسے چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور (جس کو) چاہتا

ہے باقی رکھتا ہے اور اس کے پاس اصل کتاب (لوح محفوظ) موجود ہے۔“  
(آیات۔۳۸۔۳۹)

### اللہ کی تاکید اور دعا نہ کرنے والے:

ہم میں سے بہت سے لوگ شعوری یا لاشعوری طور پر دعا کرنے سے گریز ال رہتے ہیں۔ ان میں و قسم کے افراد شامل ہیں۔ ایک قسم تو ہمارے ان دوستوں کی ہے جنہیں اللہ رب العالمین نے دنیا میں مال و دولت، صحت، اولاد اور عزت و آبرو عطا کی ہے۔ وہ بہت کم مشکلات سے دوچار ہوتے ہیں۔ مشکل آتی بھی ہے تو انہیں اپنے دنیاوی وسائل پر بھروسہ ہوتا ہے۔ دولت کے بل بوتے پر وہ زیادہ تر مشکلات پر قابو پالیتے ہیں اسی لیے انہیں اللہ سے رابطہ کرنے کی کوئی خاص ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی۔

حالانکہ ایسے لوگوں کے لیے اللہ کو پکارنا، اپنے مالک کو یاد کرنا، رب کریم کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا زیادہ ہی ضروری تھا کیونکہ دنیا کا مال چلتی پھرتی چھاؤں ہے اور صحت سے بیماری اور بیماری سے اگلے جہاں تک پہنچنے کا سفر صرف ایک خروجی مخلوق کے جسم میں داخل ہونے یا دورانِ خون میں ایک نہیں ہی گھٹھلی بننے کی وجہ سے چند جوں میں طے ہو جاتا ہے۔

دعا نہ کرنے والوں کی دوسری قسم ایسے افراد کی ہے جو مسائل و مشکلات کے باوجود اس وجہ سے اللہ کو نہیں پکارتے کہ اللہ تو علیم و خیر ہے، وہ خود ہی ہمارے لیے کوئی راستہ نکالے گا۔ دعا کرنے سے کیا حاصل۔ اللہ وہی کرتا ہے جو وہ پسند کرتا ہے۔

حقیقت حال یہ ہے کہ اللہ بے نیاز ہے۔ وہ کرتا تو وہی ہے جو پسند کرتا ہے لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ وہ دعا کرنے والے بندوں کو پسند کرتا ہے۔ جو لوگ اس سے دعا نہیں کرتے وہ اسے سخت ناپسند ہیں۔

”(اے رسول) تم کہہ دو کہ اگر تم (لوگ) دعا نہیں کرتے تو میرا پروردگار بھی تمہاری کچھ پر دعا نہیں کرتا۔“ (سورہ شراء: آیت ۷۷)

سورہ مومن میں اللہ نے ایسے بندوں کو اس طرح منبہ کیا ہے:  
 ”اور تمہارا رب فرماتا ہے کہ تم مجھ سے دعائیں مانگو۔ میں (تمہاری دعا)  
 قبول کروں گا۔ (البتہ) جو لوگ عبادت میں آئڑتے ہیں وہ جلد ہی ذلیل و  
 خوار ہو کر یقیناً جہنم میں داخل ہوں گے۔ (آیت ۲۰)

بندے کی تقدیر اُن مٹ ہوتی تو اللہ تعالیٰ کو دعا کرنے کے سلسلے میں پار بارتا کید کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اللہ رب العالمین کی ذات اس سے بالاتر ہے کہ اس سے کسی بے سود عمل کی توقع رکھی جائے۔ اس نے دعا کرنے کا حکم ہی اس لیے دیا کہ بندے کی توجہ لوح محفوظ تک ہی محدود نہ رہے۔ وہ چاہتا ہے کہ انسان اپنی ساری توجہ لوح محفوظ کے خالق واللک کی جانب مبذول رکھے جو اس پر بھی قدرت رکھتا ہے کہ لوح محفوظ کی تمام تحریریں مٹا کر ساری مخلوقات کی تقدیریں نئے سرے سے تحریر کر دے۔

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: ”دعا کرو اور یہ کہو کہ جو تقدیر میں ہے وہی ہو گا اس لیے کہ وہ قادر مطلق ہے اور دعا، تقدیر کو بدلتے وہی ہے۔“  
 مفاتیح الجہاں میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی تعلیم کردہ ایک دعا موجود ہے اور اسے صحیح و شام پڑھنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ یعنی فجر اور مغرب کے بعد۔

”اے دلوں اور آنکھوں کو پٹاناے والے اللہ! میرے دل کو اپنے دین پر بھادے۔ میرے دل کو ہدایت کے بعد ٹیز ہانہ کر۔ مجھ پر اپنی طرف سے رحمت نازل فرم۔ اس میں شک نہیں کہ تو بہت ہی عطا کرنے والا ہے اور اپنی رحمت سے مجھے (جہنم) کی آگ سے بچا اور محفوظ رکھ۔ اے اللہ! میری عمر میں اضافہ کر دے، میرے رزق میں وسعت عطا کر اور مجھ پر اپنی رحمت کا سایہ فرمادے اور اگر میں لوح محفوظ میں تیرے نزدیک بد بخت ہوں تو مجھے نیک بخت بنا دے۔ کہ تحقیق تو جو چاہے مٹاتا ہے (اور جو چاہے) لکھتا ہے اور لوح محفوظ تیرے قبضہ قدرت میں ہے۔“  
 (مفاتیح الجہاں۔ صفحہ ۶۶)



باب: ۲۸

## دعا کیس کس طرح اثر کرتی ہیں؟

اکثر افراد جو دعاؤں کی پراسرار قوت سے واقف نہیں ہیں، دعاؤں کی اثر پذیری پر یقین نہیں رکھتے۔ ان میں سے اکثر افراد مشکل وقت میں دعاؤں کا سہارا تو حاصل کرتے ہیں مگر ان کی امید یہ ہے حال دنیاوی وسائل ہی سے وابستہ ہوتی ہیں اسی لیے جب ان کی مشکل حل ہو جاتی ہے تو ایسے افراد اندر رب العالمین کے سواہر ایک کاشکریہ ادا کرنا اپنا اخلاقی فرض سمجھتے ہیں۔

بہت سے افراد جب قرآن کریم کے مختلف سوروں اور آیات کی خصوصیات پڑھتے ہیں تو انہیں یہ باتیں بس تصوراتی سی معلوم ہوتی ہیں۔ مثلاً وہ سوچتے ہیں سورہ واقعہ کو پابندی کے ساتھ تلاوت کرنے سے رزق میں اضافہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ سورہ مریم کی ابتدائی آیات کی تلاوت کرنے سے کوئی بے اولاد جوڑا کس طرح صاحب اولاد ہو سکتا ہے۔ سورہ طہ کی بعض آیات کس طرح حافظے میں اضافے کا باعث بن سکتی ہیں۔

### جزوی اتفاق، جزوی اختلاف:

ایسے دوستوں کی باتیں ان کے خیال میں بے بنیاد بھی نہیں ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ چند الفاظ کی تحرار کرنے سے کسی بھی قسم کی ماڈی تبدیلی کس طرح رونما ہو سکتی ہے۔ رزق کے لیے محنت، صحت کے لیے علاج اور ذہانت بڑھانے کے لیے مطالعے کے جدید طریقوں پر عمل کرنے کے ساتھ بعض ادویات کی ضرورت پڑتی ہے۔ چند الفاظ کے دہرانے سے کسی نوعیت کی تبدیلی رونما نہیں ہو سکتی۔

مجھے ان دوستوں کی پاتوں سے جزوی اتفاق اور جزوی اختلاف ہے۔ ماڈی جدوجہد کے

بغیر صرف دعا پر بھروسا کرنے والا حضرت علی ابن ابی طالب کے نزدیک اس تیر انداز کی طرح ہوتا ہے جو بغیر کمان کے تیر چلانا چاہے۔ دنیاوی مسائل کے دور کرنے کے اسباب التدریب العالمین نے دنیا ہی میں پیدا کیے ہیں لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ دنیاوی اسباب اکثر انسانوں کی دستیں میں نہیں ہوتے یا کچھ مثکلات ایسی ہوتی ہیں جن کا حل کسی کی سمجھ میں نہیں آتا۔ ایسے میں صرف دعا ہی انسان کو اس مشکل سے نکال سکتی ہے۔ زیادہ تصور توں میں انسان کی جدوجہد اور دعاؤں کے ملاپ ہی سے نتائج ظہور پذیر ہوتے ہیں۔

### چند الفاظ کے دہرانے سے کیا ہوتا ہے؟

جہاں تک ان کا کہنا ہے کہ چند الفاظ کے دہرانے سے کوئی ماڈی تبدیلی رونما نہیں ہو سکتی، یہ قریں عقل نہیں۔ دوستوں کا یہ خیال اعلیٰ کے سبب ہے۔ بھی دیکھیں نا! آپ سب دوست جانتے ہیں کہ یہ اربوں کھکشاوں اور کھرب سو رج چاند ستاروں والی لاحدہ دکائنات ہمیشہ نے نہیں تھی۔ پہلے کچھ تھا ہی نہیں۔ نہ سورج نہ چاند نہ ستارے، پھر ایک لفظ ”کن“ سے ماڈہ اور تو انہی عدم سے وجود میں آئے اور پھر سات مرحلوں سے گزر کر یہ کائنات وجود میں آگئی۔

اب آپ کہیں گے کہ یہ تو اللہ کی طاقت تھی کہ اس نے ایک لفظ کے ذریعے یہ عظیم الشان کائنات پیدا کر دی۔ بندے، الفاظ کے ذریعے ماڈے میں تبدیلیاں کس طرح پیدا کر سکتے ہیں، جناب اس بات کو ایک مثال سے سمجھا جاسکتا ہے لیکن اس مثال سے پہلے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اس ماڈی دنیا سے ماوراء، ضد ماڈہ کی غیر مریٰ دنیا واقع ہے۔ سائنس ابھی ضدِ ماڈہ کی دنیا کے بارے میں کسی قسم کے شواہد جمع نہیں کر سکی۔ پھر بھی سائنس ضدِ ماڈہ کے وجود کو تجویزی کی حد تک تسلیم کرتی ہے۔

### ضدِ ماڈہ کی دنیا:

سائنس دانوں کا خیال ہے کہ ممکن ہے ضدِ ماڈہ کی دنیا کے اصول و قواعد ماڈی دنیا کے اصول و قواعد سے قطعی برکس ہوں۔ مثلاً ممکن ہے ماڈی دنیا میں کسی عمل کے ظہور پذیر ہونے کے لیے حرکت ناگزیر ہو لیکن ضد ماڈہ کی دنیا میں ہر عمل بغیر کسی حرکت کے ظہور پذیر ہوتا ہو۔ اس کی سب سے بڑی

مثال اس کائنات کا وجود میں آتا ہے۔ اللہ رب العالمین نے صرف ایک لفظ ”کن“ کہا اور کسی پہلے سے دستیاب مادے کے نہ ہونے کے باوجود یہ بے کراں مادی کائنات وجود میں آگئی۔ غیب پر ایمان رکھنے والے اس ضد مادہ کی دنیا پر یقین رکھتے ہیں۔ ان کے زندگی ضد مادہ کی دنیا کا ایک اہم ثبوت تو ہر انسان کے اپنے اندر موجود ہے۔ انسان کا وجود خود مادے اور ضد مادہ کے امترانج کا ایک اعلیٰ ترین نمونہ ہے۔ اس کا جسم مادی دنیا سے تعلق رکھتا ہے اور روح ضد مادہ کی دنیا سے تعلق رکھتی ہے۔ انسان کے جسم پر اسی روح کی حکمرانی ہے۔ اگر یہ کہا جائے تو بے جانہ ہو گا کہ یہ ساری مادی کائنات دراصل ضد مادہ کی حکوم ہے۔ ضد مادہ کی اصطلاح تو انسانی عقل کی ایجاد کردہ ہے۔ دراصل یہ کیا ہے اسے انسان شاید ہی کبھی سمجھ سکے۔

### الفاظ کی طاقت:

اب آئیے مادی دنیا کی چند مثالوں کی مدد سے یہ دیکھتے ہیں کہ دعاوں کے ذریعے مادی تبدیلیاں کس طرح رونما ہوتی ہیں اور الفاظ کس طرح مادے کو حرکت میں لاتے ہیں۔ ایک صاحب کی صحبت قابل رتک تھی۔ وہ بے حد کم گواور خوش اخلاق انسان تھے۔ ان کی نبض کی رفتار اور دل کی دھڑکن ناولی تھی۔ انہیں کھل کر بھوک لگتی تھی۔ وہ رات کو بڑے آرام کی نیند سونے کے عادی تھے۔ ایک دن وہ دفتر آئے تو بڑے خونگوار سوڈ میں تھے۔ اچانک ان کا ایک پرانا دشمن وہاں آگیا اسے دیکھتے ہی سب سے پہلے تو ان کے مزاج کی خوش گواری رخصت ہوئی۔ اس دشمن نے گنتگو کے دوران انہیں اچانک ہی گالی دے دی۔ گالی کے الفاظ جیسے ہی دشمن کے ہونٹوں سے نکل کر ان صاحب کے کانوں میں داخل ہوئے تو پلک جھپکنے کے سے مختصر عرصے میں ان کے جسم میں بے شمار تبدیلیاں رونما ہو ناشرد ع ہو گئیں۔

مثلاً ان کا بلڈ پریشر (ناول ۸۰/۱۲۰ سے بڑھ کر) اچانک ہی ۱۰۰/۱۶۰ تک پہنچ گیا۔ بغیر کی رفتار ہو گئی۔ جسم کا خون پھوپھو میں جانے کی بجائے جلد کی نسوں میں امنڈ آیا۔ ان کے رخسار اور کان سرخ ہوئے۔ سانس لینے کی رفتار بڑھ گئی۔ گلے کی رگیں پھول گئیں۔ ہونٹوں سے جھاگ

نکلنے لگے۔ منہ کی رطوبت خشک ہو گئی اور وہ خوش مزاج اور شریف آدمی غصے کی شدت سے دیوانہ ہو کر دوسرا شخص کو مارنے دوڑ پڑا۔

### الفاظ کے سننے سے جسم میں تبدیلیاں:

اب اگر اس نے دشمن کو برا بھلا کہہ کر دل کا غبار نکال لیا تو خیر اور اگر وہ دشمن سے بدلنا نہ لے سکا تو غصے کی وجہ سے اس کی بھوک اور نیند مستقل غائب ہو جائے گی۔ اٹھتے بیٹھتے ذلت و انتقام کا ایک شعلہ اس کے دل میں روشن رہے گا۔ یہ کیفیت اگر زیادہ عرصے برقرار رہی تو یہ خوش مزاج، صحت مند اور شریف آدمی ایک بد مزاج اور بیمار انسان میں تبدیل ہو جائے گا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ آتش انتقام ایک دن اسے ایک سفاک قاتل میں تبدیل کر دے اور یہ ایک عام سماں انسان قتل کے اڑام میں پھانی کے تختے پر پہنچ جائے۔

### سوال یہ ہے کہ:

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کی خوش مزاجی، بد مزاجی میں، شرافت درندگی میں اور صحت، بیماری میں کس طرح تبدیل ہوئی۔ اس کے مادی جسم میں رونما ہونے والی تبدیلیاں کس طرح ظہور پذیر ہوئیں؟ نہ اس نے کوئی دوا کھائی، نہ اسے کوئی انجکشن دیا گیا، نہ اسے کوئی زہر میں غذا استعمال کرائی گئی۔ دشمن کو دیکھنے اور گالی کے الفاظ سننے سے ایک لمحے پہلے وہ ایک خوش مزاج، صحت مند اور شریف آدمی تھا۔ وہ ان چند الفاظ کو سننے سے پہلے تک کسی سے لڑنے یا کسی کو قتل کر دینے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔

اس کی زندگی میں سارے انتقالات صرف چند الفاظ کے سننے سے رونما ہوئے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ جن الفاظ نے ایک شخص کو قاتل بنایا اگر یہی الفاظ اس کا کوئی گھر ادوسٹ آ کر اس کے سامنے ادا کرتا تو وہ شخص اپنے دوست کو سینے سے لگا لیتا اور یہی الفاظ اس کی خوش مزاجی میں اضافے کا سبب بنتے۔ اس مثال سے آپ الفاظ کی طاقت اور اثر پذیری کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

## نیت اور نتائج:

جب کچھ ناشائستہ الفاظ کی انسان پر منفی اثرات مرتب کر سکتے ہیں تو کیا رب العالمین کی مقدس و محترم آیات، قرآن کریم کے حیات آفرین الفاظ، لوح محفوظ کے مجرنم، شفای بخش جملے انسان کی زندگی میں ماڈی تبدیلیاں رونما نہیں کر سکتے؟ کیا یہ آیات، یہاں کو شفا، جاہل کو علم، مغلس کو دولت، بے قرار کو سکون، بے اولاد کو اولاد، خوف زدہ کو تحفظ اور کمزور کو طاقت عطا نہیں کر سکتیں۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ نتائج کا دار و مدار نیت پر ہوتا ہے۔ جزا عقل کے مطابق ہوتی ہے اور مدد امید کے مطابق حاصل ہوتی ہے۔ مثلاً دعا مانگتے ہوئے یا کوئی آیت مبارکہ پڑھتے وقت جیسی نیت ہوگی و یہی نتائج ظاہر ہوں گے۔ جس حد تک ہم اللہ پر بھروسہ سا کریں گے اسی مناسبت سے ہماری فریاد رسی ہوگی۔ جس حد تک ہمیں اللہ کی ذات پر یقین ہوگا، دعا کے اثرات بھی اسی تابع سے ہمارے سامنے ظاہر ہوں گے۔

## یہ تو اصولی باتیں ہیں:

یہ اصولی باتیں ہیں۔ ہونا تو ایسا ہی چاہیے کہ دعاوں کے نتائج ہماری نیت، امید اور عقل کے مطابق ظہور پذیر ہوں لیکن التدبیر العالیم بہت رحم کرنے والا ہے۔ اس کا فضل ہمارے معیارات سے بالاتر ہے۔ اس کی رحمت اس کے غصب سے آگے چلتی ہے۔ وہ رب کائنات اور اپنے بندوں کا سب سے زیادہ ہمدرد اور ان پر سب سے بڑھ کر شفیق و مہربان ہے اس لیے وہ گناہ گاروں پر بھی کرم فرماتا ہے۔ نہ مانگنے والوں کو بھی ان کی ضروریات عطا کرتا ہے اور نافرمانوں کے عمل سے بھی درگزر کرتا رہتا ہے اس لیے کہ وہ بے نیاز اور اپنی مصلحتوں کو اچھی طرح جانتا ہے۔

(اگر آپ یہ سطور کئی اور لوگوں کے درمیان پڑھ رہے ہیں اور تھک گئے ہیں تو آخری چند صفحات آپ ابھی نہ پڑھیں۔ بہتر ہے اگلے صفحات کو آپ رات گئے ذرا دیری سے تہائی اور یکسوئی کے ماحول میں پڑھیں)



باب: ۲۹

## ہماری دعا میں صرف دنیا کے لیے ہوتی ہیں

دنیا کی زندگی کو باعزت طریقے پر گزارنے کے لیے دعا کرنا بہت اچھی بات ہے۔ رزق میں کشادگی، خوش حالی، عزت و آبرو، گھر، نوکری، شادی، صحت، علم، عقل اور بہتر زندگی کے لیے ضرور دعا کرنا چاہیے کیونکہ مغلسی، بدحالی اور پریشانیاں انسان کو شیطان کا نوالہ تر بنادیتی ہیں۔ لیکن اس کے باوجودہ میں چاہئے کہ جب ہم اللہ جیسے عطا کرنے والے سے مانگ رہے ہوں تو اس مختصری زندگی کے لیے مانگنے کے ساتھ ساتھ آخرت کی ابدی اور لا قابلی زندگی کے لیے بھی جس حد تک مانگ سکتے ہیں ضرور مانگیں۔

”پھر بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں اسے میرے پروردگار ہم کو (جود دینا ہے) دنیا ہی میں دے حالانکہ (پھر) آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہے اور بعض بندے ایسے ہیں کہ جو دعا کرتے ہیں کہ اسے میرے پالنے والے مجھے دنیا میں نعمت دے اور آخرت میں (بھی نعمت) ثواب دے اور دوزخ کی آگ سے بچا۔“  
(سورہ بقرہ: آیت ۲۰)

### چمک دار اشیاء کے ڈھیر:

اگر ہمارے سامنے چمک دار اشیاء کے دو ڈھیر پڑے ہوں اور ہمیں بتایا جائے کہ ایک ڈھیر میں اصلی، غالص اور قیمتی جواہرات ہیں اور دوسرا ڈھیر میں بالکل اصلی جواہرات جیسے شیشے اور پتھر کے ٹکڑے ہیں تم جس ڈھیر سے چاہو پناہ امن بھرلو۔ ایسی صورت میں ہم کس ڈھیر سے اپنی جھوٹی بھرنا پسند کریں گے؟ فطری بات یہ ہے کہ ہر انسان اصلی جواہرات سے اپنا دامن بھرنا چاہے گا۔

”(دنیا میں) لوگوں کو ان کی مرغوب چیزیں (مثلاً) بیسیوں (عورتوں) اور بیٹوں اور سونے چاندی کے بڑے بڑے لگے ڈھیر (دولت کی افراط) اور عمدہ عمدہ گھوڑوں (سواریوں) اور مویشیوں اور کھنچی باڑی (جانوروں کے فارم) کے ساتھ افت بھلی کر کے دکھادی گئی ہے۔ یہ سب دنیا دی زندگی کے (چند روزہ) فائدے ہیں اور ہمیشہ کاملاً کانا تو خدا ہی کے یہاں ہے۔

(اے رسول) ان لوگوں سے کہو کہ کیا میں تمہیں ان تمام چیزوں سے بہتر چیز بتا رہوں۔ اچھا سنو! جن لوگوں نے پر ہیزگاری اختیار کی ان کے لیے پروردگار کے ہاں جنت کے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ اس کے علاوہ ان کے لیے صاف سحری ہمیاں ہیں اور (سب سے بڑھ کر) اللہ کی خوشنودی ہے۔

اور اللہ (اپنے) ان بندوں کو خوب دیکھ رہا ہے جو (یہ) دعا کیں مانگا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پالنے ہم تو (بے تامل) ایمان لے آئے پس تو بھی ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا۔

(یہی لوگ ہیں) صبر کرنے والے، رج یو لئے والے، اور اللہ کے فرمان بردار اور (اللہ کی راہ میں) خرج کرنے والے اور آخربش میں (اللہ سے توبہ) استغفار کرنے والے۔“ (سورہ آل عمران: آیت ۱۶۲)

### آخرت کہیں بہتر اور دیر پا ہے:

ہمٹی وی کے پروگراموں میں عالی شان گھروں اور باغوں کو دیکھتے ہیں تو ان گھروں کے حسن میں کھوکرہ جاتے ہیں۔ یقین جانیں کہ دنیا کے یہ حسین گھر اور باغات جنت کے محلات اور باغوں کے مقابلے میں ان تصویریوں سے بھی کم تر ہیں جوٹی وی بند کرتے ہی غائب ہو جاتی ہیں۔ اس لیے دعا مانگتے وقت اپنی ساری توجہ اللہ کے ان خزانوں پر مركوز رکھیے جو اس نے آخرت میں ہائے

کے لیے رکھ چھوڑے ہیں۔ دنیا کی چیزوں کی مثال چک دار شیشوں، رنگ برنگ کے خوب صورت پھر وہ اور تین تصویروں سے زیادہ نہیں ہے۔

”مگر تم لوگ تو دنیاوی زندگی کو ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت کہیں بہتر اور دری پا ہے۔ بے شک یہی بات اگلے صحیفوں ابراہیم اور موئی کے صحیفوں میں (بھی ہے)۔“  
(سورہ الاعلیٰ: آیت ۱۶ تا ۱۹)

### آخرت کی تین نعمتوں:

ہماری دنیاوی زندگی تو ایک لمحہ ہے۔ وقت کے اس بے کراں سمندر میں پھوار کے ایک ذرے سے بھی کم تر۔ اس لیے جب آپ اللہ جیسے مالک سے مانگ رہے ہیں تو وہ نعمتوں مانگیے جو آپ کی ابدی اور لا قافی زندگی میں کام آئیں۔

آخرت کی ابدی اور لا قافی زندگی میں نہیں کہ کن کن نعمتوں کی ضرورت ہوگی ان کی تفصیل تو کسی کو بھی نہیں معلوم لیکن تین نعمتوں ایسی ہیں جن کے بارے میں قرآن مجید نے بہت صراحة ساتھ گفتگو کی ہے۔ ان میں سب سے عظیم نعمت ہے اللہ کی مغفرت و خوشنودی، دوسری جہنم سے نجات اور تیسرا جنت میں قیام۔

### اللہ کی مغفرت

ہم روزمرہ کی ضروریات و مسائل میں اس قدر راجحے ہوئے ہوتے ہیں کہ ہمیں اس گرد و غبار کے علاوہ کچھ نظری نہیں آتا۔ اللہ کی مغفرت ایک، بلکہ سب سے عظیم الشان نعمت ہے لیکن ہم فوری طور پر اس کی ضرورت محسوس نہیں کرتے اور کرتے بھی ہیں تو شاید یہ ہماری خواہشات کی فہرست میں تقریباً اٹھاویں نمبر پر ہوتی ہے۔ خواہشات کی لمبی فہرست کے بعد ہم اس کے لیے بھی رسما دعا کر لیتے ہیں۔ کیا ہی اچھا ہو کہ ہم اللہ کی مغفرت کو اپنی خواہشات کی فہرست میں سب سے پہلے نمبر پر رکھیں اور اس کی اہمیت و افادیت کو سمجھتے ہوئے اس کے لیے ہر نماز کے بعد خضوع و خشوع سے گڈا گڈا کر دعا مانگیں۔

## دوزخ.....عذاب خدا کا مرکز:

دوزخ یا جہنم، جنت کی طرح ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ کلام مجید میں سو سے زیادہ مقامات پر اللہ نے عذاب جہنم اور اہل جہنم کا تذکرہ کیا ہے۔ جہنم اللہ کے بدترین عذاب کا مرکز ہے۔ یہاں کا کم ترین عذاب بھی دنیا کے بدترین عذاب یا تکلیفوں سے لاکھوں گنا زیادہ بھیاںک ہو گا۔ تمام انبیاء و رسولین انسانوں کو اس عذاب الہی سے ڈراستہ رہے ہیں۔ اس سے بچنے کے راستے بھی انہوں نے ہمیں بتا دیے ہیں۔ اب یہ ہماری مرضی ہے کہ ہم آخرت کی زندگی کے بارے میں حاصل شدہ معلومات سے فائدہ اٹھائیں یا لائیں۔

شیطان کی ازل سے یہ کوشش ہے کہ زیادہ سے زیادہ انسانوں کو جہنم کے عذاب میں گرفتار کرائے جب کہ اللہ رب کریم کی خواہش ہے کہ زیادہ سے زیادہ انسان بہشت میں اس کے مہمان بن کر آئیں اور ہمیشہ کے لیے وہیں کے ہو کر رہ جائیں۔

انسان اللہ کی شان خلاقیت کا اعلیٰ ترین شاہکار ہے۔ بھلا کوئی مصور اپنے شاہکار کو آگ میں جلانا چاہے گا؟ اللہ تو اپنے اس شاہکار کو جنت کے حسین اور ابدی ماحول میں سجانا چاہتا ہے۔ اس کے باوجود یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اللہ رب العالمین کسی کو زبردستی جنت میں داخل نہیں کرے گا۔ وہ بڑا بے نیاز ہے۔ اگر ساری انسانیت بھی شیطان کے پیچھے پیچھے چلتی ہوئی دوزخ میں داخل ہو جائے تو بھی اللہ کی عظمت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوگی۔

جنت تو اس نے اپنے بندوں کی محبت میں سجائی ہے۔ اب اگر کچھ بندے اس کی محبت کی قدر نہیں کرتے تو ان کے لیے جہنم کے دروازے کھلے ہوتے ہیں۔

”بلکہ (چ تو یہ ہے کہ) ان لوگوں نے قیامت ہی کو جھوٹ سمجھ رکھا ہے اور جس شخص نے قیامت کو جھوٹ سمجھا اس کے لیے ہم نے جہنم کا عذاب تیار کر رکھا ہے کہ جب جہنم ان لوگوں کو دور سے دیکھے گی تو (جو شکھائے گی اور) یہ لوگ اس کے جوش و خروش کی آوازیں سنیں گے اور جب لوگ

زنجروں سے جکڑ کر اس کی کسی نگہ جگہ میں جھونک دیئے جائیں گے تو اس وقت موت کو پکاریں گے۔ اس وقت ان سے کہا جائے گا آج ایک ہی موت کو نہ پکارو بلکہ بہت سی موتوں کو پکارو (مگر اس سے کچھ فرق نہیں پڑے گا)۔

(اے رسول) تم پوچھو تو کیا یہ جہنم بہتر ہے یا ہمیشہ رہنے والا باغ (جنت) جس کا پہیزہ گاروں سے وعدہ کیا گیا ہے۔ (سورہ الفرقان: آیت ۱۵)

### خود کو چیک کرتے رہنا چاہیے:

اگر ہم اپنے پانے والے رب العالمین کو خوش کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنی طرف سے پوری کوشش کرنا چاہئے کہ ہم عذاب جہنم کے خریدار نہیں بصورت دیگر ہم رب العالمین کا مقابلہ کرنے والے ہی کے ہاتھ مضبوط کریں گے۔ اگر ہمیں دوزخ یا جہنم پر یقین ہے تو ہمیں اپنی ہر نماز، ہر دعا میں بلکہ ہر وقت اللہ سے درخواست کرنا چاہئے کہ وہ ہمیں اس عذاب سے نجات عطا فرمائے۔

اس مقصد کے لیے صرف دعائی کافی نہیں، ہمیں بار بار خود کو چیک (Check) بھی کرتے رہنا چاہئے کہ ہم کس راستے پر سفر کر رہے ہیں۔ کہیں شیطان نے ہمیں راہ سے بے راہ تو نہیں کر دیا۔ دعا کرتے وقت جہاں دنیا کی مشکلات اور تکلیف سے بچنے کے لیے دعا کرتے ہیں اس سے زیادہ شدت سے ہمیں آخرت کے عذاب و مصیبتوں سے بچنے کے لیے دعا کرنا چاہیے۔

### پوش علاقوں میں عالی شان گھر:

دنیا میں ہر آدمی کی دلی تمنا ہوتی ہے کہ وہ اپنا مکان ان علاقوں میں بنائے جہاں علی افسران، بڑے بڑے عہدیدار، مشہور اور صاحب حیثیت افراد رہتے ہوں کیونکہ ایسے علاقوں میں بڑے لوگوں کے ساتھ رہنا ایک اٹیش سبل ہے۔ ڈنیس (کراچی) ایف۔ سیون (اسلام آباد) اور گلبرگ (لاربور) جیسے علاقوں میں مکان خریدنے کے لیے آدمی کو زندگی بھر ٹک دو کرنا پڑتی ہے۔

اس جدوجہد میں وہ حلال و حرام کی تمیز بھی کوئی بیٹھتا ہے اور جب سارے مرحلوں سے گزر کر وہ ان ”پوش“ علاقوں میں اپنا گھر بنالیتا ہے تو خود اس کے پاس اس بنگلے سے لطف اندازو ہونے کے لیے چند برس سے زیادہ مہلت نہیں ہوتی۔

امیر المؤمنین علیہ السلام کا ارشاد ہے: ”ان دونوں قسم کے اعمال میں کتنا فرق ہے۔ ایک وہ عمل جس کی لذت مث جائے اور اس کا وہ باقی رہ جائے اور ایک وہ عمل کہ جس کی ختنی ختم ہو جائے لیکن اس کا اجر و ثواب باقی رہے۔“

پینتالیس پچاس سال کے بعد کوچ کی بھٹی بجنا شروع ہو جاتی ہے۔ شوگر، بلڈ پریشر، گردوں یا دل کی بیماریوں کا آغاز ہونے لگتا ہے۔ کسی کوئی سرکا خطرہ لا حق ہوتا ہے، کسی کو جزوں کا درد، کسی کو نبی، کسی کوڈ پریشن۔

نوجوانی کے مزے خواب و خیال ہو جاتے ہیں۔ حسن و خوبصورتی اپنے معنی کھو دیتی ہے۔ بیانی جواب دے جاتی ہے، پیٹ بڑھ جاتا ہے، کمر جھک جاتی ہے۔ کبھی فلاں اسپیشلٹس، کبھی فلاں ڈاکٹر کبھی یا اسپیتال کبھی وہ اسپیتال۔ جس شخص نے حلال و حرام کی تمیز کیے بغیر یہ گھر بنایا تھا وہ اس گھر سے انبوئے ہی نہیں کر پاتا۔ اس طرح عالی شان گھر کے نقصانات بنانے والے کو برداشت کرنا پڑتے ہیں، فوائد سے دوسرا مزے اڑاتے ہیں۔

امیر المؤمنین علیہ السلام کا ارشاد ہے: ”ہر شخص کے مال میں دو حصے دار ہوتے ہیں۔ ایک وارث، دوسرا ہے حوادث۔“

### جنت کے گھر:

بہر حال اگر آخرت میں ہم ایک ایسے علاقے میں اپنا محل تعمیر کرانا چاہتے ہیں جہاں اعیاً مسلمین، آئمہ طاہرین اور شہداء و صالحین کے پکھراج، یاقوت، زبرجد، لا جور دار ہیروں کے عظیم الشان محلات ہوں تو اس مقصد کے لیے ہمیں آج ہی سے پلانگ کرنا ہوگی۔

بنوانے کی آپ فکر نہ کریں۔ آپ یہاں اعمال خیر سرانجام دیں، وہاں فرشتے کنسٹرکشن کا کام

شروع کر دیں گے۔ دنیا کے گھروں کے برعکس آخرت کے گھروں کے لیے آپ کو خنت محنت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ان گھروں کے لیے پیسہ مجمع کرنے کی بجائے میپے کو اللہ کی راہ میں دل کھول کر خرچ کریں۔ بیکار کاموں میں اپنی دولت نہ لٹائیں۔ دنیا کی مشکلات پر صبر کریں اور پھر دیکھیں کہ جنت میں کتنا عالیشان مکان آپ کے لیے تیار ہوتا ہے۔

”اور فرشتے (بہشت کے ہر) دروازے سے ان کے پاس آئیں گے اور

سلام علیکم (کے بعد کہیں گے) کہم نے (دنیا میں) صبر کیا۔ (یہ اسی کا

صلد ہے دیکھو) تو آخرت کا گھر کیسا اچھا ہے۔“ (سورہ رعد: آیت ۲۲)

یوں تو آخرت میں ہمیں جنت کے ”گرد و نواح“ ہی میں کوئی چھوٹا سا گھر بھی مل گیا تو یہ دنیا کے تمام حالات سے کہیں زیادہ قیمتی، پائیدار اور کشاور ہو گا لیکن حقیقت یہ ہے کہ دینے والا اپنی حیثیت کے مطابق ہی عطا کرتا ہے اور جب عطا کرنے والا رب العالمین ہو تو اس کی عطا ہماری سوچ اور امید سے کہیں بڑھ کر ہو گی۔

ان گھروں کی قیمت اللہ کی خوشنودی ہے:

جنت کے محلات اور دیگر نعمتوں سے اہم ہمیشہ ہمیشہ مستفید ہوتے رہیں گے۔ ان قیام گاہوں کی قیمت دنیا میں ہمیں کیش کی شکل میں ادا بھی نہیں کرنا پڑے گی۔ ان کی قیمت صرف تقویٰ اور اللہ کی خوشنودی ہے اور ان دونوں کا حصول بھی اللہ کی دی ہوئی توفیق ہی سے ممکن ہے۔

”اور جو شخص اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا رہا (یعنی

اپنے گناہوں کے سب قیامت میں اللہ کا سامنا کرنے سے ڈرتا رہا) اس

کے لیے دو باغ ہیں۔ دونوں باغ (درختوں) ٹہنیوں سے ہرے بھرے

(میوے سے لدے ہوئے)۔

ان دونوں میں دو چشمے بھی جاری ہوں گے۔ ان دونوں باغوں میں سب

میوے دو قسم کے ہوں گے۔ یہ لوگ ان فرشتوں پر جن کے استراطلس کے

ہوں گے، تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔  
دونوں پاغوں کے میوے (اس قدر) قریب ہوں گے (کہ اگر چاہیں تو  
لگے ہوئے کھائیں)۔ اس میں (پاک دامن) غیر کی طرف آنکھ اٹھا کرنے  
دیکھنے والی عورتیں ہوں گی، جن کو ان سے پہلے نہ کسی انسان نے ہاتھ لگایا  
ہوگا اور نہ جن نے۔ (ایسی حسین) گویا وہ (جسم) یا قوت دموغے  
ہیں۔ ”(سورہ الرحمن تخلص آیات)

### جنت نا گواری میں گھری ہوئی ہے:

امیر المؤمنین کا ارشاد ہے: ”جنت نا گواریوں میں گھری ہوئی ہے اور دوزخ خوشگواریوں  
میں۔“ صبح کی نماز کے لیے اٹھنا، رج بولنا (بجہاں نقصان کا اندر یشہ ہو) روزے میں بھوک پیاس اور  
پابندیاں برداشت کرنا، ہمیں نا گوارگزرتا ہے۔ موسیقی سننا، نگاہوں کا بے با کانہ استعمال، غیبت اور  
ایسی نوعیت کے دوسرے گناہ کرتے وقت ہمیں ڈرامزہ آتا ہے۔

جنت کو حاصل کرنے کے لیے دنیا کی نا گواریوں سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے اور زندگی بھر جدوجہد  
کرنا پڑتی ہے۔ آسان کام تو ہر آدمی کر گزرتا ہے۔ مزہ تو اس میں ہے کہ انسان مشکل کام کو اپنے  
لیے چیلنج کے طور پر قبول کرے۔

### کچھ ایسا، ہی معاملہ روز قیامت کا ہے:

قیامت پر ہر مسلمان کا ایمان ہے۔ لیکن کتنے لوگ ہیں جو روز قیامت کے بارے میں کبھی  
سنجیدگی سے غور بھی کرتے ہوں۔

اگر ہمیں یقین ہو جائے کہ ہمیں ایک سال بعد اس ملک سے بھرت کر کے کسی اجنبی جگہ جانا ہوگا  
تو کیا ہم آج ہی سے اس کے لیے منصوبہ بندی شروع نہیں کر دیں گے؟ نوجوان جب امریکہ،  
یورپ یا دنیا کے دوسرے علاقوں میں جانے کی پلانگ کرتے ہیں تو یہیں کچھ کورس کرتے ہیں۔ کہیوں  
استعمال کرنا سیکھتے ہیں، وہاں کے ماحول، موسم اور رسم و رواج سے آگاہی حاصل کرنے کی کوشش

کرتے ہیں۔

آخرت کے لیے ہماری تیاری کیا ہوتی ہے؟ کیا ہم قیامت کے دن کے لیے بھی کوئی مخصوصہ بندی کرتے ہیں۔

ابھی کچھ دنوں سے قیامت کے بارے میں فلمیں بھی بنا شروع ہو گئی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ماں تہذیب کے کلینڈر کے مطابق دسمبر 2012ء میں قیامت آجائے گی۔ لوگ یہ فلمیں بڑے مرے مرنے سے دیکھتے ہیں اور خوب نہیں مذاق کے ساتھ قیامت پر تصریح کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کو فون کر کے بتاتے ہیں کہ ارے بھائی! تم نے وہ فلم دیکھی..... پتا ہے قیامت آنے والی ہے۔ بات یہ کہ انھیں قیامت پر ایک بہت دور افتادہ سماں گان ہے۔ اگر یقین ہوتا تو نہیں مذاق کے بجائے اپنے اعمال کو درست کرتے۔ قیامت کے باہم میر یہ رو یہ قیامت کا مذاق اڑانے کے متراوف نہیں تو اور کیا ہے۔

”بلکہ (عج تو یہ ہے) کہ ان لوگوں نے قیامت ہی کو جھوٹ بھجر کھا ہے اور جس نے قیامت کو جھوٹ سمجھا اس کے لیے ہم نے عذاب جہنم تیار کر رکھا ہے۔“ (سورہ فرقان: آیت: ۱۱)

### قیامت کے چھوٹے نمونے:

اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا میں بھی قیامت کے چھوٹے نمونے کھاتا رہتا ہے تاکہ قیامت کی یاد تازہ ہوتی رہے۔ ہم روزانہ اپنے ٹوی پر قیامت کے نمونے دیکھتے رہتے ہیں۔ روزانہ نت نئے خواص، نئے حدثات، نئے سانحات۔ کیا جاپان میں رہنے والے 2011ء میں آنے والے سونامی اور 2005ء میں پاکستان کے شمالی علاقوں میں آنے والے بھیانک زلزلے اور 2010ء میں پاکستان میں آنے والے سیلاب سے چند یکنہ پہلے بھی مرنے والوں کو اس قیامت کا اندازہ ہو سکتا تھا جو ان پر آنے والی تھی؟

عراق اور افغانستان کے لوگ جس قیامت سے گزرے ہیں اگر ہم اور آپ ان علاقوں میں رہے

رہے ہوتے تو ہمیں اس عذاب کا اندازہ ہوتا جو اکنou، نیپام بموں، ہار پون میزاںکوں، خود کش حملوں اور رات رات بھر مسلسل بمباری کی صورت میں ان علاقوں پر نازل ہوتا رہتا ہے۔ قیامت پر ایمان ہونے کے باوجود ہم اسے اپنی دعاوں کا سر نامہ نہیں بناتے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کچھ لوگوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! آپ پر بڑھاپے کے آثار اتنی جلدی کیوں نمایاں ہو گئے؟ اللہ کے پیارے جبیب نے فرمایا: ”سورہ حود، سورہ واقعہ، سورہ مرسلات، عمر پیشاء لون اور سورہ تکویر نے مجھے یوزھا کر دیا ہے۔“ واضح رہے کہ ان تمام سورتوں میں قیامت کے دن کی ہولناکیوں کا ذکر ہے۔ (تفیر نمونہ جلد ۱۵)

اللہ کے نبی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت کی ہولناکیوں کو کس طرح محسوس کرتے ہیں اور ہم ان کے انتقی قیامت کے دن سے کس طرح بے پرواہیں۔ اگرچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قیامت کا جو خوف تھا وہ اپنی امت کے افراد کے لیے تھا۔ خود آنحضرت کو قیامت کا کیا خوف ہو سکتا ہے کہ آپ تو خود ساری انسانوں کی شفاعت کرنے والے ہیں۔

### کبھی دعاً رد بھی ہو جاتی ہے

کبھی کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ بعض حالات میں کچھ بندوں سے دعا ایسی میں الکائناتی ہاث لائیں کی سہولت عارضی طور پر منقطع رہی جاتی ہے۔ یہ انتہائی اقدام بار بار کی وارنگ اور تنیہ کے بعد اٹھایا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں یہ لائیں ون وے (One way) ہو جاتی ہے۔ یعنی اللہ رب العالمین کی جانب سے تو ہم سے رابطہ رہتا ہے لیکن جب ہم اس سہولت سے استفادہ کرنا چاہتے ہیں تو ہماری دعا میں برادرست اللہ کے دربار میں پہنچنے کی بجائے کائنات کے کسی نامعلوم مقام کی طرف ڈائیورٹ (Divert) ہو جاتی ہیں۔ جہاں یہ محفوظ کر لی جاتی ہیں اور بہبندہ ان اسباب کو دور کر لیتا ہے جن کی وجہ سے یہ سہولت منقطع کی گئی تھی تو اللہ کریم اپنی مصلحت و مشیت کے مطابق ان کے نتائج ظاہر فرماتا ہے۔

یہ سہولت منقطع کیے جانے کی وجہ نتاہیں کبیر کا ارتکاب یا اپنے کسی بھی گناہ کو ہلکا سمجھ کر اس کی

مکار کرتے رہنا ہے۔

ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ خداوند تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ تم مجھ سے دعا کرو کہ میں اسے قبول کروں مگر میں دیکھتا ہوں کہ بہت سے لوگ دعائیں کرتے ہیں لیکن ان کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں!

امام نے جواب دیا۔ ”وائے ہو تجھ پر کوئی شخص ایسا نہیں کہ وہ اللہ سے دعا مانگے اور قبول نہ ہو مگر ظالم کی دعا اس وقت تک رو ہوتی رہتی ہے جب تک کہ وہ توبہ نہ کر لے۔“

ہم عام طور پر ظالم ایسے شخص کو سمجھتے ہیں جو سخت دل، بے رحم، اذیت دینے والا یا بے قصور لوگوں کو قتل کرنے والا ہو۔ یہ ظالم کے ایک معنی ہو سکتے ہیں۔ دراصل ظلم ہر وہ عمل ہے جو خلاف فطرت یا احکامِ الٰہی کے بر عکس ہو۔

بہر حال ایسا ظالم شخص بھی جب چاہے اللہ رب العالمین کو پکار سکتا ہے لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ پہلے وہ ”درمیانی رکاؤں“، و خلوص دل سے توبہ کر کے دور کر لے۔ یہ اختیار ہر وقت خود اس کے پاس موجود ہے۔



باب: ۳۰

## امتحان تو نیک بندوں کا ہوتا ہے

بہت سے لوگ جب کسی مشکل، پریشانی یا صدمے سے دوچار ہوتے ہیں تو مایوسی کی حالت میں ان کے منہ سے یہ الفاظ سننے کو ملتے ہیں۔ ہم نے بہت سے لوگوں کو یہ کہتے سنائے کہ امتحان تو نیک بندوں کا ہوتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ گناہ گاروں کو اللہ نے امتحان سے چھوٹ دے رکھی ہے۔ گویا ہر مشکل میں گرفتار ہونے کے لیے صرف اللہ کے نیک بندے ہی رہ گئے ہیں۔ دنیا کی ذلتیں، پریشانیاں، دکھ، درد، بھوک، ہماروں اور گولیوں کے زخم، قید و بند کی صعوبتیں صرف اللہ کے نیک بندے برداشت کریں اور مجھے جیسے گناہ گار خوب مزے اڑاتے پھریں۔

یہ جاہل نہ تصور احکام الہی کے یکسر خلاف ہے۔ یہ دنیا امتحان گاہ ہے اور یہاں جو بھی موجود ہے وہ ہر کجا امتحان دے رہا ہے۔ ہر ذی نفس کو امتحان سے گزرنٹا ہے اور ہر انسان کو ایک مختلف نوعیت کا امتحان دینا ہے۔

”اوہ ہم تمہیں کچھ خوف اور بھوک سے اور مالوں اور جانوں اور بچلوں کی کمی کے نقصان سے ضرور آزمائیں گے۔

(سورہ بقرہ۔ اقتباس از آیت: ۱۵۷)

سوچنے کی بات ہے کہ رب العالمین جب اپنے پیارے بندوں کو امتحان کی سختیوں میں بٹلا کر سکتا ہے اور کرتا ہے تو ہم جیسے عام بندوں میں کون سے سرخاب کے پر لگے ہوئے ہیں کہ وہ ہمیں دنیا کی سختیوں سے آزاد کر دے۔

”اللہ کیا لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ (صرف) اتنا کہہ دینے سے کہ ہم ایمان لے آئے، چھوڑ دیئے جائیں گے اور ان کا امتحان نہ لیا جائے

گا (ضرور لیا جائے گا) اور ہم نے تو ان لوگوں کا بھی امتحان لیا جوان سے پہلے گزر چکے ہیں۔“ (سورہ عنكبوت: آیت ۱۳۷)

(نوٹ: تفاسیر کے مطابق سورہ عنكبوت کی ان آیات میں اس امتحان کی پیش گوئی کی گئی ہے جس سے ہم مسلمان، اللہ کے رسول کے دنیا سے جانے کے بعد دو چار ہوئے اور دو چار ہیں۔)

ہمارے پیارے نبیؐ کا امتحان:

ہمارے پیارے نبیؐ کے راستوں میں کافی بچھائے گئے، طائف کے بچوں نے آپؐ کے جسم مبارک پر اتنے پتھر بارے کہ آپؐ لہو بہان ہو گئے۔ آپؐ پر غلطیتیں پھینکی گئیں، آپؐ نے شعب ابو طالب کی سختیاں جھیلیں، عزیزوں کے داغ سے، انہیں جادو گر کہا گیا، قتل کرنے کی کوشش کی گئی۔ آپؐ کی پیاری بیٹی کے ہاتھ چکلی پیس کر لہو بہان ہو جایا کرتے مگر آنحضرتؐ ساری کائنات کے مالک ہوتے ہوئے بھی اپنی نور نظرؐ کو صبر و برداشت کرنے کی تلقین کرتے رہے۔ وہ اپنی بیٹی کے جہیز میں دنیا کی ہر چیز دے سکتے تھے لیکن انہوں نے وہی جہیز دیا جو ایک غریب ترین آدمی دے سکتا ہے۔

دنیا میں اگر کسی فرد کو ہمیشہ کی زندگی حاصل کرنے کا حق ہوتا تو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحبزادے جناب ابراہیمؑ اور جناب قاسم بن محمد ہوتے کیونکہ وہ اللہ کے جیب کے جگہ کا لکڑا تھے لیکن آنحضرتؐ نے ان کی کمی کی موت کا صدمہ برداشت کیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یا اتحقاق بنتا تھا کہ اللہ اپنے، اس کائنات کی تمام حقوق سے زیادہ پیارے بندے کو دنیاوی صعوبتوں سے بچائے رکھتا لیکن آنحضرتؐ اس کے جس قدر پیارے تھے، انہوں نے اسی قدر زیادہ دنیاوی مشکلات و مصائب کو برداشت کیا تاکہ کہنے والے یہ نہ کہیں کہ یہ چونکہ اللہ کے چہیتے بندے تھے اس لیے اللہ نے انہیں امتحان کی خیتوں سے بچالیا۔

ہمارا امتحان ہی کیا:

جو اللہ کا ہتنا پیارا ہوتا ہے اسے اتنے ہی سخت امتحان سے گزرنا ہوتا ہے لیکن امتحان ہوتا ہر ایک

کا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بندہ وہی اللہ کو پیار ہوتا ہے جس میں دنیا کی ختیوں کو برداشت کرنے کی صلاحیت زیادہ ہوا۔ بہر حال اللہ کسی کو طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دینا یعنی اللہ یہ نہیں کرتا کہ میٹر کی استعداد رکھنے والے سے ایم۔ ایس۔ سی کا امتحان لے۔ ہم ایسے ”نان میٹرک“ لوگوں کا تو امتحان نہیں کیا! نہیں یہ سخت اور مشکل اس لیے لگتا ہے کہ نہیں ”ایم۔ ایس۔ سی“ کے نصاب اور پرچوں کی سخت کاندزازہ نہیں ہے۔

### مشکلات سے نہ گھبرا کیں اللہ سے رابطے میں رہیں:

اللہ رب العالمین جیسا مددگار، رحمت اللعالمین جیسا سفارش کرنے والا، اہل بیت علیم السلام جیسے خیال رکھنے والے اور دعا جیسا تھیمار ہر وقت جن کے پاس موجود ہوا وہ مشکلات سے گھبرنا جائیں تو توبہ کی حرمت کی بات ہے۔

یہ لا زوال طاقتیں ہر لمحے ہمارے ساتھ، ہمارے پاس ہیں اور انہیں دنیا کی کوئی طاقت ہم سے نہیں چھین سکتی۔ جب ایسا ہے تو دنیا کی مسائل و مشکلات کے مقابلے میں پریشانی کیوں؟ شاید اس لیے کہ ہم اللہ رب العالمین کے اختیار و اقتدار، رسول کریمؐ کی محبت، اہل بیتؐ کی شفقت اور دعا کی عظیم قوت کا ادراک نہیں رکھتے۔ اسی لیے تو دنیا کے چھوٹے چھوٹے مسئلے نہیں پہاڑ کی طرح نظر آتے ہیں۔ آپ یقین فرمائیں کہ اگر ہم اللہ پر یقین، نبی کریمؐ کی رحمت پر بھروسہ اور اہل بیتؐ کی توجہ پر اعتماد کرتے ہوئے انہی کے ویلے سے روزانہ نماز اور دعا کے ذریعے اللہ سے رابطے میں رہیں تو یہ پہاڑ ریت کے بھر بھرے نیلوں میں تبدیل ہو کر ہوا میں تخلیل ہو جاتے ہیں۔

### حالات موسموں کی طرح بدلتے ہیں:

حالات سے نہ گھبرا کیں۔ حالات موسموں کی مانند ہوتے ہیں فوراً نہیں بدلتے لیکن بتدریج بدلتے رہتے ہیں۔ اب اگر میں موسم سرما میں یہ دعا کروں کہ یا اللہ سردى فوراً ختم ہو جائے کیونکہ میرے پاس گرم کپڑے نہیں ہیں یا بارش نہ ہو کہ میرے مکان کی چیخت کمزور ہے تو جناب سردى بھی پڑے گی اور بارش بھی ہو گی کیونکہ موسموں کی تبدیلی زمین پر قضا و قدر کے بے شمار فیصلوں کو نافذ کرتی ہے۔

ان تجدیبوں کے ذریعے اللہ کے لاتعداد احکامات پر عمل درآمد ہونا ہوتا ہے۔ قضا و قدر کے یہ مuat میرے پاس گرم کپڑے نہ ہونے یا چھت کمزور ہونے کی وجہ سے ملتوی نہیں ہوں گے کیونکہ ان سے بے شمار مخلوقات کا رزق، زندگی، موت، بیماریاں، صحت، غم، خوشیاں، فائدے اور نقصانات وابستہ ہیں۔ مجھے اور آپ کو چاہیے کہ ایسے موقعوں پر اپنی جدوجہد جاری رکھنے کے ساتھ ساتھ اللہ پر بھروسائی کریں اور اسی کے سہارے ان ناگواریوں کو جھیل جائیں۔

آپ دیکھتے ہیں کہ نہ دھوپ کو قرار ہے نہ سائے کو، نہ دن کو ثبات ہے نہ رات کو، نہ سردی نہ ہر قسم کی ہے نہ گرمی، نہ بارشیں، نہ بیسہرہتی ہیں نہ خشک سالی۔ کبھی بیڑ پھولوں سے ڈھک جاتے ہیں اور کبھی پتوں تک سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح کا معاملہ ہمارے ساتھ بھی رہتا ہے۔ کبھی پریشانیاں دور ہونے کا نام نہیں لیتیں، کبھی خوشیاں سننگا لئیں سمجھلتیں۔

تیزی سے بدلتے ہوئے ان تمام موسویوں میں آپ اللہ درب العالمین سے رابطے میں رہیں جو سب سے طاقت و را اور قربی مددگار ہے اور اپنے بندوں پر بے حد ہمراں بھی۔

### منفی اثرات آپ کے لیے ثابت ہو جائیں گے:

اللہ تعالیٰ تو ہر وقت ہم سے رابطے میں ہے لیکن ہماری جانب سے اس سے رابطہ، اس کا ذکر، نماز اور دعا ہے۔ ان ایجھے، بُرے موسویوں میں اگر آپ اسے یاد نہیں رکھیں گے تو بھی ان موسویوں کے ایجھے یا بُرے اثرات بہر حال آپ پر مرتب ہوں گے لیکن اگر موسویوں کی ان تھیوں میں آپ اسی سے لوگائے رہیں گے تو بُرے اثرات آپ پر اثر انداز تو ہوں گے لیکن آخر کار یہ منفی اثرات، نتیجے کے طور پر آپ کے لیے ثابت ہو جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کی اپنے ہر بندے کے ساتھ ایک بالکل الگ طرح کی پچکجہ ذیل ہے۔ کسی کے لیے کچھ مسائل، کسی کے لیے کچھ وسائل۔ کہیں فائدے، کہیں نقصان، کبھی بے فکری کبھی سخت مشکلات، کبھی ہر کام میں آسانی، کبھی ہر کام میں رکاوٹ۔ ہمیں اس پچکجہ ذیل کے مطابق ہی چلا ہوتا ہے۔

لیکن ہمارے لیے مسئلہ یہ ہے کہ ہم میں سے ہر آدمی کسی اور کسی زندگی کرنا چاہتا ہے۔ اسے

اپنا بچھ پسند نہیں۔ وہ کوئی دوسرا بچھ لینا چاہتا ہے۔

### ہر فرد کا بچھ الگ طرح کا ہے:

کئی سال پہلے کی بات ہے۔ ہم لوگ رضویہ سوسائٹی (کراچی) میں رہتے تھے۔ اس زمانے میں بہت سے مسائل میں گمراہوا تھا۔ پیسے کی تنگی (جو میرے بچھ میں شامل ہے) گھر میں بیماری، قرض داروں کے تقاضے، مکان کا کرایہ، ہر روز کے خرچے۔

ایک دن شیطان نے مجھے یاد دیا کہ تم سے کم صلاحیتوں کے لوگ کہاں سے کہاں بچھ گئے۔ دیکھو! تمہارے دسوں دسوں کو اللہ نے کیا کچھ نہیں دیا۔ ان کے پاس اپنے گھر، گاڑیاں، بزنس، مال و دولت موجود ہے۔ ان کے بچے بیرون ملک تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور تمہارا کیا حال ہے؟ نہ اپنا گھر، نہ اچھی نوکری، نہ کاروبار، نہ بچوں کی فیس کے پیسے، نہ بے فکری، نہ زندگی کا سکون.....غیرہ غیرہ۔ میں نے غور کیا تو ایسا ہی نظر آیا۔ میں بہت کمزور آدمی ہوں لیکن ناشکرگزاری کو عقلاء اخلاقی جرم تصور کرتا ہوں۔ بہر حال شیطان نے جو منظر مجھے دکھایا تھا، اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا۔ ناشکرگزاری کرنے کیں سکتا تھا لیکن ناشکرگزاری کی اپنی ایک لذت ہوتی ہے۔ خود ترسی یا خود کو مظلوم سمجھ کر اپنے اوپر ترس کھانے کا بھی ایک الگ مزہ ہے۔

### اجازت سے ناشکری:

بہر حال میں نے ایک درمیانی راستہ نکالا۔ میرا دل دکھ سے بھرا ہوا تھا۔ میں خوب رونا چاہتا تھا۔ میں نے دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ سے کہا کہ ماں کا ایں تیرے احسانات کا مکنہ نہیں لیکن آج تیری اجازت سے، ذرادری کے لیے ناشکری کرنا چاہتا ہوں۔ یہ کہہ کر میں بستر پر گر گیا اور بہت دریک رو تارہ۔ دسوں، پڑوسیوں اور رشتے داروں کو اللہ نے جو عتمیں دے رکھی ہیں، اور میں جن محرومیوں کا شکار تھا ان کا موازنہ کرتا رہا، رو تارہ۔ میرا ہی امتحان کیوں؟ میرے ہی ساتھ یہ مسلسل مشکلات کیوں، میرا قصور کیا ہے، میں نے ایسا کیا کیا ہے جو تو نے مجھے اس حال میں رکھا ہوا ہے؟ ("میں نے کیا کیا، اُس سب کی تفصیل میں اُس وقت یاد ہی نہیں رکھنا چاہتا تھا")

ناشکری کے طے شدہ وقت کے بعد میں اٹھا۔ منہ ہاتھ دھویا اور گھر سے نکل کر امام بارگاہ کی طرف چل پڑا۔ ایام عزا تھے۔ رضویہ امام بارگاہ میں مجلس ہونے والی تھی۔ میں امام بارگاہ کی پارکنگ کے پاس ایک جگہ جا کر بیٹھ گیا۔

### زندگی تو ان کی ہے:

طرح طرح کی گاڑیاں آ رہی تھیں اور ان میں سے بڑے خوش حال چہروں والے لوگ اتر اتر کر اندر جا رہے تھے۔ اسی دوران ایک نیلے رنگ کی BMW اندر داخل ہوئی۔ اس شاندار کار کو ایک بہت دولت مند شکل و صورت والے بزرگ ڈرائیور کر رہے تھے۔ برابر کی سیٹ پر ایک نوجوان لڑکا بیٹھا تھا۔ لڑکے کے چہرے پر بے فکری اور دولت مندی صاف دکھائی دے رہی تھی۔

ناشکری کے بُلوں نے جو غبار ایسا تھا اس کی گردابھی تک میرے دماغ میں موجود تھی۔ میں نے BMW اور اس کے ماکان کو دیکھا اور بڑی حسرت سے سوچا کہ بھائی! زندگی تو ان لوگوں کی ہے!

### مجھے جواب مل گیا:

ابھی میں یہ سوچ رہا تھا کہ وہ گاڑی میرے قریب آ کر رکی۔ ڈرائیور نگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے بزرگ کار سے نکلے اور کار کے اس دروازے کی طرف آئے جہاں ایک نوجوان لڑکا ( غالباً ان کا بیٹا) بیٹھا تھا۔ بزرگ نے وہ دروازہ کھولا اور نوجوان کے بُلوں میں ہاتھ ڈال کر اسے اٹھنے اور کار سے نکلنے میں مدد دی۔ جب وہ نوجوان کار سے نکلا تو معلوم ہوا کہ وہ اعصابی یہاری کا شکار ہے۔ نہ ہاتھاں کے قابو میں ہیں نہ پیر۔ بے فکری تو اس کے چہرے پر ہونا ہی تھی!

میں یہ مظہر دیکھ کر لرز سا گیا۔ مجھے اپنے شکوئے کا جواب مل چکا تھا۔ اس وقت میری سمجھ میں آیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے ہر بندے سے الگ طرح کی "ذیل" ہے اور یہ ذیل ہر بندے کی صلاحیتوں اور برداشت کے مطابق ہے۔ لیکن ہر بندہ اپنا بیکچ تبدیل کرنا چاہتا ہے یہ جانے بغیر کہ اگر اسے کسی دوسرے کی زندگی دے دی جائے تو بیکچ تبدیل کرانے والا چند ہی روز میں اپنی زندگی سے عاجز آ جائے گا۔

## مہربانِ مالک کے ساتھ ہمارا رویہ

ہم سب کا عقیدہ، یقین اور ایمان ہے کہ اللہ رب العالمین کے سوا کوئی ہمارا معبود نہیں۔ اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں، وہ سب سے بڑا ہے۔ وہ سب کو پیدا کرنے والا، زندہ رکھنے والا اور ایک معلوم وقت کے بعد سب کو فنا کر دینے والا اور نبی دنیا کیں، نبی کا ناتمیں پیدا کرنے والا ہے۔ ہمارا یہ بھی ایمان کرو رحمان و رحیم اپنے بندوں پر بے حد مہربان ہے۔

اللہ رب العالمین کی ان تمام صفات کو ہم مانتے ہیں لیکن شاید ان صفات کو اپنی زندگی میں محسوس نہیں کرتے۔ وہ ہم سے رُگ جان سے بھی زیادہ قریب ہے لیکن علاوہ ہم نے اسے ساتویں آسمان تک محدود کر رکھا ہے۔

میری ان گزارشات کا مقصد یہ ہے کہ ہم اللہ رب العالمین کو پہچانیں اور اسے اپنی روزمرہ کی زندگی میں ”محسوس“ کریں۔ رب العالمین کی بنائی ہوئی اس عظیم کائنات کے تناظر میں یہ دنیا ایک خرد میں جزو ہے، وائرس سے بھی کم تر ہے اور اس دنیا میں ہمارا وجود ایک ذرۂ خاک سے بھی کم تر حیثیت رکھتا ہے۔ وہ رتبہ کائنات ہے اور ہم ایک ذرۂ خاک سے بھی کم تر لوٹو کیا اپنے مالک سے ہمارا موجودہ رویہ اس کے شایان شان ہے؟ نہیں۔ ہمارا رویہ نہ صرف اس کے شایان شان نہیں بلکہ حدِ ادب سے گرا ہوا ہے۔

### ہم اللہ تعالیٰ کے احسانوں کو محسوس ہی نہیں کرتے:

ہم انسانوں کے چھوٹے چھوٹے احسانوں کو تو مانتے ہیں اور زندگی بھر ان کا شکریہ ادا کرتے رہتے ہیں لیکن اللہ رب العالمین کے عظیم احسانوں کو ہم میں سے اکثر لوگ ہی زندگی محسوس نہیں کرتے، شکریہ ادا کرنا تو بعد کی بات ہے۔ حالانکہ تمام انسانوں کے تمام احسان مل کر بھی اللہ

تعالیٰ کے ایک احسان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ مثلاً کیا ساری دنیا کے انسان مل کر ایک انسان کے لیے ”ہوا“ تخلیق کر سکتے ہیں؟

ہم تمام زندگی اسی ہوا کے ذریعے زندہ رہتے ہیں لیکن اس کی اہمیت و افادیت اور قدر و قیمت سے بے خبر رہتے ہیں۔ ہاں جب کسی مریض کو مصنوعی طریقے سے آسٹھن دی جاتی ہے، اس وقت اسے اپنے جسم میں موجود نظام تنفس اور دنیا میں آسٹھن کی موجودگی اور اس کی قدر و قیمت کا کسی قدر اندازہ ہوتا ہے۔

### آقا، غلام کو منالیتا ہے:

دنیا میں ہمارے ساتھ نیکی کرنے والا ایک حد سے آگے نہیں بڑھ سکتا جب کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ جو نیکیاں (احسان) کرتا ہے، ویسی ایک نیکی بھی دنیا کے سارے انسان مل کر نہیں کر سکتے۔ اس کے باوجود ہم (دل سے) اللہ تعالیٰ کا اتنا احسان بھی نہیں مانتے جتنا چھوٹی چھوٹی نیکیاں کرنے والوں کا مانتے ہیں۔ کیا ہمارا یہ روایہ بالک حقیقی کے شایان شان ہے؟  
ہم معمولی معمولی باتوں پر اس سے روکھ جاتے ہیں، جب کہ اللہ رب العالمین کی محبت کا یہ عالم ہے کہ بجائے اس کے کہ غلام اپنے آقا کو منائے، آقا اپنے غلام کو منالیتا ہے، اسے راضی کر لیتا ہے کہ شاید اس طرح غلام کو اپنے آقا کی محبت کا احساس ہو جائے!  
ہم کیا کرتے ہیں؟

اس کے برعکس بالک ہم سے کہتا کچھ ہے ہم کرتے کچھ ہیں۔ وہ ہمیں نماز قائم کرنے کا حکم دیتا ہے، ہمیں اپنا آرام پیارا ہوتا ہے۔ اگر نماز پڑھتے بھی ہیں تو اس کی مرضی کے بجائے اپنے موڈ اور سہولت کے مطابق۔ اگر نماز فجر کا وقت 15:5 پر ہے تو ہم یہ نماز دفتر جانے سے پہلے سائزھ آٹھ بجے ادا کرتے ہیں۔ ظہر کا وقت ایک بجے ہے تو ہم پانچ بجے نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں۔ مغرب اگر سائزھ چھ بجے ہے تو ہم گیارہ بجے جانماز پر پہنچتے ہیں۔ یہی حال عصر اور عشاء کی نمازوں کا ہوتا ہے۔

وہ حق بولنے کو پسند کرتا ہے۔ ہم ساری زندگی جھوٹ کے سہارے گزارتے ہیں۔ یا کم از کم جھوٹ اور حق میں اللہ کے حکم کے بجائے اپنی مصلحت کو پیش نظر رکھتے ہیں۔

وہ ہمیں غیبت سے منع کرتا ہے، ہمیں اپنے تردد بھائی کا گوشت زیادہ پسند ہے۔ وہ ہمیں روزہ رکھنے کی بدایت کرتا ہے، ہم اس سے بچنے کے لیے جواز ڈھونڈنے لگتے ہیں۔

وہ ہمیں والدین کی خدمت کرنے کا حکم دیتا ہے، ہم یوں بچوں کو خوش کرنے میں لگ جاتے ہیں۔ یوں بچوں کو خوش رکھنا اچھی بات ہے لیکن والدین اور یوں بچوں کے درمیان انصاف کرنا ضروری ہے۔

وہ ہمیں اپنے گھر مدعو کرتا ہے، ہم حق کے بجائے صحت افزا مقامات کی طرف نکل جاتے ہیں۔ وہ ہمیں پڑوسیوں کی دلکھ بھال کی طرف متوجہ کرتا ہے، ہم پڑوسیوں سے کوئی سروکار نہیں رکھنا چاہتے۔ وہ ہمیں آخرت کی فکر کرنے کو کہتا ہے، ہم اپنے آج کے مسائل کو زیادہ اہم سمجھتے ہیں۔ وہ ہمیں حلال کی طرف راغب کرتا ہے، ہم حرام سے باز نہیں آتے۔ وہ موسیقی کو جہنم کے کتوں کی غذا سمجھتا ہے، ہم موسیقی کو روح کی غذا کہتے ہیں۔ وہ ہمیں شیطان کے منصوبوں سے آگاہ کرتا ہے، ہم انہی منصوبوں کا حصہ بن جاتے ہیں۔

ہمارا مالک ہمیں جو کچھ عطا کرتا ہے، ہم وہ سب کچھ لے کر دشمن کی فوج میں شامل ہو جاتے ہیں لیکن مزے کی بات یہ ہے کہ ایسے لوگوں کی شیطان کے پاس بھی کوئی جگہ نہیں کیونکہ یہ بات شیطان بھی جانتا ہے کہ جو شخص اللہ رب العالمین جیسے مہربان مالک کا وفادار نہیں ہو سکا تو وہ کسی دوسرے کا وفادار کیسے ہو سکتا ہے۔

### رب العالمین ہماری توبہ کا منتظر ہے:

ہماری ان تمام گمراہیوں، بے وفا یوں اور غدار یوں کے باوجود میرا اور آپ کا مالک ایسا مہربان اور اس قدر گزر سے کام لینے والا ہے کہ ہماری آخری سانس تک ہماری توبہ کا انتظار کرتا رہتا ہے کہ بندہ توبہ کرے اور وہ اسے قبول کرے۔

یہ حقیقت ہے کہ اس مالک حقیقی کے مخصوص بندوں کے علاوہ دنیا میں کوئی انسان ایسا نہیں جس نے اپنے مالک کے حکم سے سرتاسری نہ کی ہو۔ ہم سب کسی نہ کسی حد تک گناہوں کی آزادگی میں بھلا ہیں اس کے باوجود مجھے یقین ہے کہ میری اور ساری دنیا کے انسانوں کے تمام گناہوں کی معافی صرف ایک حرف ”دعا“ میں پوشیدہ ہے۔ اپنے گناہوں، گمراہیوں، بے وفا یوں، غداریوں کے لیے معافی کی دعا، یعنی خلوص اور سچائی کے ساتھ توبہ۔

”پھر اس میں شک نہیں کہ جو لوگ نادانستہ (جہالت کی بنا پر) گناہ کر رہیں ہیں (لیکن) اس کے بعد (صدق دل سے) توبہ کر لی اور خود کو (آئندہ کے لیے) درست کر لیا تو (اے رسول) اس میں شک نہیں کہ تمہارا پروردگار اس کے بعد (بھی) برا بخش والا ہم بران ہے۔“

(سورہ تحمل: آیت ۱۱۹)

ویکھیں! کسی عام شخص کو بھی غیر ضروری انتظار کرانا غیر اخلاقی بات ہے اور ہمارا مالک تو اللہ رب کائنات ہے۔ بادشاہوں کا بادشاہ، رب کائنات، خالق حقیقی، پروردگار عالم، مسحود ملائکہ، معبود انہیا، مقصود آئمہ، رحمت الملائیں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی آقا کا آقا، حضرت علی ابن ابی طالبؑ یعنی مولا کا مولا۔

ایسے رحمان در حیم غفور و کریم مالک کو انتظار کرانا ہمیں کسی بھی طرح زیب نہیں دیتا۔ وہ جانے کب سے ہماری توبہ کا منتظر ہے۔

کیا ہم ساری زندگی سے انتظار ہی کرتے رہیں گے؟

**آج کی رات ہی شبِ جمعہ بن جائے:**

آج اس انتظار کا خاتمه ہو جانا چاہیے۔ آج اور اسی وقت کیوں کل کبھی نہیں آتی۔ جو کام کرنا ہے آج ہی کیوں نہ مٹا دیں۔ کل کا کیا بھروسہ سا۔ کل کا بھروسہ سا تو وہ کرے جسے اگلے لمحے کا اعتبار ہو۔ کیا کہا۔۔۔ شبِ جمعہ۔۔۔ ہاں شبِ جمعہ بہت مبارک رات ہے۔ اپنی خاص دعاؤں کے لیے

انبیاء نے کرام اس رات کا انتظار کیا کرتے تھے لیکن آپ اس کے انتظار میں توبہ کو موخر نہ کریں۔ آپ توبہ کے ارادے سے اللہ کے دربار میں حاضر ہوں گے تو آج کی رات ہی آپ کے لیے شبِ جمعہ بن جائے گی۔ امام معصوم نے فرمایا ہے۔ ”سب سے مبارک رات یادوں ہے جس میں انسان کو توبہ کرنے کی توفیق حاصل ہو جائے۔“ آج کے دن کو عید اور آج کی رات کو شبِ برأت ہے اسی ہمارے اور آپ کے اختیار میں ہے۔

### توبہ کا دروازہ اس وقت بھی کھلا ہوا ہے:

یقین کجھے جس لمحے آپ اس کتاب کی آخري سطور پڑھ رہے ہیں، اس لمحے بھی اللہ جل شانہ کا دربار کھلا ہوا ہے۔ اس وقت بھی اس کی رحمت، کائنات کی ہرشے پر چھائی ہوئی ہے۔ رب کائنات اپنے بندوں کے لیے ہمیشہ کی طرح اس وقت بھی مہربان، معاف کرنے والا، درگزر کرنے والا اور نعمتیں عطا کرنے والا ہے۔ میرے اور آپ کے لیے توبہ کا دروازہ اس وقت بھی کھلا ہوا ہے۔

اس کی رحمت کو اس وقت بھی اس کے غضب پر سبقت حاصل ہے۔ میرا اور آپ کا رحیم و کریم مالک التدبیح العالیین ہمیشہ کی طرح اس وقت بھی زمین و آسمان کے خزانے اپنے بندوں میں بانٹ رہا ہے۔ راستے میں کوئی ایسا دربان بھی نہیں جو آپ کا راستہ روکے۔ اس کے دربان تو مقرب بارگاہ فرشتے ہیں جو توبہ کرنے والوں کے مدگار بننے میں خوش محسوس کرتے ہیں اور ایسے بندوں کو ”سر آنکھوں“ پر بخاتے ہیں۔

موقع اچھا ہے۔ آج ہم وہ کرگز ریس جس کے کرنے میں ہمیشہ شیطان کے لشکر سدراہ ہو جایا کرتے تھے۔ اپنی ذرا سی کوشش سے آج ہم ان لشکروں کو نکست دے کر اپنے ازلی دشمن کا سر کچل سکتے ہیں۔

دعا جیسا تھیمار اور توبہ جیسی عظیم کہولت ہمیں میسر ہے۔ جبریل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل جیسے طاقت و را اور مقرب بارگاہ فرشتے ہمارے مدگار ہیں۔ رحمت للعلیین جیسے اللہ کے

رسولؐ کی مکمل سفارش ہمیں حاصل ہے۔ مولاؐ کے کائنات ہمارا بازو تھا منے کو تیار ہیں۔ شہزادی فاطمہ زہراؓ کی دعاؤں کا حصار ہمارا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ امام حسن و حسینؑ ہماری رہنمائی کے لیے موجود ہیں۔ حضرت جنت این الحسن علیہ السلام اپنے ایک نافرمان چاہنے والے کے دل میں توبہ کے ارادے دلکھ کر خوش ہور ہے ہیں۔ اور کیا چاہیے آپ کو؟

جی ہاں..... یہ جو آپ اپنی آنکھوں کے کناروں پر اور اپنے رخساروں پر آنسوؤں کی گرفت محسوس کر رہے ہیں، یہ ایک اشارہ ہے کہ بُس دیرینہ کریں۔

ایسے قسمی لمحے بار بار ہاتھ نہیں آتے۔ بسم اللہ تبکیجے، انہی کا نام لے کر اٹھ کر ہوں، غسل یا دضو کریں۔ جائے نماز پر آئیں۔ زیادہ بہتر ہے کہ مسجد چلے جائیں۔ دور کعت نماز تو بُکہ نیت سے ادا کریں..... (قطان نمازیں تو بہت ہیں انھیں ابھی رہنے دیں)۔ خداوند کریم، اپنے مہربانِ مالک کو حاضر و ناظر جائیں..... اور اللہ ہی کوئی خود کو بھی حاضر و ناظر تصور کریں اور پوری توجہ کے ساتھ نماز پڑھنے کے بعد کچھ نہ کریں بُس براہ راست سجدے میں گرجائیں۔ اس حالت میں.....  
۱) اگر کوئی دعا یاد نہیں تو لا تعداد مرتبہ العفو..... العفو..... العفو (معاف کر دے، معاف کر دے، معاف کر دے)

۲) ”أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ رَبِّيْ وَ أَتُوبُ إِلَيْهِ“ کا درد کرتے رہیں  
۳) اگر دعائے کمیل کا آخری حصہ یاد ہے تو خلوصِ دل سے دعائے کمیلؓ کے ان آخری الفاظ کو درہاتے رہیں۔

يَا سَرِيعَ الرِّضا إِغْفِرْ لِمَنْ لَا يَنْلِكُ إِلَّا الدُّعَاءُ فَإِنَّكَ فَقَاعٌ  
لِمَا تَشَاءُ يَامِنْ اسْمُهُ دُوَاءٌ وَ دُشْكُرٌ شِفَاءٌ وَ طَاعُتُهُ غِنَاءٌ، إِرْحَمْ  
مَنْ رَأْسُ مَالِهِ الرُّجَاءُ وَ سِلَاحُهُ الْبُكَاءُ، يَا سَابِعَ النِّعَمِ وَ دَافِعَ  
النِّقَمِ يَا نُورَ الْمُسْتَوْحِشِينَ فِي الظُّلُمِ، يَا عَالِمًا لَا يَعْلَمُ صَلَّ  
عَلَى مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ وَ افْعَلْ بِي مَا أَنْتَ أَهْلُهُ وَ صَلَّى اللَّهُ

عَلَى رَسُولِهِ وَالْأَئِمَّةِ الْمَبِينِ مِنْ آيَةٍ وَسَلْمٌ تَسْلِيمًا كَثِيرًا.

ترجمہ: ”اے جلد راضی ہو جانے والے، اے بخش دے جس کا دعا کرنے کے سوا کچھ بس نہیں چلتا۔ بے شک تو جو چاہے کر سکتا ہے۔

اے وہ جس کا نام ہر جسمانی مرض کی دوا، جس کا ذکر ہر روحانی مرض کی شفا اور جس کی اطاعت غنی (بے نیاز) کر دینے والی ہے، اس بندے پر حمیرا جس کا سرمایہ صرف (تجھ سے) امید اور جس کا ہتھیار (تیرے آگے) رونا پڑتا ہے۔

اے نعمتوں کو گوارا بنانے والے، اے بلاوں کو دور کرنے والے، اے تاریکیوں میں گھبرا جانے والوں کے لیے نور۔ اے ادھ عالم جسے پڑھایا نہیں گیا (جسے کچھ بتانے کی ضرورت نہیں) تو محمدؐ اآل محمدؐ پر رحمت بھیج اور میرے حق میں وہ کرجو تیری شان کو زیبائے ..... اور اے اللہ اپنے رسولؐ اور ان کی اولاد میں جو صاحبان رحمت و برکت امامؐ ہیں، ان پر رحمت بھیج جیسا بھینے کا حق ہے“

۲) اگر آپ دعائے صباح پڑھتے رہے ہیں تو حالت بجدو میں دعائے صباح کا آخری حصہ پڑھیے۔

إِلَهِي قَلْبِي مَحْبُوبٌ وَنَفْسِي مَغْبُوبٌ وَعَقْلِي مَغْلُوبٌ وَ  
هَوَانِي غَالِبٌ وَطَاغِيَتِي قَلِيلٌ وَمَعْصِيَتِي كَثِيرٌ وَلِسَانِي مُقْرُ  
بِاللُّذُوبِ فَكَيْفَ جِيلَتِي يَا سَتَارَ الْغَيْوَبِ وَيَا غَلَامَ الْغَيْوَبِ وَيَا  
كَاشِفَ الْكُرُوبِ إِغْفِرْ ذُنُوبِي كُلَّهَا بِحُرْمَةِ مُحَمَّدٍ وَآلِ  
مُحَمَّدٍ، يَا غَفَارِ يَا غَفَارِ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ.  
ترجمہ: ”اے میرے پروڈگار! میرا دل تگ، میرا نفس داغ دار، میری

عقل تھکی ہاری، میری خواہش زور آور، میری عبادت قلیل، میرے گناہ،  
حد سے بڑھے ہوئے اور میری زبان میرے گناہوں کی اقراری ہے۔  
ایسی صورت میں میرے لیے بچنے کا کیا راستہ ہے؟ سوائے اس کے کہ تو  
میری خطاؤں کو معاف کر دے۔

اے برائیوں کی پردہ پوشی کرنے والے، اے غیب کی باقتوں کو جانے  
والے، اے غنیتوں کو ختم کرنے والے..... میرے سارے ہتھی گناہوں کو  
معاف کر دے۔ تجھے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اہل  
بیت اطہار کا واسطہ!

اے عفو و درگزر کرنے والے، اے معاف کرنے والے! تجھے تیری بے  
پناہ رحمت کا واسطہ، اے تمام ہم بیانوں سے بڑھ کر مہربان!

(۲) اگر مکن ہو تو مفاتیح الجہان اعمال و زخم میں سحری کی دعا سے دعا کا یہ حصہ بجدے میں

پڑھیے۔

يَا مَلْجَأَ الْهَارِبِينَ بِالْفَاقِلِ الظُّنُوبِ أَخْمَلُهَا عَلَىٰ ظِهْرِي لَا أَجِدُ  
لِي إِلَيْكَ شَافِعًا سَوَىٰ مَعْرِفَتِي بِإِنَّكَ أَفْرَبُ مَنْ رَجَاهَ  
الْطَّالِبُونَ وَأَمْلَأَ مَا لَدَيْهِ الرَّاغِبُونَ، يَا مَنْ فَتَّقَ الْعُقُولَ بِمَعْرِفَتِهِ  
وَأَطْلَقَ الْأَلْسُنَ بِحَمْدِهِ وَجَعَلَ مَا امْتَنَّ بِهِ عَلَىٰ عِبَادَتِهِ فِي  
كِفَاءٍ لِتَنَادِيَةِ حَقِّهِ صَلَّى عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَلَا تَجْعَلْ لِلشَّيْطَانِ  
عَلَىٰ عَقْلِي سَبِيلًا وَلَا لِلْبَاطِلِ عَلَىٰ عَمَلِي ذَلِيلًا.

"اے پناہ لینے والوں کی پناہ گاہ..... میں اپنے گناہوں کے بوجھ کے  
ساتھ تیری طرف بھاگتا ہوا آیا ہوں۔ تیرے دربار میں میرا کوئی سفارشی  
نہیں سوائے اس معرفت کے کہ تو اہل حاجت کی امیدوں کے بہت

قریب ہے اور رغبت کرنے والوں کو ڈھارس دیتا ہے۔

اے وہ کہ جس نے عقولوں کو اپنی معرفت کے لیے کھولا، زبانوں کو اپنی حمد کی طاقت سے نوازا اور بندوں کو اپنے حق کی ادائیگی کی ہمت دے کر ان پر عظیم الشان احسان فرمایا ہے۔ محمدؐؑ ایل محمدؐؑ پر رحمت فرم اور شیطان کو میری عقل میں ڈر آنے کی راہ نہ دے اور باطل کو میرے عمل و کردار میں داخل نہ ہونے دے۔“

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّلْ فَرَجَّهُمْ  
میں گواہی دیتا ہوں اللہ کے سوا کوئی معبد نہیں جو یکتا اور لاثانی ہے  
اور گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور  
رسول ہیں۔  
اے اللہ رحمت فرماتا رہ محمدؐؑ اور آل محمدؐؑ پر اور مجھے توبہ کرنے والوں اور  
پاکیزہ لوگوں میں سے قرار دے۔

ڈاکٹر غلام حسین لاکھانی (میشی)

کے ایصال ثواب کے لیے

اول و آخر درود کے ساتھ ایک مرتبہ سورہ فاتحہ۔ تین مرتبہ سورہ اخلاص۔  
کی درخواست ہے۔

## کچھ سوال اور ان کے ممکنہ جواب:

ہمارے یہاں کتاب لکھنے والے کو خط لکھنے کا رواج نہ ہونے کے برابر ہے۔ بہر حال اکثر ملاقاتوں میں لوگ کتاب یا مضمون پر تصریح کرتے ہیں اور سوال بھی پوچھتے ہیں۔ ہم خود کو ہرگز اس قابل نہیں سمجھتے کہ کسی دینی یا شرعی مسئلے پر جواب دے سکیں۔ یہ علمائے کرام کا کام ہے۔ ایسے سوالوں کے لیے علماء سے رجوع کرنا چاہیے۔ اس چکر میں مجھ جیسے کئی جاہل اکثر خود کو علماء کی پاکیزہ صفت میں شامل کر لیتے ہیں۔

ابتدا بہت سے سوال ایسے ہوتے ہیں جن کا جواب عقل اور منطق کی بنیاد پر دیا جاسکتا ہے۔ ایسے ہی کچھ سوال اور ان کے جواب پیش خدمت ہیں جو اکثر لوگ ہم سے پوچھتے ہیں۔ مثلاً:  
 ☆ ایک دوست نے ہم سے شکوہ کیا کہ اللہ تعالیٰ ہماری سنتا ہی نہیں۔ ہم نے اس سے سوال کیا کہ کیا آپ اللہ کی سنتے ہیں۔ ہم نے تفصیل بیان نہیں کی لیکن انہیں خود احساس ہو گیا کہ وہ کیا کہہ رہے تھے۔

☆ ایک صاحب نے ہم سے پوچھا۔ ”اللہ کے ہونے کی دلیل کیا ہے؟“ ہم نے کہا۔ ”یہ دلیل تو خود آپ کے پاس موجود ہے۔ آپ کسی دن کوشش کریں کہ اپنے دل کی دھڑکن کو کچھ دیر کے لیے بند کر لیں۔ یا کسی دن سانس ہی نہ لیں یا آنکھیں کھلی رکھیں لیکن کوشش کریں کہ آپ کو کچھ نظر نہ آئے۔ کان کھلے رکھیں لیکن آپ کو کوئی آواز سنائی نہ دے۔ آپ ایسا نہیں کر سکیں گے اس لیے کہ یہ جسم دراصل کسی اور کے احکامات کے مطابق کام کرتا ہے آپ کے احکامات کے مطابق نہیں بس وہ جو کوئی اور ہے وہی اللہ ہے۔

☆ ایک دوست نے کہا۔ ”کسی درخت کا پتہ بھی اللہ کے حکم کے بغیر نہیں بلتا تو ہم انسان اللہ کے حکم کے بغیر کوئی اچھا یا برا عامل کس طرح انجام دے سکتے ہیں؟“ ہم نے ان سے عرض کی کہ بھائی! آپ درخت کا پتہ نہیں ہیں۔ درخت کے پاس خیر و شر اختیار کرنے کا اختیار نہیں ہوتا۔ انسان کے پاس ہے اور اس کے لیے اسے تمام وسائل بھی عطا کیے گے ہیں اور یہی اس کی آزمائش ہے۔

☆ ایک نوجوان دوست نے کہا۔ ”کبھی کبھی نماز پڑھنے کو بالکل دل نہیں چاہتا۔ کیا کروں؟“

ہم نے انہیں بتایا کہ ہم دنیا کے سارے مشکل ترین کام کر لیتے ہیں لیکن نماز پڑھنا مشکل لگتا ہے۔ اسی سے آپ سمجھ جائیں کہ نماز میں وہ فائدے موجود ہیں جو کسی بھی دوسرے کام سے حاصل نہیں ہو سکتے تبھی تو شیطان ہمارے کسی کام میں اتنی رکاوٹ نہیں ڈالتا جس قدر رکاوٹ وہ نماز میں ڈالتا ہے۔ جب آپ نماز پڑھنے میں یہ رکاوٹ محسوس کریں تو بس واجب واجب اراکان نماز پر اکتفا کریں لیکن اس وقت نماز ضرور پڑھیں۔ شیطان کی ناک رگڑنے کا اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں کہ آپ طوعاً کر رہا، کسی کی طرح نماز پڑھ لیں۔

☆ ایک سوال عام طور پر کیا جاتا ہے۔ ”کیا کچھ مخصوص اعمال سرانجام دینے سے امام زمانہ علیہ السلام خواب میں آتے ہیں؟“ اس کا جواب یہ ہے کہ مخصوص اعمال کے ساتھ ساتھ افعال کو بھی تھیک رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ خواب یا بیداری میں امام علیہ السلام کی زیارت اللہ کے کرم اور امام زمانہ علیہ السلام کی مرضی کے مطابق ہوتی ہے نہ کہ ہماری مرضی اور مخصوص اعمال کے سبب ضروری نہیں کہ آپ لبے لبے اعمال کریں۔ اس کے بجائے اگر یہ نیت کر لی جائے کہ مثلاً آج کے بعد میں کچھ جھوٹ نہیں بولوں گا۔ اس نیت پر قائم رہا جائے تو شاید یہ عمل ہمارے اور آپ کے امامؑ کو زیادہ پسند آئے۔

☆ ایک اور جملہ کچھ اکثر مغلولوں میں سناجاتا ہے۔ ”علماء کے قول و فعل میں تضاد ہوتا ہے اس لیے ان کی باتوں پر عمل کرنے کو جی نہیں چاہتا۔“ اس سلسلے میں گزارش یہ ہے کہ علماء دین، مخصوص عن الخطا نہیں ہوتے۔ جو مخصوصین واقعۃ مخصوص عن الخطا نہیں ان کے زمانوں میں ان کی باتوں پر

معاشرے کے کتنے فی صد لوگوں نے عمل کیا؟ یہ انجامی غیر ذمے دارانہ بات ہے جو ہماری اکثر محفلوں میں بطور جواز پیش کی جاتی ہے۔ یہ حقیقی فراری حالت ہے اس سے پچنا ضروری ہے۔

دیکھیں! علمائے دین جواحد ایث و روایات ہمارے سامنے بیان کرتے ہیں وہ خود ان کا ذاتی بیان نہیں ہوتا۔ وہ تو اللہ اور اللہ کے رسول اور قرآنی تعلیمات، ساتھ ساتھ اہل بیت کے احکامات کو ہم تک پہنچاتے ہیں۔ چلیں کہیں کوئی عالم خود اس پر عمل نہیں کرتا تو وہ آپ کو تو عمل سے نہیں روک رہا۔ آپ اللہ کے پیغام پر عمل کرنا شروع کر دیں۔ کہیں کسی جگہ تقاضہ بھی ہو سکتے ہیں لیکن ایک مثال کو سب پر لا گونہ کر دیا کریں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھی عقل دی ہے۔ خود بھی چیزوں پر غور و فکر کیا کریں لیکن واقعتاً کچھ سمجھنے اور سمجھنے کے لیے، نہ کہ الجھٹے کے لیے۔

دچپ بات یہ ہے جو خدا یا عالم یا جھوٹ خود ہم علماء کی شخصیتوں میں نکالتے ہیں انہیں اپنی زندگی اور قول و فعل سے نکالنے کی بھی کوشش نہیں کرتے۔ تو بھائی! پروفیکٹ کی تلاش کریں گے تو یہ کام آپ کی روحانی ترقی کو بہت سست کر دے گا۔ پروفیکٹ کی تلاش نہ کریں خود کو پروفیکٹ بنانے کی کوشش کریں۔ یقین جانیں کسی عالم دین کے عمل کے بارے میں آپ سے کوئی سوال نہیں کیا جائے گا۔ ہاں مجھ سے اور آپ سے ہمارے اعمال کے بارے میں قیامت کے دن باز پرس ضرور کی جائے گی تو کیا یہ بہتر نہیں کہ ہم دوسروں کی فکر کرنے کے بجائے خود اپنی جان پچانے کی کوشش کریں۔



سیدہ نور عین اسرائیل اپنے بھروسے کیلئے سر ہدایہ

الحمد لله كَأَنْجَى ۖ أَرْبَعِينَ ۖ رَبِّ الْجَمَادِ ۖ

محمد علی سید